آدابِ معرفت
تحقیق و تالیف
حکیم محمد طارق محمود عبقری مجذوبی چغتائی

Marfat.com

☆...... ملنے کے پتے ......☆

علم و عرفان پبلشرز

34-اردو بازار، لاہور فون: 7352332

خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار' لاہور فون:7314169

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

کتاب سرائے

الحمد مارکیٹ اردو بازار، لاہور

کتاب گھر

کمیٹی چوک' راولپنڈی فون: 5552929

اشرف بک ایجنسی

کمیٹی چوک' راولپنڈی فون: 5531610

احمد بک کارپوریشن

کمیٹی چوک، اقبال روڈ، راولپنڈی

فضلی سنز

اردو بازار، کراچی

رحمٰن بک ہاؤس

اُردو بازار، کراچی

ویلکم بک پورٹ

اُردو بازار، کراچی

Marfat.com

آدابِ معرفت

تحقیق و تالیف

حکیم محمد طارق محمود عبقری مجذوبی چغتائی

علم و عرفان پبلشرز

34- اُردو بازار' لاہور فون: 7352332

Marfat.com

297.6
آ 2 ب
97149

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	....	آداب معرفت
تالیف	....	حکیم محمد طارق محمود عبقری مجذوبی چغتائی
ناشر	....	گلفراز احمد علم و عرفان پبلشرز، لاہور
مطبع	....	جوہر رحمانیہ پرنٹرز، لاہور
سرورق	....	محمد خرم عمر
کمپوزنگ	....	ظفر اقبال
پروف ریڈنگ	....	مولانا عبدالرشید
سن اشاعت	....	نومبر 2009ء
قیمت	....	-/200 روپے

علم و عرفان پبلشرز

34- اردو بازار، لاہور فون: 7352332

نوٹ: کتاب ہذا میں اگر کوئی کمپوزنگ کی غلطی ہو تو ادارہ کو اطلاع فرما کر اپنا دینی فرض پورا کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ شکریہ

Marfat.com

فہرست

	صفحہ نمبر
حالِ دل	17
آدابِ معرفت	19
بزرگوں کے پاس جانے کے آداب	36
دینی مجالس میں بیٹھنے اور سننے کے آداب	37
حضرت جیلانی کا ارشاد	38
علم کی منزلیں	38
ادب کا غلبہ اور تعمیل حکم	41
کچھ مزید مجلسی آداب	42
اگر ہدایت مل جائے	42
سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد	43
حضور ﷺ کی دو دعائیں	43
خوشی کو آگ لگا دی خوشی ہم نے	44
پھول اور کانٹے	44
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی تین پسندیدہ چیزیں	44
یہ ہے عشق کی کرامت	45
عشق کی وادی یوں طے کی جاتی ہے	46
سنت پر استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے	46

Marfat.com

جب تک محبت کا پٹرول نہ ہو	47
مسلح ہو کر نکلو	47
نماز کس طرح پڑھیں؟	47
نماز میں قلب کی حاضری ایک مثال	49
حضرت کی شانِ عبدیت	49
بزرگوں کے مختلف انداز	50
بزرگی کا خود تراشیدہ معیار	50
بدگمانی اور خوش گمانی	51
بیوی اور گھر والوں سے حسن سلوک	51
''آپ میری مرغیوں کو آٹھ بجے کھول دیجئے''	52
علم نبوت تو ہے مگر نور نبوت نہیں	53
علماء اور باطنی اصلاح	53
در سینہ تو ماہِ تمامے نہادہ اند	55
اک بار جس پر نظر کرم ہو جائے	55
رضائے دائمی	56
جنگل کی فضاؤں کا نور	56
قلب عارف کی مثال سونے کی ترازو سے	57
قوی ترین نسبت حاصل کرنے کا طریقہ	57
غذائے اولیاء	57
صحبت شیخ میں طالب کیا نیت ہونی چاہئے	58
آدمی آدمی بناتا ہے	58
استقامت کا امتحان	58
حفاظت نظر کا حکم غیرت جمال خداوندی کا تقاضا ہے	59
دِل کی غذا	59
گناہ کے تقاضوں سے گھبرانا نہیں چاہئے	59
مدرسین کو حفاظت نظر کا ایک مفید مشورہ	60

Marfat.com

ہم نشین آفتاب حق	60
بادشاہ اور مزدوری	61
کڑواہٹ کا انعام حلاوت	61
غلبۂ عظمت حق کے آثار کی ایک عجیب تمثیل	61
ولایت صدیقیت کی کنجی	62
خلوت مع اللہ کی اہمیت	62
ملاقات دوستاں یعنی ملاقات اہل اللہ کی اہمیت	63
اہل اللہ کو اہل دل کیوں کہا جاتا ہے؟	64
محبت حق کی ایک علامت	64
نسبت مع اللہ کی مثال مشک سے	64
انحطاطِ امت کا اصل سبب	65
قلب کی استقامت کی مثال مقناطیس کی سوئی سے	65
واردات علوم غیبیہ کی مثال	65
اصلی امیر کون ہے؟	66
ملکے حسن سے زیادہ احتیاط	66
صحبت اہل اللہ کی عبادت سے افضل ہونے کی وجہ	66
صحبت شیخ سے کیا ملتا ہے؟	67
اہل اللہ سے تعلق کے برکات کی ایک مثال	67
نفع کے لیے مناسبت ضروری ہے	67
فیوض و برکات شیخ کی عجیب مثال	68
صحبت کی اہمیت پر ایک علم عظیم	68
زیادہ سننے اور کم بولنے کا ایک دلچسپ نکتہ	68
نسبت شیخ فنائیت کاملہ سے حاصل ہوتی ہے	69
ہے عجم اس کا پھر مدینے میں	69
محبت کی کرامت	69
معیت صادقین کے دوام و استمرار پر استدلال	70

Marfat.com

مطلوب حقیقی رضاء حق ہے	70
گناہوں کی کڑواہٹ	70
آغوش رحمت حق اصل پناہ گاہ ہے	71
نسبت کی علامت اور اس کی چند مثالیں	71
کیفیت عطاء نسبت اور اس کی مثال	72
طریق وصول الی اللہ کی تمثیل ہوائی جہاز سے	72
ناقابل بیان لذت	73
اہل اللہ کی خوشبوئے نسبت مع اللہ کا ادراک	73
تکمیل لا الٰہ	74
تقویٰ کا مفہوم	74
ظرافت میں فیضان علوم	74
الحاق بالصالحین کی کرامت	75
گناہ کی دو تکلیفیں	75
گناہ کی تکلیفوں کا مداوا	76
رحمت کے چار معنی	76
توبہ کرنے والا بھی اللہ کا محبوب ہے	77
توبہ سے محبوبیت کی ایک عجیب تمثیل	77
ندامت کے آنسوؤں کی کرامت	78
قیامت کی دو قسمیں	79
عبدالطیف بنو	80
ذکر میں دیر نہ کرو	82
ایک مچھر کا مقدمہ	83
اسبال ازار کی وعید	83
سر کے بال	85
دور حاضر میں منتہائے اولیاء صدیقین تک پہنچنے کا ایک عمل	85
تعمیر وطن آخرت کے لیے ایک سبق آموز حکایت	86

Marfat.com

مسلمان بیت اللہ کو نہیں اللہ کو سجدہ کرتے ہیں	87
علامہ شامیؒ کی اولیاء اللہ سے عقیدت اور سمت کعبہ کا ایک مسئلہ	88
نیت کا اثر	88
نابینا مومن	88
سیّد احمد شہیدؒ کی نظر کی کرامت	88
قبولیت توبہ کی علامت اور اس کی مثال	89
اللہ والوں سے محبت ذوق نبوت ہے	90
عجیب رابطہ	90
محبت کے حدود	90
جان سے زیادہ اللہ کی محبت مطلوب ہے	90
اہل وعیال سے زیادہ اللہ کی محبت مطلوب ہے	91
شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ کی محبت مطلوب ہے	91
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ	91
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ	92
قبیلہ کے سردار کی اصلاح کا مسئلہ	92
حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	92
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی فروتنی	94
شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	94
ایک ممتاز عالم کا قصہ	96
حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے واقعات	96
حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کا دوسرا واقعہ ملاحظہ ہو	97
مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خاکساری	98
مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تواضع	99
مولانا رشید احمد کا واقعہ	100
مولانا کی منکسر المزاجی	100
حکیم الامت اور روحانی مریضوں کا علاج	101

Marfat.com

خطا کاروں پر حق تعالیٰ کی صفت کرم	101
علامہ خالد کردی کا واقعہ	102
ایک عورت کا شکریہ سکھانے کا واقعہ	103
تین باتیں	103
چین وسکون	104
آخری پہر کے فیصلے	104
شیطان سے بچاؤں کا طریقہ	104
رابطہ شیخ	105
اللہ والوں کی مقناطیسیت	105
حالات اچھے ہوں یا برے شیخ کو ضرور بتایئے	105
خدمت شیخ کی برکات	106
اچھے برے حالات تفصیلاً بتائے	106
آداب کی رعایت اشد ضروری ہے	106
روحانی باپ کے حقوق	107
مرید کی ڈانٹ ڈپٹ میں حکمتیں	107
آسان نسبت	108
سوچنے کا انداز	108
محبت شیخ کیوں ضروری ہے؟	108
محبت شیخ	109
طالب صادق	109
مشائخ کی توجہ	109
طلب حق	110
واقعہ طلب	110
واقعہ محبت	110
اقسام نسبت	110
شیخ سے فیضیاب ہونے کا آسان طریقہ	112

Marfat.com

عجیب بہانہ	112
ہماری عجیب حالت	112
معمولات اور جرم	113
اللہ کی محبت کیسے حاصل ہو گی	113
اچھا گمان رکھنا چاہیے	113
محبت، خلوص اور رابطہ	113
قربانیاں ضروری ہیں	114
تصوف کیا ہے؟	114
اللہ کا کمال اور مہربانی	114
ڈانٹ ڈپٹ کا فیض	114
خدائی اور رسالت کا دعوئی	115
ایک بہروپیے کا واقعہ	115
سچی توبہ کی کرامت	116
تہجد پڑھنے کا آسان طریقہ	116
عمل اور اخلاص	117
آج کل کے مجاہدے	117
بیعت کی برکات	118
دین داری اور عبادت کی حسرت رکھنے کی برکات	118
سب سے بڑی مصیبت رابطے کی کمی ہے	118
طالب کی سستی	118
آسان سلوک	119
دل اور گناہوں کے سوراخ	119
خطرناک غلطیاں	119
اللہ کی محبت اور مجنوں	120
اللہ تعالیٰ کی خوشبو اور ناراضگی کی علامات	120
ہلاکت ہی ہلاکت	120

Marfat.com

عبرت انگیز واقعہ	121
اللہ تعالیٰ کی ستاری	121
واقعہ عبرت	121
ساری زندگی کے تجربات کا نچوڑ	121
راز کی بات	121
عقیدت والے لوگ کون ہیں؟	122
عشق اور عقیدت والوں میں فرق	122
عشق والے کی مثال	122
عشق والوں کی کیا دلیل ہوتی ہے	123
خیال کو کس طرح بدلا جائے	124
سو فیصد سپرد کرنا	125
قرب الفرائض کیا ہے	125
قرب الفرائض کا متربہ اور اجر	126
اپنے کو پیر کے سپرد کرنے کی حکمت	126
اتباع سنت	126
صاحب دل بزرگ	127
حضرت جی کا ذاتی واقعہ	127
شیخ سے دعائیں لینے کا طریقہ	127
صحبت کی برکات	127
صحبت کے اثرات	128
توجہ کیا ہوتی ہے؟	128
کیا نظر لگ سکتی ہے؟	128
توجہ کے واقعات	129
صوفی پیر کا واقعہ	129
واقعہ روس	130
تصرف و توجہ کے کام	130

Marfat.com

شیخ کی خاموشی	131
شیخ کی توجہات؟	131
اللہ کی خوشی شیخ کی خوشی میں ہے	131
معرفت کی دوکان	132
حضرت مولانا رشید احمد کی بیعت کی وجہ	132
کیفیات کے وارث	132
شدت طلب	132
واصل باللہ ہونے کا طریقہ	133
نصیحت	133
اچھی نیت کی برکات	133
شیخ کی خدمت	133
اولیاء اللہ کی خدمت	134
محبت کرنا بھی سنت ہے	134
درخت سے صبر و استقامت سیکھو	134
مخالفت اور استقامت	134
توفیق مانگتے رہنا چاہئے	135
تصوف کیسے سیکھا جائے؟	135
مراقبہ اور نیند	135
مراقبہ اور مجاہدہ	135
شیخ کی محبت	136
شیخ کی خدمت کیسے کرے؟	136
آداب اور ترقی	136
دل کا علاج	136
روحانی دوائیں	137
اچھی صحبت اور انقلاب	137
پیر پر اعتماد نہ کرنے کے نقصانات	137

Marfat.com

پیر سے سچی بات کرنی چاہیے	137
عبرت انگیز واقعہ	138
آداب شیخ کیوں ضروری ہیں؟	138
آداب کی اہمیت	138
ذاتی واقعہ	139
بدگمانی کی تباہ کاریاں	139
لوگوں کی محرومی کی وجہ	139
پیر کو تولتے رہنا	140
بیعت اور سلوک کا مقصد	140
دل کے جاری ہونے کا کیا مطلب ہے؟	140
گناہوں کا محاسبہ	141
اولیاء اللہ اور فہم و فراست	141
لقمہ حلال اور اولیاء اللہ	141
مومن کی شان	141
تصوف کے منکرین سے دو سوال	142
دو دعائیں ہمیشہ کرتے رہیں	142
گناہ چھوٹنے کی دعائیں کریں	142
تصوف کیا ہے؟	143
شیخ کو اپنے حالات ضرور بتانے چاہئیں	143
رابطہ کی برکات	143
مخلص کون ہے؟	143
ہمت سے کام کریں	144
سالک پھسلتا کہاں ہے؟	144
سالک کے لیے انتہائی ضروری باتیں	144
خاموش مشائخ	145
ادب کیا ہے؟	145

Marfat.com

گفتگو میں آداب	145
ادب اور خوبصورتی	145
نمازوں کی حضور نصیب ہونا	147
ایمان کا معیار	147
عشق مجازی کے علاج کا ایک واقعہ	159
رمضان شریف	180
آخر مرشد کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟	200
قرآن مجید سے دلائل	200
عقلی دلائل	203
حوال صالحین سے دلائل	206
علامات شیخ کامل	210
آدابِ مرشد	212
ایک فیصلہ کن عمل	239

Marfat.com

Marfat.com

حالِ دل

کتاب آدابِ معرفت آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کتاب کی اس زمانے میں کتنی ضرورت ہے کہ جب لوگ اپنی آخرت سے بالکل غافل ہو گئے ہوں اور دنیائی غیر حقیقی زندگی کو سب کچھ سمجھ کر اور دن رات اسی پر بھروسہ کر کے اس پر محنت کر رہے ہوں تو پھر اس بات کی ضرورت ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کی طرف مائل کیا جائے۔

یہ کتاب دراصل اللہ والوں کے ملفوظات اور ان کی انمول باتوں کا مجموعہ ہے بندہ نے 1984ء سے اس زندگی میں قدم رکھا اور ایک اللہ والے کی چار دن جوتیاں سیدھی کیں اپنی نااہلی کہ ان سے وہ نہ پا سکا جو عطا فرمانا چاہتے تھے لیکن اپنی تھوڑی کوشش سے جو کچھ سیکھ سکا کچھ اس کتاب میں درج ہے۔

ابھی 28/ اپریل 2004ء کو بندہ کو بلا استحقاق حضرت مفتی محمد عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے خلافت و اجازت سے نوازا اور خصوصی شفقت فرمائی۔ بندہ ان سے بھی حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اپنے آپ کو محتاج سمجھتا ہوں اور جو اس کتاب کو محتاج بن کر مطالعہ کرے گا انشاء اللہ ضرور حاصل کرے گا۔ کیونکہ دیتا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ذریعہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ذریعے کے طور پر قبول فرمائے اور کامل اخلاص اور عمل کا ذریعہ بنائے۔

میری درخواست ہو گی کہ اگر اس کتاب کا بار بار مطالعہ کیا جائے تو اس کے فوائد اور زیادہ کھلتے اور عیاں ہوتے چلے جائیں گے۔

خواستگار اخلاص و عمل

خواستگار آہ نیم شبی

حکیم محمد طارق محمود عبقری مجذوبی چغتائی

78/3 مزنگ چونگی قرطبہ چوک یونائیٹڈ بیکری سٹریٹ

جیل روڈ، لاہور فون:7552384

Marfat.com

Marfat.com

آدابِ معرفت

کس کا کام مقبول ہے، کون مخلص ہے۔ اس بات کو حضرت نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا۔ جو زندگی میں ناموری چاہے گا شہرت چاہے گا تو موت کے ساتھ ہی اس کا کام بھی مر جائے گا اور جو اپنے کو مٹائے گا اور پھر کام کرے گا تو وفات کے ساتھ ہی اس کا کام خوب چمکے گا۔ اس لیے زندگی میں منفی سوچ نہ ہو۔ ناموری کی تمنا نہ ہو۔ شہرت کی خواہش دل میں ذرا برابر بھی نہ ہو۔ تب انسان کا کام مقبول ہوتا ہے اور تادیر قائم رہتا ہے۔

زندگی کا ایک مقصد بنائیے اور وہ مقصد یہ ہو کہ گناہوں سے پاک زندگی گزارنی ہے۔ میری ساری زندگی کا تجربہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو معصیت سے پاک کرلیا وہ مستجاب الدعوات بن جائے گا۔

بزرگ اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے تھے۔ اس لیے ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ دنیا کی تھوڑی سی محبت بھی دل میں نہیں ہونی چاہئے۔ دنیا کی محبت سے پاک دل چاہیے پھر بات بنے گی۔

ایمان ہماری سب سے قیمتی متاع ہے۔ شیطان آخری وقت تک اس کو چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔ موت کے وقت شیطان ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ کبھی ماں باپ کبھی دوستوں کی شکل میں آ کر کہتا ہے کہ ایمان کو چھوڑ بغیر دیکھے رب کو مانتے ہو۔ اس وقت اس ملعون کا جواب دیں کہ میں بہت سی چیزوں کو بغیر دیکھے ہوئے مانتا ہوں تو اس ساری کائنات کے خالق کو بغیر دیکھے ہوئے کیوں نہ مانوں۔

جس کے نامہ اعمال کی فائلیں کھول دی گئیں، وہ نہیں بچ سکے گا۔ بس ایمان بچا کر لے گئے تو کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین! موت کے وقت کوئی متقی پرہیز گار بزرگ قریب ہو تو خاتمہ بالخیر کی قوی توقع ہے۔ اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کی دعائیں مانگتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہی شیطان مردود کی مکاریوں سے بچائے۔ خاتمہ بالخیر تمام اولیاء اللہ کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے۔

Marfat.com

کتنے لوگ قیامت کے دن ہوں گے کہ نبی کریمؐ کی شکل وصورت بنانے کی وجہ سے معاف کردیئے جائیں گے۔ مثلاً داڑھی اور ظاہری سنت کی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ رحم کا معاملہ فرمائیں گے۔ کہ اس نے شکل وصورت میرے محبوب کی بنائی ہے۔ اس لیے اس پر رحم کیا جائے گا اور معاف فرما دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

جیسے نجاست والے برتن میں کوئی دودھ نہیں ڈالتا اس طرح معصیت والے دل میں آسانی سے رحمت نہیں آتی۔ دل میں غلط تصورات کے بت توڑ دو یہ پتھر کے بتوں کی طرح خطرناک ہیں۔ تب رحمت کی نسبت متوجہ ہوگی۔ آپ نے طلب پیدا کرنی ہے۔ عاجزی و انکساری پیدا کرنی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت متوجہ ہوگی۔

ہمیں تو اسی دین کے کام کرنے کی وجہ سے روزینہ ملتا ہے۔ جتنا کام کریں گے اتنا زیادہ ملے گا۔ لیکن کام وہ ہے جو اپنے کو مٹا کر کریں۔ شہرت کے نام ونمود کی طمع نہ ہو۔ مخلص بن کر کام کرنے کی کوشش کریں۔ جس نے اللہ کی خاطر عاجزی، انکساری اختیار کی اللہ اس کو بلند فرما دیتے ہیں۔

آج وقت ہے نیکی کرنے کا اور آخرت کی تیاری کرنے کا۔ لیکن ہم آج کل، آج کل کرتے کرتے وقت گزار دیتے ہیں۔ عقلمند وہ ہے جو آج دنیا میں زیادہ سے زیادہ نیکی کرے۔ دنیا میں آج اپنے گناہوں کو بخشوالیں۔ ورنہ کل قیامت کے دن سزا ملنے کے بعد معافی ہوگی۔ اس دن ظالم گناہ گار افسوس کریں گے بلکہ افسوس کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے۔

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا بہترین طریقہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھیں۔ اس میں باوضو رہنے سے بہت مدد ملتی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے ساری ساری زندگی باوضو گزار دی۔ وضو سے روزی میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ باوضو رہنے سے پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔ زندگی میں پاکیزہ اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ باوضو رہنے سے عزت بھی ملتی ہے۔ باوضو رہنا بڑی نعمت ہے بلکہ یہ تو نیکیوں کی کنجی ہے۔

عزت دو طرح سے ملتی ہے۔ ایک تقویٰ سے۔ دوسری دولت سے۔ دولت سے ملنے والی عزت دولت کی ہی طرح ناپائیدار ہوتی ہے۔ جس کے پاس مال زیادہ ہو تو ہم اسے بخت والا کہتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ مثلاً قارون کے خزانوں کی کنجیاں ایک طاقتور جتھہ اٹھایا کرتا تھا لیکن موت کے وقت کیا حال ہوا کیا قارون عزت والا تھا۔

ایک عزت کرسی، مال پیسے وغیرہ سے ملتی ہے۔ جس طرح یہ دونوں ناپائیدار ہیں،

Marfat.com

اسی طرح ان سے ملنے والی عزت بھی ناپائیدار ہے۔ ایک عزت تقویٰ اور نیکی سے ملتی ہے۔ نیکی اور تقویٰ چہرے سے ظاہر ہوتی ہے۔ بھلے انسان تنہائیوں میں عبادت کرتے ہیں تو بھی عبادت چہرے پر حلاوت بنا کر سجا دی جاتی ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے جتنی زیادہ محبت کرے گا، مخلوق بھی اتنی ہی اس سے محبت کرے گی۔ جس طرح دو اور دو چار ہیں میں اس سے بھی زیادہ یقین سے کہتا ہوں کہ جو جتنی زیادہ اللہ سے محبت کرے گا، مخلوق بھی اتنی ہی زیادہ اس سے محبت کرے گی۔

اہل اللہ پر وہ دروازے وہ جگہیں جہاں بیٹھ کر عبادت کرتا تھا، وہ روتے ہیں۔ اللہ پاک کے یہ الفاظ پڑھ کر لطف آ جاتا ہے یہ میرا بندہ دنیا سے تھکا ماندہ آیا ہے۔ اسے کہو کہ قبر میں دلہن کی نیند سو جا۔ یہ عزت تقویٰ اور محبت الٰہی کی وجہ سے ملتی ہے۔ بادشاہ جسموں پر حکومت کرتے ہیں۔ اہل اللہ کی دلوں پر حکومت ہوتی ہے۔

ایک عزت پرہیز گار بننے سے ملتی ہے۔ جیسی پرہیز گاری دائمی ہے اسی طرح اس سے ملنے والی عزت بھی دائمی ہے بلکہ متقی تو اللہ کے محبوب ہیں۔

جب انسان کی زندگی ہر پہلو سے سنت کے مطابق ہو تو وہ کامیاب ہے۔ ہر ہر سنت اللہ تعالیٰ کی مدد کھینچنے کا مقناطیس ہے۔ مثلاً ایک ارب روپیہ ایک میز پر اکٹھا کرنا چاہیں تو نہیں ہوگا۔ لیکن اسی ایک ارب روپے کا چیک چھوٹا ہے لیکن حقیقت میں بہت بڑا ہے۔ اسی طرح نبیؐ کی سنت بظاہر کتنی چھوٹی نظر آتی ہے لیکن وہ حقیقت میں بہت بڑی ہوتی ہے۔ یقین کریں ایک ایک سنت ایک ارب روپے سے بھی قیمتی ہے۔

پہلے تو عورتوں کو مواقع میسر نہیں اگر مواقع میسر بھی ہوں تو فیض اٹھانے کے طریقے نہیں جانتیں۔ جیسے خاوند کے لیے دل صاف کرنا ضروری ہے اسی طرح بیوی کے لیے بھی دل کو صاف کرنا ضروری ہے۔ مرد حضرات کو کتنے مواقع میسر ہیں۔ عورتیں اس سے محروم ہیں۔ سلف صالحین میں اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ عورتوں کے لیے علیحدہ وقت ہوتا تھا۔

کتنا اچھا ہو کہ میرے آنے پر قریب قریب کی عورتیں جمع ہوں۔ ہو سکتا ہے کوئی بھٹکی ہوئی عورت توبہ کر لے۔ نماز کی سستی دور کر لے۔ جو خاتون اس کام کی محرکہ بنے گی تو یقیناً وہ سب کے اجر کی حقدار بنے گی۔ بعض شہروں میں عورتیں اتنے شوق سے پروگرام رکھواتی ہیں۔ اتنا اہتمام کرتی ہیں کہ حیرانی ہوتی ہے۔ دیکھیں کتنی بڑی نیکیاں کماتی ہیں۔

آخرت میں ایک شخص ہوگا کہ کتنے ہی ہزار حجوں، نمازوں کا ثواب اس کے نامۂ

Marfat.com

اعمال میں لکھا ہوگا۔ وہ کہے گا کہ میں نے تو اتنے حج نہیں کیے۔ یہاں کئی ہزار حج نمازیں پڑھنے کا ثواب ہے۔ کہا جائے گا تو نے ایک حج کیا تھا لیکن تو دوسروں کو تیار کیا کرتا تھا۔ اس لیے جتنے لوگوں نے حج کیا تیرے نامۂ اعمال میں لکھ دیا گیا۔ اسی طرح ہزاروں نمازیں ہیں کہ تو دوسروں کو نماز کے لیے تیار کرتا تھا اور تیرے نامۂ اعمال میں ان نمازوں کا بھی ثواب لکھ دیا گیا۔

اگر کل روز قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھ لیا کہ 24 گھنٹے میں تمہیں سات منٹ بھی مجھ پر درود پڑھنے کے لیے نہیں ملے تو سوچو کیا جواب دو گے۔ استغفار شرمندگی کے ساتھ پڑھیں۔ ندامت سے گرے ہوئے آنسو موتیوں کے ہار بنا دیئے جائیں گے۔ جنہیں عبادت نہ ہونے کا غم ہو یہ بھی بڑی نعمت ہے۔ بندے کی ندامت و شرمندگی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

اگر چھوٹا بچہ گر رہا ہو تو باپ اسے سنبھال لیتا ہے۔ اس طرح بغیر تشبیہ یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ارادہ کرنے والے کو اللہ سنبھال لیتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا۔ ایک فرشتہ آیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کا نام بڑے مزے سے حضرت ابراہیمؑ کے سامنے لیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا پھر اللہ کا نام لو اس نے کہا اس کی قیمت لگی ہے۔ پوچھا کیا قیمت ہے۔ کہا آدھا ریوڑ ہے۔ آدھا ریوڑ دے دیا۔ دوبارہ اللہ کا نام لیا تو بقیہ بھی ریوڑ دے دیا۔ پھر عرض کی کہ پھر اللہ کا نام لیں۔ فرشتہ تو انسانی شکل میں تھا۔ اس نے کہا اب کیا دو گے۔ اب آپ کے پاس کیا ہے۔ فرمایا تمہیں اس ریوڑ کی حفاظت کے لیے گڈریئے کی ضرورت ہوگی۔ مجھے رکھ لینا لیکن اللہ کا نام ضرور میرے سامنے لیں۔

خوش قسمتی محنت کی اولاد ہے۔ محنت ہمارے ہاتھ میں ہے اور نصیب اللہ کے ہاتھ میں۔ ہمیں اسی سے کام لینا چاہئے۔ جو ہمارے اختیار میں ہے۔

بے کار انسان مردے سے بھی بدتر ہے۔ کیوں کہ مردہ کم جگہ گھیرتا ہے پر عجیب بات ہے کہ انسان کو جب اپنی زندگی کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے تو یہ آدھی سے زیادہ گزر چکی ہوتی ہے۔

یاد رکھنا شیطان نے ایک سجدے کا انکار کیا تھا تو جبکہ بے نمازی ہر دن میں 72 سجدوں کا انکار کرتا ہے۔ جس طرح چراغ جلے بغیر روشنی نہیں دیتا، علم بھی علم کے بغیر روشنی نہیں دیتا۔

کوئی بھی عالم دین اس وقت تک حاملِ دین نہیں بن سکتا۔ جب تک عاملِ دین نہ

97169

Marfat.com

بنے۔ اتباع سنت کو ہر معاملہ میں اپنے اوپر لازم جانیں۔ جیسے کوئی بیوی میک اپ کر کے خاوند کی نظر میں جاذب بننے کی کوشش کرتی ہے ویسے ہی سالک اتباع سنت کے ذریعہ محبوب حقیقی کی بارگاہ میں قبولیت کا طالب ہوتا ہے۔

جسے خورد و نوش کا چسکا ہے۔ وہ حیوان ہے۔ جسے پڑے رہنے کی عادت ہے وہ بے جان ہے اور جسے محنت کی عادت ہے وہ صحیح انسان ہے۔

روحانیت کی نسبت حرام ہے۔ اس شخص پر جس پر لوگوں کے حقوق ہوں۔ یعنی جس کے ذمہ حقوق العباد ہوں۔ حضرت شبلیؒ نے گورنری چھوڑ کر اس راہ عشق میں قدم رکھا تھا۔ اس لیے ان پر واردات بھی عجیب ہوتی تھیں۔ لیکن انہوں نے سچی توبہ کی تھی۔ جس جس کے حقوق ضائع کیے تھے، سب کے پاس جا جا کر معاف کروائے۔ انہوں نے ایسی توبہ کی تھی جسے توبہ النصوح کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کے مجاہدے اور قربانی کو ضائع تو نہیں کرتے۔ حضرت شبلیؒ کی قربانیوں کی وجہ سے ان پر محبت "الٰہی" کا بہت غلبہ ہوتا تھا۔

ایک نوجوان نے عرض کیا کہ حضرت مجھے اللہ سے واصل کر دیں۔ حضرت شبلیؒ نے اللہ تعالیٰ کا نام اللہ کچھ اس انداز اور کچھ اس سوز سے لیا کہ وہ نوجوان فوت ہو گیا۔ قاضی کی عدالت میں مقدمہ ہوا واقعہ بتایا گیا تو قاضی صاحب کو بھی اللہ کا نام لینے کا مزہ آ گیا۔

عید کے دن حضرت شبلیؒ چوراہے پر بیٹھے تھے اور بڑے غمزدہ تھے۔ لوگوں نے پوچھا کیا ہوا فرمایا لوگوں کے دلوں میں سے اللہ نکل چکا ہے۔ اس کا غم ہے۔

حضرت شبلیؒ پر الہام ہوا کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے عیب لوگوں پر ظاہر کر دوں۔ تو تمہیں کوئی منہ لگانے والا نہ ہو۔ تو حضرت شبلیؒ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیری رحمت کو کھول کر بیان کر دوں تو تجھے کوئی سجدہ کرنے والا نہ ہو۔ تو الہام ہوا۔ نہ تو بیان کرنا نہ میں بیان کروں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور راز و نیاز کی باتیں ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ اللہ نے جو فرمایا ہے۔ اللہ نے اپنے اوپر رحمت کو لکھ رکھا ہے۔ اب بھی اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف قدم نہ بڑھائے تو یہ اسکی بدبختی ہے۔ یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ قیامت کے دن ایک ایسا بھی وقت آ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اتنا زور ہوگا کہ شیطان کو بھی امید لگ جائے گی کہ شاید مجھے بھی بخش دیا جائے۔

جب نفس امارہ نفس مطمئنہ بن جاتا ہے تو پھر انسان کو اپنے اندر کوئی خیر نظر نہیں آتی ہے۔ اسی مٹنے کا نام تصوف ہے مگر یہ مٹنا بڑا مشکل ہے۔ انسان اپنی میں کو مٹاتا ہے تو پھر اصل

Marfat.com

انسان بنتا ہے۔ جو بنتا ہے یا کسی کو بناتا ہے پتہ پاتا ہے۔

ایک انسان کا جسم ہوتا ہے اور ایک روح ہوتی ہے۔ روح اصل انسان ہے۔ جسم نقلی انسان ہے۔ جسم کثیف ہے۔ اس کی ضروریات بھی کثیف چیزوں سے پوری ہوتی ہیں۔ روح لطیف ہے اس کی ضروریات بھی لطیف چیزوں سے پوری ہوتی ہیں۔ مثلاً ذکر اذکار وغیرہ لطیف ہوتے ہیں۔ جسم مٹی سے بنا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی ضروریات بھی مٹی میں رکھ دی ہیں۔ مثلاً روٹی، پھل، میوے، کپڑوں کی فصل زمین سے نکالو۔ انسان کے لیے معدنیات زمین سے نکال دیں۔ انسان کی روح اوپر سے آئی ہے۔ اس کی غذا بھی اوپر سے آئے ہوئے انوارات وتجلیات سے پوری ہوتی ہے۔ جس طرح جسم زمین سے بنا ہے۔ اس کی غذا بھی زمین میں رکھ دی ہے۔

لکل دواءٌ دواء الذنوب الاستغفار

ہر بیماری کی دوا ہے۔ (اور روحانی بیماری) گناہوں کی دوا استغفار ہے۔ انسان جب توبہ استغفار سے شروع شروع میں اپنی روح کا علاج کر لیتا ہے تو پھر ذکر سے غذا دی جاتی ہے۔ ذکر وہ مقناطیس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو کھینچ کر لاتا ہے۔ ذکر کی غذا سے انسانی روح مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتی ہے۔ انسان چھوٹے چھوٹے گناہ سے بھی بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

انسان کے پاس ذکر ہتھیار کی مانند ہے۔ جب شیطان کی جماعت حملہ آور ہوتی ہے تو ذکر سے شیطان سے حفاظت ہوتی ہے مثلاً جب کوئی انسان کسی دشمن پر قابو پا لے تو پہلے ہاتھ اوپر کرواتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دشمن پر مکمل قابو پانے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے ہتھیار چھینے جائیں۔ اس طرح جب شیطان کسی پر قابو پانا چاہتا ہے تو جو اس کے پاس سب سے مہلک ہتھیار ہوتا ہے وہ چھینتا ہے۔ شیطان نے ان پر قابو پا لیا اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا۔ یاد رکھیں ذکر سے غفلت کی وجہ سے انسان ڈھوروں ڈنگروں کے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔

روح کی بیماریوں کی علامات یہ ہیں۔

(1) اس بندے سے نیک اعمال نہیں ہوتے۔

(2) لوگوں میں اہل علم مشہور ہوگا مگر تہجد میں اٹھا نہیں جائے گا۔

(3) روح کی بیماریوں کی یہ بھی علامت ہے کہ مراقبے میں بیٹھنا بہت مشکل لگے گا۔

(4) روح کی بیماری کی علامت یہ بھی ہے کہ انسان فضول اور بے فائدہ

Marfat.com

کاموں میں لگا رہے گا۔ جو کہ آخرت میں کام آنے والے نہیں ہونگے۔

(5) کہ انسان گناہوں میں ہے۔ احساس گناہ ختم ہو جائے گا اور پھر اسے گناہوں پر افسوس بھی نہ ہوگا اور کوئی بہانہ یا دلیل پیش کر کے اپنے دل کو اندر ہی اندر غلط انداز سے مطمئن کرے گا۔

روح کی صحت کا سبب ذکر، تلاوت اور اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا ہے۔ صرف اس کا اظہار ہی کافی نہیں اس کا ہر وقت استغفار اشد ضروری ہے۔ نیز کثرت صحبت اولیاء تمام روحانی بیماریوں کا تریاق ہے۔ صحبت اولیاء اللہ کی برکت سے بندے کی مَیں مٹتی ہے۔ بے شمار برکات حاصل ہوتی ہیں۔ بندے کو بڑی جلدی سکون والی زندگی میسر ہو جاتی ہے۔

آج جسم کے تقاضوں کے پیچھے دن رات پھرتے ہیں۔ حتیٰ کہ گھر کے جتنے افراد ہیں، سب کے سب نوکریاں کرتے ہیں۔ اپنی پریشانیوں کو ختم کرنے کے لیے لنگوٹ باندھ کر میدان میں اترتے ہیں لیکن ایک پریشانی ختم ہوتی ہے تو دوسری آ جاتی ہے۔ روح کے تقاضے پورے کرنے کے لیے کوئی حربہ استعمال کرنا ضروری ہے۔ جس طرح جسم کے تقاضے ہیں اسی طرح روح کے تقاضے بھی اور ہیں۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ مجھے خوشی کی محفل میں غصہ نہیں آتا۔ بھائی یہ تو غصے کی جگہ ہی نہیں ہے تو پھر غصہ کیسے آئے! غصے کا کوئی موقع تو آئے پھر تیرے غصے کا امتحان ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ ہر چیز کے تقاضے جدا جدا ہیں۔ مرنے کے بعد روح کے تقاضے ہمارے سامنے آئیں گے۔ اس وقت آپ کچھ نہیں کر سکیں گے۔

آج وقت ہے روح کے تقاضوں کو پورا کر لیں نیکی کر لیں۔ سنتوں پر عمل کر لیں۔ جو سنتوں پر عمل کرتا ہے تو کچھ دنیا میں سکون ملا اور باقی آخرت میں مزے ہوں گے۔

ایک شاعر تھا۔ غزلیں کہتا تھا۔ اپنی بیوی سے کہتا کہ 50 ہزار کی غزل کہی ہے۔ کبھی کہتا آج 10 ہزار کی غزل کہی ہے۔ ایک دن بیوی کو سبزی کی ضرورت پڑی۔ خاوند گھر میں نہیں تھا۔ وہ 10 ہزار والی غزل اٹھا کر لے گئی۔ باقی پیسے مجھے دے دیں۔ سبزی والے نے اٹھا کر غزل گلی میں دے ماری۔ بڑی غمزدہ ہوئی۔ اسی نے ایک دفعہ بادشاہ کی منقبت لکھی اور بادشاہ کو سنائی تو بادشاہ نے بوری بھر کر دیناروں کی دی۔ بیوی نے کہا آپ غزلوں کے ذریعے بوری بھر کے دیناروں کی لے آئے اور مجھے سبزی بھی نہ ملی تھی۔ شاعر نے کہا تو غلط منڈی میں چلی گئی تھی۔ اس طرح نیکیوں کی منڈی بھی آخرت ہے۔ جہاں روح کے تقاضوں کی قیمت لگے گی۔

Marfat.com

جب روح کے تقاضے آخرت میں سامنے آئیں گے تو انسان مہلت مانگے گا۔ مگر مہلت نہیں ملے گی۔ فرمایا جہنمی اتنا روئیں گے کہ آنسوؤں پر کشتیاں چل سکیں گی۔ اس تھوڑی سی دنیا میں صبر وتحمل سے گزارا کرو۔ آخرت میں عیش ہی عیش ہوگا۔ انسان کی زندگی کا جو دن آج کا چلا گیا، یہ پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا۔ جو دن چلا گیا، سو وہ چلا گیا۔ دوبارہ لوٹ کر نہیں آسکتا۔آج کے دن سے فائدہ اٹھالو اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرلو

انسان دو چیزوں کا نام ہے۔ جسم اور روح۔ جسم مٹی سے بنا اس کی ضروریات بھی مٹی میں رکھ دیں۔ اگر جسم کی ضروریات خوراک اور غذا کو پورا نہ کیا جائے تو جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ اس سے کام کرنا اور وزن اٹھانا مشکل ہوتا ہے۔ اس طرح اگر روح کی ضروریات کو پورا نہ کیا جائے تو روح کمزور ہو جاتی ہے اور اس سے نیکیاں کرنا مشکل وہ جاتا ہے۔ سوچیں ایک عورت صفائی کے لیے دو گھنٹے خرچ کرتی ہے جس گھر میں خود رہنا ہے اور جس گھر (دل) میں اللہ کی تجلیات نے آنا ہے اسے 15 منٹ بھی نہیں دیتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے اور کتنی بڑی ناانصافی ہے۔

آج نیکیاں کرنا کتنا آسان ہے۔ ذکر کرلینا نیکی ہے۔ کسی کے متعلق اچھا گمان رکھنا نیکی ہے۔ کسی کو راستہ بتا دینا نیکی مسلمان کی ہر بھلائی نیکی ہے۔ تلاوت کرنا نیکی ہے۔ نماز پڑھنا نیکی ہے۔ حتی کہ کسی سے مسکرا کرملیں یہ بھی نیکی ہے۔ اگر دو بندے ملیں اور مسکرا کر ملتے ہیں تو وہ ہاتھ بعد میں چھوڑتے ہیں اور ان کے گناہ پت جھڑ کے موسم کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔ آپس میں اللہ کے لیے محبت رکھنا نیکی ہے۔ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی کوشش کرنا بھی نیکی ہے۔

آج ہر شخص پریشان ہے۔ پریشانی کی نوعیت بھی مختلف ہوسکتی ہیں مگر یہ پریشان ضرور ہوگا۔ لیکن اللہ والوں کے دل پرسکون ہوتے ہیں۔

امریکہ میں ایک شخص کا واقعہ ہے۔ امیر ترین آدمی تھا کہ امریکہ کا نائب صدر اس کا گھر دیکھنے کے لیے آیا امریکی نائب صدر نے کہا کاش میں بھی ایسا گھر بناؤں۔ بیعت ہونے کے بعد اس آدمی نے کہا کہ میں بے چین ہوں۔ دنیا کی ہر سہولت میرے پاس موجود ہے۔ اب کیا پریشانی ہے۔ اس نے کہا کہ ہماری بیڑی ہے لیکن موٹی اتنی ہوگئی ہے کہ اب ہم اسے دیکھ دیکھ کر روتے ہیں۔ ہم بہت پریشان ہیں۔

ایک منفی سوچ ہوتی ہے۔ ایک مثبت سوچ ہوتی ہے۔ دوسروں کی غلطیوں کو فوراً

Marfat.com

معاف کر دینا مثبت سوچ ہے۔ دوسروں کی غلطیوں کو معاف نہ کرنا منفی سوچ ہے۔ کیا ہم نہیں چاہتے کہ ہماری غلطیاں بھی معاف ہو جائیں۔ تو ہمیں بھی دوسروں کی غلطیوں کو جلدی معاف کر دینا چاہئے۔ جو دوسروں کی غلطیوں کو جلدی معاف کرتے ہیں اللہ بھی ان کی غلطیوں کو جلدی معاف کر دے گا۔ جہاں اور بھی تقاضے ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں کو جلدی معاف کر دیں اور یہ اولیاء اللہ کی نشانی ہے۔

ایک نوجوان کا وقتِ آخر قریب آ گیا۔ اس کے پاس ایک اللہ والا گیا اور اسے قبر اور آخرت وغیرہ کی دعا یاد دلائی۔ اس نوجوان نے کہا کہ اگر مجھے میری ماں کے سپرد کر دیا جائے تو کیا وہ مجھے آگ میں پھینکے گی یا بچائے گی۔ اس اللہ والے نے جواب دیا کہ بچائے گی۔ پھر اس نوجوان نے کہا میں تو 70 ماؤں سے بھی زیادہ محبت کرنے والے کے سپرد ہو رہا ہوں۔ اس حسن ظن پر اس کی بخشش ہو گئی۔ ہمیں چاہئے کہ ہم نیکیاں بھی زیادہ سے زیادہ کرتے رہیں اور حسن ظن بھی اللہ تعالیٰ سے رکھیں۔

گندے خیالات کم آنے دیں تاکہ روحانیت میں ترقی ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ کم کھائیں پھر دیکھیں کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ گھنٹوں آپ اپنے شیخ یہ کی صحبت میں بیٹھے رہیں۔ لیکن دنیا کی باتیں ان کی صحبت میں نہ ہوں۔ بلکہ دین کی باتیں ہوں۔

ایک بزرگ اپنے نفس کو بہلا پھسلا کر نیکی کروا لیتے تھے۔ ایک بزرگ کا واقعہ ہے۔ وہ تھکے ہوئے تھے۔ رات کو جاگے تو سہی لیکن اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ تہجد کی نماز پڑھنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ اپنے نفس کو کہا کہ چلو دعا مانگ لو۔ رضائی میں بیٹھ گئے۔ دل نے کہا۔ بے ادبی ہے وضو کر لیں۔ وضو کر لیا تو مصلیٰ پڑا تھا کہا چلو چار نفل ہی پڑھ لو۔ اس طرح بہلا پھسلا کر نفس سے کام لے لیا۔

دنیا کا معاملہ تو یہ ہے کہ ”کل جدید لذیذ“ لیکن دین کے معاملے میں وہی اچھا ہے جس کی نسبت قدیم ہو کیونکہ وہ اصل سے بالکل قریب ہوگا۔ دین کے معاملے میں یہ کہا جائے گا ”کل قدیم لذیذ“۔ نسبت جتنی پرانی ہو گی اجر اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

کامل ولی کی زندگی عام آدمی کی طرح ہوتی ہے مگر لوگوں میں بیٹھ کر لوگوں سے جدا ہوتے ہیں۔ ایسے آدمی ہیں کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔ مثلاً ایک کانا (سرکنڈا) ہے۔ ایک گنا ہے۔ بظاہر ایک جیسے نظر آتے ہیں مگر ایک کا باطن رس سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایک کا باطن رس سے خالی ہوتا ہے۔ لوگ بغیر ذکر کے زندگی

Marfat.com

گزارتے ہیں گویا وہ کرگس بن کر زندگی گزارتے ہیں اور ذکر کرنے والے شاہین بن کر زندگی گزارتے ہیں۔ سورہ والضحیٰ پڑھنے سے گمشدہ آدمی بھی مل جاتا ہے۔ خواہ کتنی بڑی چیز گم ہو۔ اس کے بار بار پڑھنے سے مل جاتی ہے۔ کئی دفعہ تجربہ ہو چکا ہے۔ اب اس کا یقین کامل ہو چکا ہے۔

اگر چیز گم ہو جائے تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے سے وہ چیز مل جائے گی۔ ورنہ اس سے بہتر چیز مل جائے گی۔ بار بار پڑھتا رہے جب تک کہ چیز مل نہ جائے۔ یقین کے ساتھ پڑھتا رہے گمشدہ چیز مل جائے گی۔

بے طلب آدمی کو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ نہ ملا تو اب کیا ملے گا۔ بے طلبی اتنی بڑی لعنت ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے انسان کو محروم کر دیتی ہے۔ ابوجہل اور کفار بے طلب تھے۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مقرب الٰہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہ ملا۔ اب زمانہ نبوت سے اتنا بعد ہو چکا ہے تو اب بے طلبوں کو کیا مل سکتا ہے۔ اس لیے انتہائی ضروری ہے کہ اپنے اندر دین کی طلب پیدا کریں۔ بار بار اللہ سے دین کی ہدایت کی دعائیں کرتے رہیں۔ تب کہیں جا کر طلب پیدا ہو گی۔ جو طلب پیدا کرے گا اسے کچھ نہ کچھ ہدایت و اصلاح ضرور نصیب ہو جائے گی۔ جس نے طلب کیا اس نے پا لیا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم نے فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں طلب کی سستی کے علاوہ اور کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی۔ ہم اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیں اور کہہ دیں میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

جو تصویریں دل میں جمی ہوئی ہیں پہلے انہیں نکالو خواہ وہ تصویر بیوی کی ہو۔ یا کسی دوست کی ہو۔ یا مال دولت کی محبت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ان تمام محبتوں پر غالب ہو تب بات بنے گی۔ کسی دن تنہائی میں بیٹھ کر دل سے کہیں کہ بس میں نے تمام گناہوں سے توبہ کرلی۔ انسان نفس کی پوجا میں مشغول ہیں اور نفس انہیں جہنم میں دھکیل رہا ہے۔ نیتیں اچھی کر لو تو ساحل مل جائے گا۔ ہم صرف زبان سے کہتے ہیں کہ ہماری نیت اچھی ہو گئی ہے۔ حقیقتاً نیتوں کو اچھا بنانے کے لیے بہت زیادہ کوشش کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ نفس بہت زیادہ مکاریاں کرتا ہے۔

ولی اللہ بننے میں اتنے پہاڑ نہیں عبور کرنے پڑتے جتنے ہم سمجھتے ہیں۔ اگر ہم نفس کے کتے کو قابو کرلیں تو ولی اللہ بن سکتے ہیں۔ یہ پکا ارادہ کریں کہ اپنے خیالات پر نہیں چلنا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو معلوم کر کے ان پر چلنا ہے اور ان پر عمل اتباع سنت کے مطابق کرنا

Marfat.com

ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے جو شخص علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے صدیقین میں شمار کرے گا۔ کیونکہ غلطی سے کیے ہوئے گناہ جلدی معاف ہوتے ہیں۔ شریعت اسلام میں نیکی کرنے کو بھی اہمیت حاصل ہے مگر گناہوں سے بچنے کو زیادہ اہمیت حاصل ہے اور تقویٰ تو ولایت کی بنیادی اینٹ ہے۔

ہمارے بڑے بزرگوں نے کہا ہے کہ ہم تو فضلی سے ہیں ہم پر اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ تو ہم بھی آگے فضل و مہربانی والا معاملہ کرتے ہیں۔ اس سلسلہ کے سالکین مراد ہیں۔ مثلاً بغیر تشبیہ کے عرض ہے۔ اگر ایک عورت کسی کو چاہتی ہے تو وہ ملنے کے راستے بنا دیتی ہے۔ جس کو ہاتھ پکڑ کر گھر لایا جائے وہ مراد ہے اور جس کو کہا جائے وہ مرید ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے متعلق فرمایا وہ موسیٰؑ جب اپنی ملاقات کو آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گئی۔

قرآن میں ہے کہ ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دو۔ ظاہری گناہ وہ ہیں جن تک انسان کی نظر پہنچ سکے اور باطنی گناہ وہ ہیں جو بندے اور اللہ کے درمیان ہوں۔ صرف انسان خود جانتا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دو پہلے ظاہری گناہوں کا تذکرہ ہے۔ اس لیے پہلے ظاہری گناہوں کو چھوڑ دیا جائے۔ پھر باطنی گناہوں کا تذکرہ ہے۔ اس لیے پھر باطنی گناوں کو چھوڑ دیا جائے۔ ظاہری گناہ چھوڑنے سے باطنی گناہ کا چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔ اس لیے آیات میں ظاہری گناہ کو پہلے بیان کیا گیا ہے۔ بعض عورتیں کہتی ہیں کہ پردے سے کیا ہوتا ہے۔ حیاء تو دل میں ہوتی ہے۔ کیا بدن کے کپڑے اتر سکتے ہیں کہ پردے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ظاہری گناہ کو پہلے چھوڑ دیا جائے کیونکہ ظاہری گناہ کو چھوڑنا آسان ہے کیونکہ انسان دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ انسان کو حضوری نہیں ہوتی۔ اس لیے باطنی گناہ چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آج امت ان پوشیدہ گناہوں کی وجہ سے زوال پذیر ہے۔ ظاہری گناہوں سے توبہ تائب بھی ہو جاتے ہیں مگر باطنی گناہوں سے توبہ مشکل ہو جاتی ہے۔ آیت میں ظاہری اور باطنی گناہوں کا تذکرہ علیحدہ علیحدہ کر دیا تا کہ ظاہری اور باطنی گناہ الگ الگ ہو جائیں۔ بہر حال ہمیں تو ہر قسم کے گناہوں سے توبہ تائب ہونا چاہیے

خود پسندی کبائر میں سے ہے۔ شاید بہت سے لوگ اس کو گناہ نہیں سمجھتے۔ بندے کا اپنا نفس پر عُجب پیدا ہو جانا مہلکات میں ہے۔ خود پسندی یہ امہات الکبائر میں سے ہے۔ انسان اپنی خوبیوں کو اپنی طرف منسوب کرے یہ عجب ہے۔ خرابی کو انسان دوسروں کی طرف

Marfat.com

منسوب کرتا ہے اور خوبیوں کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے مثلاً انٹرویو میں کامیاب ہونے کو کہے گا کہ میں نے یہ کیا وہ کیا اور اگر ناکام ہو گیا تو کہے گا جو اللہ کی مرضی اور کامیاب ہونے پر اللہ کی مرضی نہیں کہتا۔ بندے کا اونچا بننا اللہ کو پسند نہیں ہے۔ عزت ہو تو لوگ پاؤں میں پگڑی بھی رکھ دیتے ہیں کہ چونکہ پاؤں نیچے ہیں اور اگر پڑتی ہے تو سر پر جوتے بھی پڑتے ہیں۔ کیونکہ سر اونچا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہماری نظر اپنی خامیوں پر رہے تاکہ اصلاح نصیب ہو۔ اپنی خوبیوں پر نہ رکھیں ورنہ عجب اور تکبر پیدا ہوگا۔ اگر خوبی نظر آئے تو اسے اللہ کا فضل قرار دیں۔

سارا دن انسان اللہ کی نعمتیں کھاتا ہے۔ اگر ذرا سی کوئی تکلیف ہو جائے تو شکوے اور شکایتیں شروع کر دیتا ہے۔ جب غور سے دیکھا تو پھر سمجھ آیا کہ کتا اپنے مالک کا زیادہ وفادار ہے۔ اس لیے کہ انسان اپنی بے وفائی کی وجہ سے خسیس کتے سے بھی گھٹیا ہے۔

ہم تو اپنی خوبیاں بیان کرتے پھرتے ہیں۔ میں یہ ہوں، میں وہ ہوں، یہ باتیں تو گناہوں کا پنڈورہ باکس ہیں۔ صحابہؓ کو تو اپنے اندر خامیاں نظر آتی تھیں۔ ہمیں خوبیاں نظر آتی ہیں۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کو منبر کے قریب اکٹھا کیا اور منبر پر چڑھ کر فرمایا تو وہی تو ہے جس کی ماں خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ کیا ہوا۔ آپ نے یہ کچھ کیا ہی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا فتوحات کی کثرت سے میرا دل خوش ہو رہا تھا۔ کہ اے عمرؓ تیری سلطنت اتنی وسیع ہے۔ میں نے اس عجب کا علاج کیا ہے۔ کہ تو وہ ہے کہ جس کی ماں خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ اور ہم انہیں بزرگوں کے نام لیوا ہیں مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم بیان کرتے ہیں اور پھر لوگوں سے پوچھتے پھرتے ہیں کہ کیسا بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں واہ! کیا بات ہے۔

اگر کبھی اپنے میں کوئی خوبی نظر آئے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں اور سوچیں جو خوبیاں ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں۔ رحمتیں ہیں، کمال کمال والے کو ہی زیبا ہے۔ ہمیشہ خوبیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔ تاکہ تکبر اور عجب سے بچ سکیں۔ ہاں برائی کو اپنی طرف منسوب کریں۔ ادب یہی ہے۔ اپنے نفس کو ملامت کرتے رہیں لیکن انسانی نفس برائی کو چھپانا چاہتا ہے۔ مثلاً ایک بچہ بھی اگر غلط کام کر کے آئے گا تو جھوٹ بول کر چھپانے کی کوشش کرے گا اور بچہ بھی برائی کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ ملامت ہوتی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ ہمارے عیب کو کھول دیں تو ہم ایک دوسرے سے نفرت شروع کر دیں۔ والد اولاد سے نفرت کرے۔ خاوند بیوی سے۔ دوست دوست سے نفرت کرنے لگ جائے۔ ہم تو اس کی صفت ستاری کے صدقے جی رہے ہیں۔ عجب اور خود پسندی کبیرہ گناہوں

Marfat.com

میں ہے۔ لطف کی بات ہے کہ یہ فیصلہ خود اپنی ذات سے ہونا ہے اگر اپنی خوبیوں پر فریفتہ رہے تو یہ عجب ہے۔ اگر لوگ تعریفیں کرتے ہیں اور وہ دل میں عجب محسوس نہیں کرتا بلکہ شکر کرتا ہے اور ڈرتا ہے کہ یہ اس کے لیے آزمائش تھی۔ ہم نے اپنے مشائخ سے سیکھا ہے کہ جب کوئی ان کا جوتا اٹھاتا تھا تو وہ کانپتے تھے ڈرتے تھے۔ منع اس لیے نہیں کرتے تھے کہ خدمت کرنا تو دوسروں کا حق ہے۔ حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ پہلے بدن دبوایا نہ کرتے تھے۔ پھر بیانات میں فرماتے تھے کہ دبانے سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے تو مجھے نہیں روکنا چاہئے تھا۔ اور آخری عمر میں دبوا لیا کرتے تھے۔

کمالات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور نقائص اپنی طرف سے سمجھے اگر کوئی ادب کرے، جوتے اٹھائے تو علیحدہ ہو کر روئے کہ اللہ تعالیٰ نے چھپایا ہوا ہے۔ آج وقت یہ آ گیا ہے کہ کبیرہ گناہ بھی کر جاتے ہیں اور پھر اس کو گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ اس دور کا بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ لوگ گناہ کو جائز کرنے کے لیے مختلف دلیلیں گھڑ لیتے ہیں اور اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں اپنے عیب اور نقائص دیکھتے رہنا چاہئے تاکہ ہماری اصلاح ہو سکے۔

صحابہ کرامؓ میں سے بعض اونٹوں پر پیدا ہوئے۔ اونٹوں پر ہی جوان ہوئے اور اونٹوں پر ہی موت آئی۔ دین کی خاطر اتنی محنت کی کہ بعد والے لوگ حیران ہیں۔ صحابہؓ نے اپنی زندگی کا مشن جہاد اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو بنایا ہوا تھا۔ انہوں نے خدمت دین کرتے کرتے وفات پائی۔ فقیر ہر جگہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اپنوں سے نکل کر اپنوں میں آ گیا ہوں۔ اس دین کی ظاہری شکل کی وجہ سے اتنی محبت ہے۔ اگر اس کی حقیقت نصیب ہو جائے تو پھر کتنی محبت ہوگی؟ دراصل اللہ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ ہی کی خاطر دشمنی کرنا بہت بڑی نیکیوں میں سے ہے۔

یہ عاجز جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر پھر رہا ہے بعض لوگ سوچتے ہیں کہ سیر کرنے کا موقع خوب ملتا ہے۔ سیر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے کوئی انسان کتنی سیر کرے گا۔ یہ دین کا غم ہے جو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور حضرت موسیٰؑ کی زندگی آپس میں بڑی مشابہت رکھتی ہیں۔ (جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا) سفر سقر ہے لیکن وسیلۂ ظفر بھی ہے۔ حضرت موسیٰ کی زندگی میں پیدا ہوتے ہی سفر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دیکھا

Marfat.com

جائے تو سفر ہجرت ہے۔ جنگوں کے لیے سفر ہیں، مختلف مشن کے لیے سفر ہیں، دعوت تبلیغ کے لیے دن رات سفر ہی سفر ہے۔ ہر مہینے اگر ایک پکنک کا انتظام کرنا پڑ جائے تو مصیبت بن جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کا حساب لگایا جائے تو تقریباً ہر مہینہ میں جنگ پڑتی ہے۔ ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی سختیوں کا اندازہ لگائیں کہ ہر مہینہ گویا ایک جنگ کا سامان کرنا پڑتا تھا۔ تمام انبیاء کو مختلف قسم کی آزمائشیں آئیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ مصیبتیں پہنچائی گئیں۔

کائنات کی ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ یہ زمین و آسمان وغیرہ کے پیدا کرنے کا مقصد ہے۔ مقولہ ہے ''دانا کا کوئی کام دانائی سے خالی نہیں ہوتا''۔ (کیا تمہیں فضول پیدا کیا گیا ہے اور تم نے ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا ہے۔) اسی طرح انسان کا بھی مقصد ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور معرفت کا حاصل کرنا ہے۔ جس انسان کی زندگی مقصد پر گزری وہ ہے کامیاب انسان اور جس کی زندگی مقصد پر نہیں گزری وہ ہے ناکام انسان۔ یہ حیلے ٹھلے یہیں پر رہ جائیں گے۔ ہر ملک کی ایک کرنسی ہوتی ہے۔ مثلاً روس کی ''روبل'' ہے۔ جاپان کی ''ین'' ہے اور پاکستان کی ''روپیہ'' ہے۔ انسان جس ملک میں رہتا ہے اور اس ملک کی کرنسی اس کے پاس ہوگی تو بڑے مزے سے رہے گا کیونکہ اس کے پاس مقدار بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح آخرت کی کرنسی بھی بندے کی نیکیاں ہیں جس کے پاس زیادہ ہوگی وہ مزے میں رہے گا۔ اسے موت، قبر، حشر، اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کے وقت ہر جگہ آسانی ہوگی۔ اس لیے ہم کسی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر چھوڑیں نہیں اور کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر کریں نہیں۔ حضرت حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھو کہ گناہ چھوٹا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ نافرمانی کس کی ہو رہی ہے۔

جب نیک انسان فوت ہوتا ہے تو زمین کے وہ ٹکڑے روتے ہیں جہاں بیٹھ کر وہ عبادت کرتا تھا۔ آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں جہاں سے اس کا رزق اترتا تھا۔ نافرمان بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو بعض اوقات عبرت کی خاطر اللہ کی پکڑ آ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں اس کو تنگی کا ناچ نچا دیتا ہے۔ ایک فرسٹ کلاس گزیٹڈ آفیسر کا واقعہ ہے۔ افسروں کو جس طرح افسری کا مان ہوتا ہے، اس کو بھی افسری کا بڑا مان تھا۔ کار، کوٹھی وغیرہ آج کل لوگوں نے پیسے کو عزت کا معیار بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ اللہ کے ہاں عزت کا معیار تقویٰ ہے۔ اس کے پاس بھی خوب دنیاداری کا ساز و سامان موجود تھا۔ اس کے گھر کے سامنے ایک مسجد تھی۔ جس میں سپیکر بھی لگا ہوا تھا۔ مسجد والوں نے صبح کی اذان دے دی کیونکہ

Marfat.com

کچھ بوڑھے لوگ ہوتے ہیں جو اذان سن کر آتے ہیں۔ ویسے بھی اذان مسلمانوں کا شعار ہے۔ نماز کے لیے بلانے کا طریقہ ہے۔

اس افسر نے موذن کو منع کیا کہ صبح کی اذان نہ دیا کرو۔ میری نیند خراب ہوتی ہے۔ اس موذن نے پھر دوسرے دن اذان کہہ دی۔ وہ افسر آیا اور اس نے موذن کو دو چار تھپڑ رسید کردیئے کہ میں نے تجھے منع کیا ہے کہ اذان صبح کو نہ دو۔ صبح کو میری نیند خراب ہوتی ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ غیرت الٰہی جوش میں آ گئی۔ موذن بے چارہ تو تھپڑ کھا کر خاموش ہو گیا مگر اس افسر کی پکڑ آ گئی۔ اس پر فالج کا حملہ ہوا اور ٹانگیں بھی بے کار ہوگئیں۔ افسرانہ مزاج تھا۔ بیوی خدمت کرتی یہ پھر بھی جلی کٹی سناتا۔ بیوی میکے چلی گئی۔ بھائی کو فون کیا وہ اٹھا کر لے گیا۔ بھائی کے بچے چند دنوں میں تنگ ہو گئے۔ کہ ہم خدمت کرتے ہیں یہ ذرا سی بات پر گالیاں دیتا ہے۔ بھائی کے بچے اتنے ناراض ہوئے کہ انہوں نے اسے باہر اٹھا کر کہیں روڈ پر رکھ دیا۔ سورج طلوع ہوا۔ گرمی لگنے لگی۔ پسینہ آنے لگا۔ رات بھی روٹی نہ کھائی تھی۔ اب بھوک لگ رہی تھی۔ آنے جانے والوں سے روٹی مانگ رہا ہے۔ فرسٹ کلاس گزیٹڈ آفیسر اللہ کی پکڑ میں آ گیا اور حالت یہ ہوگئی کہ آنے جانے والوں سے روٹی مانگ رہا ہے۔ کسی نے روٹی لا دی۔ کہا کھلا دو اس نے کہا ٹائم نہیں ہے۔ اب ذرا منظر سوچنے اور عبرت حاصل کرنے کا ہے۔ کہ لقمہ کو پاؤں کے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے ساتھ پکڑ کر کھانا کھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب ناراض ہوتے ہیں تو تگنی کا ناچ نچا دیتے ہیں۔ یہ کاریں بہاریں یہیں رہ جائیں گی۔ ان پر تکبر نہ کرے اللہ تعالیٰ کی پکڑ اس دنیا میں بھی آ سکتی ہے۔ عاجزی انکساری کا سہارا لو ورنہ ٹھوکر کھا کر گر پڑو گے۔

حضرت ابراہیمؒ ادھم ایک بزرگ تھے جو کہ بلخ کے بادشاہ تھے وہ چاہتے تھے کہ رہیں بھی شاندار زندگی میں اپنے آپ کو بدلنا بھی نہ پڑے اور خود بخود پکے سچے مومن بن جائیں۔ رات محسوس کیا کہ کوئی چھت پر چل رہا ہے۔ پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا آپ کے دوست کا دوست ہوں۔ اپنے اونٹ جو کہ گم ہو گئے تھے، وہ ڈھونڈ رہا ہوں۔ کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اونٹ چھتوں پر مل جائیں۔ فرمایا کہ یہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ آپ اسی حالت میں رہنا چاہتے ہیں اور معرفت بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے مجاہدہ اور کوشش ضروری ہے۔

ترجمہ: جو ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں، ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت دے دیتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابراہیمؒ ادھم نے صبح کو دربار لگایا ایک نوجوان آیا اور آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نوجوان نے کہا یہ مجھے سرائے لگ رہی ہے۔ یہاں رات گزارنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ سرائے تو نہیں یہ تو بادشاہ کا محل ہے۔ اس نوجوان نے پوچھا پہلے یہاں کون رہتا تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا باپ رہتا تھا۔ اس نے پوچھا تیرے باپ سے پہلے کون رہتا تھا۔ کہا میرا دادا رہتا تھا۔ اس نے پوچھا تیرے بعد کون رہے گا۔ اس نے کہا کہ میرے بیٹے رہیں گے۔ پوچھا کہ بیٹوں کے بعد کون رہے گا۔ کہا میرے پوتے رہیں گے۔ اس نوجوان نے کہا کہ ایک جا رہا ہے۔ ایک آ رہا ہے۔ خود ہی بتائیے کہ یہ محل ہے یا سرائے ہے۔

حضرات ابراہیمؒ ادھم ایک دفعہ شکار کے لیے گئے۔ ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ ہرن کو اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا فرمائی کہا کہ مجھے تو آپ کے شکار کے لیے بھیجا ہے۔ آپ مجھے شکار کرنا چاہتے ہیں۔ بس توبہ تائب ہو گئے۔ ایک گڈریا ملا۔ اس سے کپڑے بدل لیے اور اللہ والوں کی صحبت کے لیے نیشا پور پہنچے وہاں ایک بزرگ سے بیعت کی۔ معرفت اور محبت الٰہی کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں۔

حضرت ابراہیمؒ ادھم کے دل میں آیا کہ حج کے لیے چلوں۔ محبت الٰہی کا ایسا غلبہ تھا، ہر ہر قدم پر دو رکعت نفل پڑھتے اور مکہ پہنچ کر فرمایا لوگ تو پاؤں کے بل چل کر آتے ہیں اور میں پیشانی کے بل چل کر آیا ہوں۔

جب حج کو جاتے تو کوئی نہ کوئی نیک دوست ساتھ ہوتا کہ راہنمائی کرتا رہے۔

ایک دوست تھے۔ میرے پاس آتے تو نصیحت سنے بغیر نہ جاتے تھے۔ امیر آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حج وعمرہ کے لیے قبول کر لیا۔ خوش قسمتی کا اندازہ لگائیے۔ رمضان المبارک میں اعتکاف میں تھے اور سجدے کی حالت میں ریاض الجنہ میں موت آ گئی۔ مجھے اس کی موت پر بڑا رشک آیا۔ فرمایا کہ رہنا ہو تو مکہ میں رہو اور موت آئے تو مدینے میں آئے۔

حضرت عمرؓ نے دعا مانگی اے اللہ تو اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما اور اپنے حبیب کے دیار میں جگہ نصیب فرما۔ وصیت فرمائی کہ وفات کے بعد میری چارپائی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رکھ دینا اور عرض کر دینا کہ غلام اجازت چاہتا ہے۔ حجرے کا دروازہ کھل گیا۔ مدینہ وہ جگہ ہے کہ ہر روز 70 ہزار فرشتے اترتے ہیں اور جو ایک دفعہ اترتا ہے۔ اس کی دوسری دفعہ باری نہیں آتی ہے۔

حضرت امام مالک ادب کی وجہ سے قضائے حاجت کے لیے مدینہ سے باہر جاتے

Marfat.com

اور قضائے حاجت بھی اس طرح کرتے کہ ایک پاؤں حدود حرم میں رہے اور گندگی حرم سے باہر گرے۔ ایک لمحہ بھی حرم مدینہ سے باہر رہنا نہیں چاہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیار سے ایسی محبت تھی۔

اچھے یا برے جو بھی اثرات پڑتے ہیں وہ آنکھ کے ذریعے دل تک جاتے ہیں۔ اس لیے آنکھوں کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ جس کی آنکھ اس کے قبضے میں نہیں ہے اس کا دل بھی اس کے قبضے میں نہیں۔ کسی بزرگ نے فرمایا تم مادہ بکری کے (اعضاء مخصوصہ) کے دیکھنے سے بھی پرہیز کرو۔ (اس سے بھی غلط خیالات و وساوس آتے ہیں)

دل کے لیے کان دوسرا راستہ ہے مثلاً اگر قاری باسطؒ کی کیسٹ سنیں گے تو اچھے اثرات پڑیں گے۔ اسی طرح کسی سینگر کو سنیں گے تو اس کے برے اثرات پڑیں گے۔ ترجمہ: مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ کان کے ذریعے سنی ہوئی باتوں کے اثرات بھی دل پر بہت پڑتے ہیں۔ اس لیے چاہیے کہ اچھی باتیں باتیں سنی جائیں تاکہ قلب سلیم نصیب ہو۔ کان، آنکھ، دل کے بارے میں سوال ہوگا۔

زبان بھی ایک داخلی راستہ ہے۔ انسان زبان سے گپیں مار رہا ہے۔ تو اس کے اثرات بھی دل پر پڑ رہے ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگ جہنم میں سب سے زیادہ کس وجہ سے جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زبان کی وجہ سے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کا قول ہے کہ کسی چیز کو قید کر کے خوش نہیں ہونا چاہیے مگر زبان کو قید کر کے خوش ہونا چاہیے۔ اس لیے ضروری ہے کہ زبان کی حفاظت کی جائے ورنہ دل پر بہت برے اثرات پڑیں گے۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ زیادہ باتیں کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے کیونکہ ہر ہر بات کے دل پر اثرات پڑتے ہیں۔ اچھی باتیں کریں گے تو دل پر اچھے اثرات پڑیں گے اور فضول باتیں کریں گے تو دل پر خراب اثرات پڑیں گے۔ حدیث کا مفہوم ہے۔ بعض اوقات انسان منہ سے ایسی بات نکالتا ہے کہ اس کا نام دوزخیوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ پس چاہیئے کہ انسان سوچ سمجھ کر بات کرے اور اچھی بات کرے ورنہ دل تباہ و برباد ہو جائے گا۔

جو آپ بار بار سوچتے رہیں گے وہی ہونے لگ جائیگا اگر آپ اللہ پر اچھا گمان رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے مطابق فیصلہ فرما دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو معلومات آپ میں ڈالی گئیں وہی قیامت والے دن نکالی جائیں گی۔ قرآن حکیم میں ہے جو دلوں میں ہے وہی نکالا جائے گا۔

Marfat.com

تصوف کا مطلب دل کی صفائی کرنا ہوتا ہے۔ جتنی دل کی صفائی ہوتی جائے گی اتنا ہی بندے کے اخلاق اعلیٰ ہوتے جائیں گے اور رذائل نکلتے جائیں گے۔ مثلاً بڑی سکرین کی صفائی کی بوتل ملتی ہے۔ جس سے سکرین صاف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دل کی صفائی کے لیے بھی ذکر اللہ صفائی کرنے والے آلہ کی طرح ہے۔ اس لیئے اولیاء اللہ ذکر کی کثرت کرواتے ہیں تا کہ دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہو جائے۔ جب دل صاف و شفاف ہو جاتا ہے تو اس کے اندر درد و سوز پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے دل کو ذکر کے ذریعے بیدار کرنا چاہئے اور اللہ سے دعا کرنی چاہئے۔ بعض اوقات عام مسلمان بھی اولیاء اللہ جیسے کام کر لیتے ہیں لیکن بعض اوقات برائیاں بھی کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے اولیاء اللہ والی حالت قائم نہیں رہتی اگر عام مسلمان بھی تقویٰ کا لحاظ رکھیں تو دل گلستان کی طرح پر بہار ہو جاتا ہے اور اگر تقویٰ کا لحاظ نہ رکھیں تو دل بیابان کی طرح اجڑ جاتا ہے۔

اگر ساری زندگی بھی فضول گزار بیٹھیں گے تو ساری زندگی سکون نہ ملے گا۔ اس لیے انسان کو چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آئیڈیل بنائے اور آپ کے رنگ میں رنگتا چلا جائے۔ پھر انسان کی زندگی بھی مثالی زندگی بن جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر وقت ذاکر رہتے تھے۔ اس لیے ہمیں بھی چاہئے کہ ذکر و فکر کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں۔ ذکر وساوس کے وائرس کو ختم کر دیتا ہے۔

نیک مجالس میں بیٹھنا یہ انسان کی زندگی کی ضرورت ہے۔ جیسے کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا ہماری ضرورت ہے اسی طرح آخرت کے عذابوں سے بچنا یہ بھی ہماری ضرورت ہے۔ مختصر یہ کہ جب نیک مجالس میں بیٹھیں گے تو سننے کو اچھی باتیں ملیں گی۔ دیکھنے کو اچھے لوگ ملیں گے اور بات کرنے کو اچھے لوگ ملیں گے۔ جس کی وجہ سے دماغ اچھی باتیں سوچے گا اور دل خود بخود نیک ہوتا چلا جائے گا۔ یہ نیک بننے کا شارٹ کٹ راستہ ہے۔ نیک کی صحبت تمہیں نیک بنا دے گی اور بد کی صحبت تمہیں برا بنا دے گی۔

بزرگوں کے پاس جانے کے آداب

بزرگوں، اللہ والوں اور ان کے غلاموں کے پاس جانے کے بھی آداب ہوتے ہیں۔ ان آداب کے پاس و لحاظ ہی سے وہاں جانا خاطر خواہ نفع کا باعث بنتا ہے۔ مثلاً یہ کہ بزرگوں کے پاس حاضری صدق دل کے ساتھ ہو، ان کے شایان شان احترام و اکرام میں کسی

Marfat.com

قسم کی کمی روا نہ رکھی جائے ان کے پاس آنے سے پہلے توبہ و استغفار کے ذریعے قلب کو صاف کرلیا جائے۔ چونکہ ہدایت قلب کی نگاہ سے ملتی ہے اس لیے جب یہ نگاہ صاف ہوگئی تو ہدایت تک پہنچ بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ ہوگی۔

آپ دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جس کی آنکھوں پر عینک ہوتی ہے اور وہ اپنی کسی دل پسند یا عزیز ترین چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو کس طرح وہ دیکھنے سے پہلے اپنی عینک کو اتار کر اس کے شیشے کو کسی صاف اور نرم کپڑے سے صاف کرلیتا ہے، پھر اسے دیکھتا ہے تاکہ وہ اس چیز کو پوری صفائی اور وضاحت کے ساتھ دیکھ سکے اور عینک کے شیشے پر چڑھے ہوئے گرد و غبار اس کے دیکھنے میں حارج اور مانع نہ ہوں۔ اسی طرح جب آپ کسی اللہ والے کی مجلس مین جا کر اسے دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کی باتوں سے اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دل کی عینک کو توبہ و استغفار کے کپڑے سے صاف کر لیجئے۔ اس کے بعد جب آپ ان کو دیکھیں گے اور ان کی مجلس میں حاضری دیں گے تو آپ کے دل پر بغیر کسی رکاوٹ کے ہدایت کے انوار و برکات کا نزول ہوگا اور آپ کی بیمار روح شفا پائے گی۔

دینی مجالس میں بیٹھنے اور سننے کے آداب

دینی مجالس میں بیٹھنے اور سننے کے بھی کچھ آداب ہیں۔ آپ جب ان مجالس میں پہنچیں تو نہایت نشاط و انبساط کے ساتھ ہشاش بشاش دل میں کسی چیز کا تکدر اور انقباض نہ ہو۔ ذہن میں کوئی گرانی اور بار نہ ہو۔ نیند اور اونگھ کا غلبہ نہ ہو۔ ایسے ماحول میں اگر آپ دین کی باتیں سنیں گے تو وہ باتیں یاد رہیں گی۔ ذہن و دماغ پر ان کا اثر ہوگا۔ میں کہا کرتا ہوں جو لوگ آنکھیں بند کرکے سنتے ہیں وہ میرے سامنے نہ بیٹھیں۔ ایسے لوگوں کے سامنے بیٹھنے سے مضامین کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ خیالات کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں بھی نہ کریں۔ اس سے ذہن منتشر ہو جاتا ہے۔ مجمع میں بار بار اٹھنے سے ذہنی انتشار ہوتا ہے۔ وعظ اور دینی مذاکرہ کی مجلس کے قریب ٹیلیفون بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی گھنٹی سے بھی مجمع کی توجہ بٹتی ہے اور سلسلہ بیان میں خلل پڑتا ہے۔ جس کسی پر نیند کا خمار اور غلبہ ہو اور وہ اس بارے میں مجبور ہو تو اسے چاہئے کہ وہ پیچھے بیٹھ جائے یا ایک گوشہ میں تاکہ بیان کرنے والے کی نظر اس پر نہ پڑے اور مضامین کی آمد بند نہ ہو۔

Marfat.com

حضرت جیلانیؒ کا ارشاد

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ دینی مجالس اور بزرگوں کی خدمت میں جانے سے پہلے وہاں کے آداب معلوم کرلو۔ اس صورت میں تمہیں خاطر خواہ نفع ہوگا اور وہاں جا کر جو آداب معلوم ہوں اس پر سختی سے عمل پیرا ہو۔ اصلاح حال میں کافی مدد ملے گی۔

علم کی منزلیں

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے دینی اور علمی مجالس میں حاضر ہونے والوں کو پانچ نصیحتیں فرمائی ہیں۔ یہ نصیحتیں دراصل علم کی پانچ منزلیں ہیں۔ ان منزلوں سے گزر کر ہی ایک انسان گوہرِ مقصود کو پا سکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

(1) پہلی چیز سننا ہے یعنی دین کی باتوں کو سننے کے لیے موقع نکالنا اور اس کو اپنی ضرورت سمجھنا۔

(2) دوسری چیز خاموش رہنا یعنی جب سننے کا موقع نکل آئے اور کسی علمی یا دینی مجلس میں حاضری کی سعادت ملی ہو تو اس کو غنیمت سمجھ کر دینی اور علمی باتوں کو پوری توجہ اور گوش دل سے ساتھ سننا، خاموش رہنا، باتیں نہیں کرنا۔ حضرات صحابہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو وہ ایسے ساکت و صامت رہتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں کہ ذرا سی حرکت سے وہ اڑ جائیں گے۔

(3) پھر تیسرے نمبر یاد رکھنا ہے یعنی جو باتیں سنی جائیں تو وہ فوری طور پر فضا میں تحلیل نہ کردی جائیں بلکہ یاد بھی رکھی جائیں۔

یاد رکھنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ ذہن و حافظہ میں محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ اس سلسلہ میں حافظہ کو جتنا استعمال کیا جائے وہ اتنا ہی مضبوط اور قوی ہوگا۔ حضرت جیلانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کا بھی عجیب حال ہے۔ انہیں کان پر اعتماد ہے اور اسے استعمال کرتے ہیں۔ آنکھ پر اعتماد ہے اور اسے استعمال کرتے ہیں، ہاتھ پر اعتماد پر اسے استعمال کرتے ہیں۔ آخر انسان کے اندر حافظہ بھی تو ہے اس پر کیوں اعتماد نہیں کرتے ہیں اور کیوں نہیں اسے استعمال کرتے۔ استعمال سے کوئی چیز نکھرتی اور جلا پاتی ہے۔ عام طور پر لوگ حافظہ کا استعمال نہیں کرتے ہیں، جس کی وجہ سے کانوں میں پڑی ہوئی باتیں بہت جلد ذہن

Marfat.com

سے نکل جاتی ہیں۔

حافظہ کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسے جس طرح کی باتوں کو یاد رکھنے کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ اسی طرح کی باتیں یاد رہیں گی۔ مولانا ایک آدمی کے نام کو بار بار پوچھتے تھے اور بھول جاتے تھے۔ ایک صاحب نے عرض کیا، حضرت! آپ کا حافظہ تو بہت قوی ہے۔ نہ جانے دین کی کتنی باتیں، کتنے فقہی مسائل، کتنے تفسیری نکات، کتنے واقعات آپ کے حافظہ میں ہیں اور زبان وقلم جب بیان پر آتے ہیں تو حافظہ کی مدد سے دفتر کا دفتر لگا دیتے ہیں۔ پھر آپ لوگوں کا نام پوچھ کر اس قدر جلدی کیوں بھول جاتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا "بھائی تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے چونکہ اپنا حافظہ دینی اور علمی باتوں کے یاد رکھنے میں استعمال کیا ہے اس لئے حافظہ کو اس طرح کی باتوں سے مناسبت ہوگئی ہے اور بڑی آسانی کے ساتھ اس طرح کی باتوں کو وہ محفوظ رکھتا ہے اور نام کو یاد رکھنے سے حافظہ کو مناسبت نہیں اور اس کی میں نے کوشش نہیں کی ہے اس لیے لوگوں کے نام مجھے جلد یاد نہیں ہوتے۔"

تجربہ اور مشاہدہ اور بزرگوں کے ارشادات سے یہ بھی واضح ہے کہ جو لوگ گناہ اور معصیت سے بچتے ہیں اور تقویٰ اور پرہیز گاری کے راستے کو اختیار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی قوت حافظہ زیادہ مضبوط ہوتی ہے اور جو لوگ بدکاریوں اور گناہوں میں زیادہ ملوث رہتے ہیں ان کا حافظہ اتنا ہی زیادہ خراب ہوتا ہے اور اسی قدر وہ بھولتے ہیں۔

یاد رکھنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ سنی ہوئی باتیں ضبط تحریر میں لے آئی جائیں اور ان باتوں کو وقفہ وقفہ سے دیکھتے رہنا چاہئے تاکہ ذہن میں تازہ رہیں۔ آج کل ہم دنیا کی معمولی سے معمولی بات کے لیے رجسٹر اور نوٹ بک رکھتے ہیں لیکن مطالعہ میں آئی ہوئی یا تقریر اور وعظ میں سنی ہوئی باتوں کے نوٹ کرنے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ دینی نوٹ بک بھی ضروری ہے تاکہ اس میں دین کی اہم اور ضروری باتیں نوٹ کرلی جائیں۔

کسی بات کو یاد رکھنے کا یہ بھی طریقہ ہے کہ کسی نہ کسی انداز میں اس کا اعادہ اور تکرار ہو اور سب سے آسان اور سہل نسخہ یہ ہے کہ ایسی باتیں جو زندگی میں برتنے کی ہیں ان کے مطالعہ میں آنے یا سننے کے بعد اسی وقت سے ان پر عمل شروع کردیا جائے۔ اس سے بڑھ کر یاد رکھنے کا کوئی موثر طریقہ نہیں ہوسکتا۔ مثلاً سونے جاگنے، کھانے پینے، وضو کرنے اور قرآن پڑھنے وغیرہ کے بارے میں اسلامی آداب اور نبوی ﷺ طریقے معلوم ہوں تو بلا تاخیر و توقف ان پر عمل شروع کردیا جائے اس سے علم بھی تازہ رہتا ہے اور عمل میں بھی شادابی رہتی ہے۔

Marfat.com

(4) چوتھی چیز عمل ہے یعنی دینی باتوں کو سننے کے بعد ان پر عمل ضروری ہے۔ حضرت امام رفاعیؒ فرماتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ''تم علم کی چاشنی تو لے لو اور عمل کی تلخی کو چھوڑ دو۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کی کئی قسمیں ہیں:

1- جو عالم اپنے علم پر عمل کرتا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ سے ڈرتے تو بس وہی بندے ہیں جو علم والے ہیں۔

2- جو عالم علم حاصل کر کے دوسروں کو نہ سکھائے اس کے متعلق فرمان خداوندی ہے بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو ہم نے کھلی ہوئی نشانیوں اور ہدایت میں سے نازل کر چکے ہیں بعد اس کے کہ ہم اسے لوگوں کے لیے کتاب (الٰہی) میں کھول کر بیان کر چکے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان پر لعنت کرتا ہے اور ان پر لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

3- جو عالم علم حاصل کر کے دوسروں کو سکھاتا ہے مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔

علم اور ایمان کے بعد علم اور راہ عمل میں صبر و برداشت کی کس قدر اہمیت ہے اس کا اندازہ مفسر قرآن کی اس مختصر مگر نہایت جامع عبارت سے لگایا جاسکتا ہے جسے انہوں نے سورہ ''العصر'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ عبارت یہ ہے۔

''انسان کو خسارہ سے بچنے کے لیے چار باتوں کی ضرورت ہے۔ اوّل خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے اور ان کی ہدایت اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے، پورا یقین رکھے۔ دوسرے اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جو روح میں ظاہر ہو اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو۔ تیسرے محض اپنی انفرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ جب دو مسلمان ملیں تو ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور ہر معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیت رہے کہ حق کے معاملہ

Marfat.com

میں اور شخصی وقومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے، پورے صبر و استقامت سے تحمل کرے، قدم نیکی کے راستہ پر ہرگز ڈگمگانے نہ پائیں۔ جو خوش قسمت حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہونگے اور خود کامل ہو کر دوسروں کی تکمیل کریں گے، ان کا نام صفحات دہر پر زندہ جاوید رہے گا اور جو آثار چھوڑ کر دنیا سے جائیں گے، وہ بطور باقیات صالحات ہمیشہ ان کے اجر کو بڑھاتے رہیں گے۔"

(5) پھر پھیلانا ہے یعنی مسلمانوں کا کام صرف "اصلاح نہیں ہے کہ اپنے کو سدھار لے بلکہ اس کی ذمہ داری اصلاح کی بھی ہے یعنی دوسروں کو سدھارنے کی فکر اور کوشش۔ دین کی جتنی باتیں معلوم ہیں ان کو پھیلانے اور نشر کرنے کی جہد مسلسل اور سعی پیہم۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ علیہ کی ان باتوں کا دینی و علمی مجالس میں استحضار رہے تو کافی نفع ہوگا۔

ادب کا غلبہ اور تعمیلِ حکم

فرمایا قول مشائخ "الامر فوق الادب" پر کبھی غلبہ حال کی وجہ سے بندہ عمل کرنے سے معذور ہو جاتا ہے اور اس کا ثبوت حدیثوں میں موجود ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکرؓ تم کو کس چیز نے روک دیا عمل کرنے سے جب کہ میں نے نماز پڑھانے کے لیے تم کو حکم کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یعنی ابوقحافہ کے بیٹے کے لائق یہ بات نہ تھی کہ حضور ﷺ کے ہوتے ہوئے نماز پڑھائے۔ غلبہ فنائیت اور عبدیت سے اپنا نام نہیں لیا۔ ابن ابی قحافہ سے تعبیر فرمایا ابوقحافہ آپ کے والد تھے۔ پھر حضور ﷺ نے سکوت فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق کے اس قول پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ جس سے ثابت ہوا کہ اگر ادب کا حال غالب ہو جائے جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ پر عظمت رسالت کے استحضار سے اس وقت ادب کا حال غالب ہو گیا تھا تو اس وقت بندہ تعمیل حکم سے معذور ہو جاتا ہے اور اس کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ صلح حدیبیہ میں حضور ﷺ سے کفار نے یہ شرط ٹھہرائی کہ ہم صلح نامہ پر دستخط اس شرط پر کریں گے کہ حضور ﷺ کا صرف نام ہو۔ نام کے ساتھ رسولؐ نہ لکھا ہو کیونکہ اگر ہم رسولؐ ہی تصور کرلیں تو پھر جنگ وغیرہ کیوں ہو۔ آپ نے

Marfat.com

حضرت علیؓ کو حکم فرمایا کہ میرے نام سے لفظ رسول ﷺ مٹا دو تو حضرت علیؓ نے عرض کیا خدا کی قسم میں آپ کو نہ مٹاؤں گا۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں آپ کے نام کو نہ مٹاؤں گا بلکہ یوں فرمایا کہ آپ کو نہ مٹاؤں گا کس قدر ان حضرات میں ادب غالب تھا کہ اسم اور مسمی میں فرق نہ کر سکے۔ حضور ﷺ کے نام پاک کی اس قدر عظمت دل میں تھی جتنی کہ خود حضور ﷺ کی ذات پاک کی تھی۔ پھر حضور ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے مٹایا اور آپ نے حضرت علیؓ پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ ان دونوں حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ بعض اوقات اور بعض مواقع پر ایسا بھی ہوتا ہے۔ ''الامر فوق الادب'' کے کلیہ پر وہاں عمل نہیں کیا جاتا اور اس وقت انسان پر ایک حالت طاری ہو جاتی ہے۔

کچھ مزید مجلسی آداب

دینی مجالس میں بیٹھنے کے یہ بھی آداب ہیں کہ مل جل کر بیٹھیں، درمیان میں خلا نہ رہے۔ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حضرات صحابہؓ کے بیٹھنے کی یہ شان تھی کہ اگر ان کے اوپر چادر ڈال لی جاتی تو درمیان میں کہیں جھول نہیں آتا تھا۔ بعد میں آنے والوں کے لیے فراخ دلی کے ساتھ بیٹھنے کی گنجائش پیدا کی جائے۔ کوئی شخص درمیان میں کسی ضرورت سے اٹھا تو اس جگہ پر بیٹھنے کا وہی شخص مستحق ہے۔ وعظ و تقریر جاری ہو تو بعد میں آنے والا سلام نہ کرے بلکہ خاموشی کے ساتھ بیٹھ جائے۔ وہ لوگ جو زیادہ فہیم و سلیم ہوں انہیں بیان کرنے والے کے قریب اور سامنے بیٹھنا چاہیے تاکہ وہ زیادہ استفادہ کریں اور بیان کرنے والے کو بھی شرح صدر ہو۔ سامعین کے اندر طلب اور توجہ ہو تو بیان کرنے والے پر مضامین کے دروازے کھلتے ہیں۔

اگر ہدایت مل جائے

حضرت حکیم الامت نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک بار میں سہارنپور سے کانپور جانے کے لیے لکھنؤ جانے والی ریل پر سوار ہوا۔ اس ڈبے میں ایک صاحب سے میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی لکھنؤ جا رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں میرٹھ جا رہا ہوں میں نے کہا کہ یہ گاڑی تو میرٹھ جانے والی نہیں ہے آپ کو تو لکھنؤ لے جائے گی۔ چونکہ ریل چل پڑی تھی اب وہ اتر بھی نہ سکتے تھے مگر صحیح راہ پر نہ ہونے اور غلط راہ پر ہونے کے سبب انہیں اس قدر پریشانی تھی کہ میں نے ان سے کچھ گفتگو کرنی چاہی تو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تمہیں باتوں کی سوجھی ہے اور ہمارے دل کی پریشانی کا جو عالم ہے وہ ہم ہی جانتے ہیں۔

Marfat.com

اس حکایت سے یہ بات نہایت واضح ہو جاتی ہے کہ ہدایت کی راہ پر لگ جانے ہی سے سکون شروع ہو جاتا ہے اور غلط راہ پر قدم پڑتے ہی بے اطمینانی اور پریشانی شروع ہو جاتی ہے۔ حق تعالیٰ اسی کو فرماتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح کیے ان کو ہم بالطف زندگی عطا کرتے ہیں اور جو ہماری یاد سے اعراض کر کے غفلت کی زندگی گزارتے ہیں ان کی زندگی کو ہم تلخ کر دیتے ہیں۔

سیدنا عمرؓ کا ایک ارشاد

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ''ماں باپ بیوی بچے، مال و دولت اور اپنی جان اور اپنی اس طرح کی دوسری چیزوں سے محبت ''شدید'' (سخت) ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اللہ و رسول ﷺ کی محبت ''اشد'' (زیادہ سخت) ہونی چاہیے۔

میرے بھائیو! کس سے محبت ''شدید'' ہے اور کس سے ''اشد'' اس کا اظہار مقابلہ کے وقت ہوتا ہے۔ ایک طرف دل کی چاہت ہو، ماں باپ، بیوی بچے اور جان و مال کی محبت کا تقاضا ہو اور دوسری طرف اللہ کی محبت کا مطالبہ ہو، اس مقابلہ کے وقت جس جانب کو ترجیح دی جائے گی۔ سمجھا جائے گا کہ اس سے محبت ''اشد'' ہے لیکن اس مقابلہ یا امتحان میں آپ کی کامیابی اسی صورت میں ہے کہ آپ ہر حال میں خدائی احکام کو مقدم رکھیں۔

حضور ﷺ کی دو دعائیں

حضور ﷺ کی احادیث دراصل قرآن مجید کی تفسیر و تشریح ہیں۔ قرآن کی آیت میں جو بات مقصود و مطلوب ہے، مجھے اس کی وضاحت اس دو دعائیہ حدیثوں میں ملتی ہے۔ آپ کی ایک دعا یہ ہے ''اے اللہ! آپ اپنی محبت اتنی دے دیں کہ آپ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو جائیں''۔ آپ کی دوسری دعا یہ ہے ''اے اللہ! آپ اپنی محبت میرے دل میں تمام چیزوں سے زیادہ ڈال دیجیے۔''

ان دونوں دعاؤں کا حاصل یہ ہے کہ ایک بندۂ مومن کے لیے دنیا کی کوئی محبوب و مرغوب چیز ''حبیب'' ہو تو اس کے مقابلہ میں اللہ کے لیے ''احب'' ہوں۔ اگر کوئی نازک اور اہم موقع آئے تو دنیا کا ہر تعلق توڑا جا سکتا ہے کاٹا جا سکتا ہے، مگر اللہ سے رشتہ محبت کسی موقع پر اور کسی حال میں قطع نہیں کیا جا سکتا۔

ان دونوں دعاؤں کا ورد کثرت سے ہونا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی حقیقت

Marfat.com

ہم پر کھلے اور پھر محبت ہم سے جن تقاضوں کی تکمیل کا مطالبہ کرتی ہو، اس میں ہم ذرہ برابر بھی غفلت، سستی اور مداہنت کو دخل نہ دیں اور محبت کی یہ گرمی ہمیں ہمیشہ خدا کی راہ میں سرگرم رکھے۔

خوشی کو آگ لگا دی خوشی خوشی ہم نے

جب ایک انسان پر نفس یا شیطان کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کبھی کسی نامحرم عورت کو دیکھنا چاہتا ہے کبھی ناجائز اور باطل طریقہ پر مال کھانا چاہتا ہے، کبھی کسی کو فریب دیتا ہے، کسی کی غیبت کرتا ہے، کسی کا حق دبا لیتا ہے، کسی پر ظلم کرتا ہے۔ یہ سب وہ اپنے نفس کو خوش کرنے کے لیے کرتا ہے مگر جب دل میں اللہ کی محبت ''اشد'' ہوتی ہے تو نفس کی اس طرح کی ناجائز خوشیوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی خوشی کو ترجیح دیتا ہے۔ بالفاظ دیگر اللہ کی خوشی کے حصول میں وہ خوشی خوشی اپنی نفسانی خوشیوں کو آگ لگا دیتا ہے۔

پھول اور کانٹے

جس کی محبت ہوتی ہے اس سے وابستہ چیزوں سے بھی محبت ہونی چاہئے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ پھول کو حاصل کرنے کے لیے کانٹوں سے بھی الجھنا اور کبھی کبھی زخمی ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر بھینس کے دودھ سے محبت ہوتی ہے تو پیشاب اور گوبر کی زحمت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ایک بھینس والے سے آپ پوچھیں کہ دودھ حاصل کرنے کے لیے بھینس کی کتنی خدمت کرنی پڑتی ہے۔ اس کی نجاستوں کو بھی کس طرح برداشت کرتا ہے۔ خدا سے محبت ہے تو اس کے محبوب سے محبت کرو، اس کی یاد میں لگے رہو۔ گپ شپ اور دنیاداری میں وقت نہ گزارو۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی تین پسندیدہ چیزیں

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ حضور ﷺ سے عرض کیا ''اے اللہ کے رسولؐ! مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں محبوب ہیں۔ ان سے بڑھ کر میری نگاہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

(1) آپ کی طرف دیکھنا: بھائیو! غور کرو، عرض پرداز یارِ غار حضرت صدیقؓ ہیں، تنہائی کا موقع ہے، سامنے حضورؐ ہیں۔ اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزوں کو بیان کر رہے ہیں۔

Marfat.com

کس ادب سے اور جاں نثاری کے ساتھ کہ آپ کی طرف دیکھنا مجھے پسند ہے۔ آپ کے مقابلہ میں دنیا کے سارے منظر ہیچ ہیں۔

(2) دوسری چیز جو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے وہ ہے آپ کے سامنے بیٹھنا سبحان اللہ، حضرت صدیقؓ کی اس محبت پر قربان ہو جانے کو جی چاہتا ہے۔ مرشد و رہبر کے سامنے بیٹھنا ہی پسند ہے۔

(3) اور تیسری چیز جو مجھے پسند ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ پر خرچ کرنا۔

حضرت صدیقؓ کی درخواست، اظہار محبت و جاں نثاری کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ جب تک ایسی محبت نہ ہوئی صحیح طور پر مرشد سے فیض حاصل نہیں کرسکو گے۔

یہ ہے عشق کی کرامت

اگر عشق سچا ہو اور تڑپ صادق ہو تو منزل بھی مل جاتی ہے۔ محبت و تڑپ کی تپش بے کار نہیں جاتی۔

حضرت سید احمد رفاعیؒ حضورؐ کی اولاد میں سے ہیں۔ حضورﷺ کی بے پناہ محبت تھی ان کے دل میں۔ دل مضطر لیے ہوئے ایک دفعہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ روضہ نبویؐ کے پاس با ادب حاضری دی اور عرض کیا "السلام علیک یا رسول اللہ" جواب آیا "وعلیکم السلام یا ابنی" پریشان و مضطرب ہو کر پھر عرض کیا "یا حضورؐ میں دل بے قرار لے کر آج حاضر ہوا" مدتوں کی تمنا بر آئی ہے۔ صرف جواب سلام سے مجھے تسلی اور قرار نہیں آئے گا۔ مجھ پر شفقت فرماتے ہوئے دست مبارک دراز فرمائیں تاکہ میں مصافحہ کرسکوں اور اپنے دل کو شاد کرسکوں۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ جنہوں نے جلالین شریف لکھی ہے جس کتاب کو پڑھے بغیر کوئی عالم نہیں ہوتا، ہر عالم اپنے مرتبہ درس میں اس کو پڑھتا ہے۔ ان کی روایت ہے کہ "اس بے قرارانہ درخواست پر حضورؐ کا دست مبارک ظاہر ہوا۔ وہ ہاتھ کیا تھا، لگتا تھا سورج زمین پر اتر آیا ہے۔ اتنا روشن اور اتنا صاف و شفاف، سورج کی چمک ماند پڑ رہی تھی۔ علامہ رفاعیؒ نے مصافحہ کیا اور نو ہزار مسلمانوں نے دیکھا۔

مدینہ طیبہ میں اس وقت ایک اور بزرگ تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا حضرت کیا آپ کو حضرت رفاعیؒ پر رشک نہیں آ رہا ہے؟ بزرگ نے جواب دیا، ارے ظالمو، تم میرے رشک کے متعلق پوچھتے ہو، اس کی قسمت پر ملائکہ حاملین عرش الٰہی رشک کر رہے ہیں۔ اس

Marfat.com

سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہوگی کہ حضور ﷺ کے دست مبارک سے مصافحہ کرنے کی سعادت نصیب ہو اس کی قسمت پر کس کو رشک نہیں آئے گا؟

عشق کی وادی یوں طے کی جاتی ہے

حضرت رفاعیؒ کے لیے یہ بہت بڑی سعادت اور اعزاز کی بات تھی مگر فوراً خیال آیا کہ کہیں نفس میں غرور نہ آجائے اور دیکھنے والوں کا احترام مغرور نہ کردے۔ اللہ والے اپنے نفس کا بھرپور اور بروقت جائزہ لیتے ہیں اور سخت سے سخت علاج کرتے ہیں۔ حضرت رفاعیؒ نے فوراً اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا "شاید تو اپنے کو بہت بڑا سمجھنے لگا ہے اس کا یہ علاج ہے کہ تم مسجد کے دروازے پر لیٹ جاؤ اور لوگ تمہیں روندتے ہوئے گزر جائیں گے تاکہ تمہارے اندر جو بڑائی کا شائبہ بھی ہو سکتا ہے وہ لوگوں کے قدموں سے پامال ہو جائے۔ چنانچہ حضرت رفاعیؒ دروازہ پر لیٹ گئے اور لوگوں سے فرمایا: "مجھے روندتے ہوئے گزرو۔ لوگ بھیڑ کی وجہ سے ان کا خیال کیے بغیر روندتے اور گزرتے رہے۔ مگر ایک بزرگ تھے۔ وہ بچ کر اور کترا کر نکل گئے۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ کترا کر کیوں نکلے؟ انہوں نے جواب دیا میرے بھائی اگر میں ان کو روندتا تو خدا کے عذاب میں مبتلا ہو جاتا۔ میں ان کے مرتبہ سے واقف ہوں۔ انہوں نے تو صرف اپنے نفس کی اصلاح و علاج کے لیے اپنے کو گزرگاہ پر لٹا دیا ہے ورنہ ان کا مرتبہ تو بہت بلند ہے۔

بھائیو! دیکھئے اللہ والے اپنے نفس پر کڑی نگرانی رکھتے ہیں جہاں کہیں وہ شائبہ بھی غلو کا ہوتا ہے وہیں گوشمالی کرتے ہیں اور فوراً پامال کر دیتے ہیں اور یہی ان کی کامیابی کا ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ عشق و محبت کے راستے کو یوں طے کرتے ہیں۔

سنت پر استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے

آج کل لوگ بزرگ انہی کو سمجھتے ہیں جن سے کرامتوں کا ظہور ہو اور چونکا دینے والی بات ہو اور جن سے ایسی کوئی بات صادر نہیں ہوتی ان کو دنیا دار سمجھا جاتا ہے۔ ان کو بزرگ نہیں سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات سوچنے اور فیصلہ کرنے کا یہ طریقہ غلط ہے۔ بزرگی کا معیار سنت نبویؐ کی پیروی ہے جو سنت نبویؐ پر عمل پیرا ہے، وہی بزرگ ہے اور اگر کوئی سنت کو چھوڑ کر عجیب و غریب چیز کیوں نہ دکھا دے وہ بزرگ نہیں ہو سکتا۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس ایک مرید دور سے آئے۔ مرید بغور جائزہ لیتا رہا اور

Marfat.com

توقع قائم کیے ہوئے تھا کہ کوئی کرامت ظاہر ہوگی۔ مگر کئی دنوں تک رہنے کے بعد بھی جب کسی کرامت کا ظہور نہیں ہوا تو مایوس ہو کر واپس جانے لگا۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے اس سے جانے کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ میں کسی کرامت کی امید پر آیا تھا مگر یہاں تو کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے ان سے دریافت فرمایا ''اچھا یہ بتاؤ اتنے عرصہ میں کوئی خلاف سنتؐ اور خلاف شریعت عمل کرتے ہوئے بھی تم نے دیکھا؟ اس نے جواب دیا ''نہیں''۔ آپ کا ہر عمل سنتؐ کے مطابق ہے پھر حضرت جنید رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''سنت پر استقامت اور پابندی یہ کرامت سے بڑھ کر ہے۔''

جب تک محبت کا پٹرول نہ ہو

آج کتابوں اور کتب خانوں میں کمی نہیں ہے۔ جدھر دیکھو کتابیں اور کتب خانے موجود ہیں۔ معلومات بھی لوگوں کو بہت ہیں لیکن عمل کا اہتمام اور فکر نہیں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اندر وہ طاقت نہیں ہے جس سے انسان میں عمل کا داعیہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ موٹر کیسے چل سکتی ہے اگر اندر پٹرول نہ ہو۔ عمل کی گاڑی بھی اس وقت تک نہیں چل سکتی جب تک کہ اندر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا پٹرول نہ ہو، اجر آخرت کا یقین نہ ہو، اگر اندر محبت ہو اور اجر آخرت کا یقین ہو تو ہر عمل آسان ہو جاتا ہے۔ دنیا والوں کو دیکھو کہ ان کے لیے دولت کی امید میں مشکل سے مشکل کام کس طرح آسان ہو جاتا ہے اور ناممکن سے ناممکن عمل کیوں کر ممکن بن جاتا ہے۔ ایسے موقع پر تو سارے اعذار و موانع ختم ہو جاتے ہیں اور جسم کے اندر قوت و طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

مسلح ہو کر نکلو

حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وضو مومن کا ہتھیار ہے اس سے مسلح ہو کر نکلو اس سے بدنگاہی اور دوسری برائیوں سے حفاظت ہوگی۔ شیطان جب تم کو مسلح دیکھے گا تو اسے تمہارے نزدیک آنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ وہ تو دور سے ہی بھاگ کھڑا ہوگا۔'' اس لیے ہم لوگوں کو مسلح نکلنا چاہیے، اس کے فائدے انشاء اللہ آپ خود محسوس کریں گے۔''

نماز کس طرح پڑھیں؟

آج کل ہم لوگ جب نماز پڑھتے ہیں تو صرف اعضاء وہاں حاضر رہتے ہیں دل تو

Marfat.com

دکانوں اور بازاروں میں گھوما کرتا ہے اسی وجہ سے ہم لوگوں کو نماز کی حلاوت نصیب نہیں ہوتی۔ جس وقت اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لیتے ہیں بس اب دل ہی دل میں گھر کے سارے انتظامات سوچے جا رہے ہیں کہ اتنا آٹا لانا ہے، اتنا تیل لانا ہے غرضیکہ ساری نماز اسی حالت میں گزر جاتی ہے کہ دل بازاروں اور دکانوں پر تفریح کیا کرتا ہے۔ جس وقت نماز کے لیے نیت باندھی جائے اس وقت ہمہ تن اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب متوجہ ہو جانا چاہیے۔ ہر قسم کے فکر اور خیالات سے دل کو الگ کر کے کھڑا ہونا چاہیے۔ پھر دل میں خیال کیا جائے کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ نہایت ہی تواضع اور انکساری کے ساتھ نیت باندھ کر ثنا پڑھے، پڑھنے کے بعد قرأت کرنے کے ساتھ ساتھ معانی پر بھی دھیان رکھا جائے۔ اس کے بعد دل میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ میں اپنے پاک پروردگار کے سامنے جھک رہا ہوں وہ میری ظاہری اور باطنی حالت سے خوب واقف ہیں۔ اس کے بعد بہت ہی دل کو متوجہ کر کے سبحان ربی العظیم پڑھا جائے۔ اس کے بعد دل میں یہ خیال کرنا کہ اب میں اپنے پاک پروردگار کے سامنے سر کو زمین پر رکھنے جا رہا ہوں۔ نہایت عظمت کے ساتھ سر کو خاک پر رکھ دے۔ پھر پڑھے سبحان ربی الاعلیٰ کہ پاکی بیان کرتا ہوں میں اپنے رب کی جو کہ بلند ہے۔ اس لذت کو بیان کرتا ہوں جو اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ کیا ہی خوش نصیب گھڑی ہوتی ہے کہ سر اللہ تعالیٰ کے قدموں پر ہوتا ہے۔

سبحان ربی الاعلیٰ میں رب کے ساتھ جو "ی" لگی ہوئی ہے اس سے مزہ کیوں نہیں حاصل کرتے ہو۔ یعنی پاکی بیان کرتا ہوں میں اپنے رب کی جو کہ بلند مرتبہ والا ہے۔ یہ جو رب کے ساتھ ی لگی ہوئی ہے ایک صاحب دل کے لیے اس کے اندر خوشی و مسرت کا ایک خزانہ چھپا ہوا ہے۔ جس طرح بچہ اپنے باپ سے پیسے مانگتا ہے کہ ابا جان پیسے دے دیجیے۔ اس کا ابا غور نہیں کرتا ہے پھر وہ بچہ اسی طرح مانگتا ہے۔ پھر اس کا باپ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے۔ لیکن جب وہی لڑکا کہتا ہے کہ اے میرے ابا تو فوراً اس کا باپ اس کو پیسے نکال کر دے دیتا ہے۔ یعنی بچہ نے جب میرے ابا کہا تو اس کو فوراً رحم آ گیا۔ تو اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو اے میرے ربا کہہ کر پکارا جائے تو کیا وہ متوجہ نہیں ہوگا؟ جبکہ اس دنیا کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بٹے سو محبت بھیجی ہے۔ اس کا تو یہ عالم ہے کہ جب بچہ میرے ابا کہہ کر پکارتا ہے تو فوراً باپ کا دل نرم ہو جاتا ہے تو جس کے پاس ننانوے حصہ محبت زیادہ ہے اس کا کیا عالم ہوگا؟

Marfat.com

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ حضرت حکیم الامت سے فرمایا کرتے تھے کہ میاں جب میں سجدہ کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیار کرلیا ہے۔

نماز میں قلب کی حاضری۔ ایک مثال

جس طرح آج کل ہم لوگ نماز پڑھتے ہیں ایک مثال سے فیصلہ کرلیں کہ ہم کو کتنے نمبر ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر سمجھ لیجئے کہ ایک تھانہ ہے جس کے اندر تمام پولیس اور دارغہ ملازم ہیں اور کسی دن تھانہ میں اطلاع کروا دی جائے کہ فلاں دن آپ کا معائنہ ہوگا۔ سب انتظام کرلو۔ پھر جب وہ دن آئے تو بڑا افسر معائنہ کے لیے تھانہ جائے۔ وہاں ہر قسم کا انتظام ہو اور تمام چپراسی اور پولیس حاضر ہوں مگر جو بڑا داروغہ ہو وہ کہیں شکار کھیلنے چلا جائے تو بتایئے کہ یہ افسر ان تھانہ والوں کو کچھ نمبر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان سب کو معطل کر دیا جائے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اصل تھا یعنی بڑا داروغہ وہ غیر حاضر ہے۔ اسی طرح جب ہم اور آپ نماز پڑھتے ہیں تو سب چپراسی اوز پولیس یعنی ہاتھ اور پیر تو حاضر رہتے ہیں مگر جو اصل ہے بڑا داروغہ یعنی دل وہ دکانوں اور بازاروں کی سیر و تفریح کرنے چلا جاتا ہے تو بتایئے ایسی نماز کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کتنے نمبر دیں گے۔ ہاں اگر داروغہ صاحب (یعنی دل) بہت بھاگتے ہیں تو ان کو پکڑ پکڑ کر لایا جائے کیونکہ دارومدار انہی پر ہے۔ اگر یہ غائب ہو جائیں گے تو تمام چپراسی اور پولیس یعنی ہاتھ، پیر، ناک، کان کی محنت بے کار ہو جائے گی۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اگر نماز میں بڑا داروغہ یعنی دل بھاگ جائے تو اس کو فوراً پکڑ کر لانا چاہیے۔

حضرت کی شانِ عبدیت

حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے مرشد فرماتے تھے کہ مجھے کبھی یاد نہیں آتا کہ میں نے اپنی چھڑی کا نچلا حصہ قبلہ رو رکھا ہو۔

☆ اور مجھے کبھی یاد نہیں آتا کہ میں نے نوکر کو کبھی پیسہ زمین پر پھینک کر دیا ہو

☆ اور مجھے کبھی یاد نہیں آتا کہ کبھی داہنے ہاتھ میں جوتا لیا ہو

☆ اور مجھے یاد نہیں آتا کہ کبھی روپیہ بائیں ہاتھ میں لیا ہو

☆ اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کسی کو اس کی اصلاح کے لیے ڈانٹتا ہوں تو اس وقت میں اپنے آپ کو بھنگی سمجھتا ہوں اور مخاطب کو شہزادہ سمجھتا ہوں جس طرح کہ

Marfat.com

بادشاہ شہزادوں کی تعلیم اور تادیب کے لیے جلاد کو حکم دیتا ہے کہ اس کو درے لگاؤ لیکن جلاد سے پوچھو کہ اس پر کیا گزرتی ہے۔ اس حکم سے کانپ جاتا ہے اور لرزہ براندام اس حکم کی تعمیل کرتا ہے اور شہزادوں کی تحقیر کا تو کیا وسوسہ آتا خود اپنی خیر مناتا رہتا ہے کہ بادشاہ کی نظر کہیں بدلی تو نہ جانے میرا کیا حال ہوگا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ کسی کو نصیحت کرنا اس وقت میں حرام ہے جس وقت کہ مخاطب کو حقیر سمجھ کر نصیحت کی جائے۔ عین اصلاح اور نصیحت کے وقت اپنے کو کمتر اور مخاطب کو اپنے سے افضل سمجھنا یہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ اصلاح کا منصب بڑا نازک منصب ہے۔

بزرگوں کے مختلف انداز

حضرت مولانا قاسمؒ کا مزاج سادہ تھا اور سادگی پسند تھے لیکن حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ رعب و وقار کے ساتھ رہتے تھے اور ہمیشہ قیمتی اور لباس فاخرہ استعمال کرتے تھے۔ تو یہ بزرگی کے خلاف نہیں ہے۔ حضرت نانوتویؒ کی سادگی (مگر گندگی نہیں) کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ آپؒ راستہ پر جا رہے تھے کہ ایک کپڑا بننے والے نے آپ کو بھی جولاہا سمجھ کر پوچھا بھائی آج سوت کیا حساب ہے؟ اس سے آپ اندازہ لگائیے کہ وہ کس قدر سادہ رہتے تھے۔ حضرت نانوتویؒ نے یہ نہیں کہا کہ بھائی میں جولاہا نہیں ہوں تاکہ کہیں اس طبقہ کی برائی یا حقارت کا پہلو نہ نکل آئے۔ فرمایا ''بھائی آج میں بازار نہیں گیا ہوں''۔ بزرگوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ کسی کی دلشکنی نہیں کرتے۔

بزرگی کا خود تراشیدہ معیار

حضرت معاملات کے پختہ اور کامل بزرگ تھے۔ آپ بھی حسب حیثیت صاف ستھرے اور باوقار رہتے تھے۔ ایک صاحب ایک دفعہ اُن کے پاس گئے۔ حضرت کے سر پر عمامہ نہیں تھا۔ اس نے عرض کیا آپ نے برجستہ جواب دیا جناب والا نے بھی تو ''لنگی'' نہیں باندھ رکھی۔ فرمایا ''بھائیو! اصل میں ایسا ہے کہ لوگ دوسروں ہی میں ساری ''خرابیاں'' تلاش کرتے ہیں اور اپنے کو نہیں دیکھتے۔ دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں اور خود پر نگاہ نہیں جاتی ہے۔ حضرت ہی کے پاس ایک صاحب آئے تھے اور پتہ نہیں کیا کیا بزرگی کا معیار اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس نے جب حضرت کو نہایت عمدہ لباس میں دیکھا تو اعتراض کر بیٹھے کہ یہ تو سنت کے خلاف ہے۔ حضرت نے فورا جواب دیا ''جی ہاں! مگر آپ جناب بھی تو ''بوری''

Marfat.com

نہیں پہنے ہوئے ہیں۔

بدگمانی اور خوش گمانی

آج کل بدگمانی کی بیماری عام ہے۔ اچھے اچھے لوگ اس میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ہمارے دینی مدارس بھی اس سے خالی نہیں رہے۔ عام حیثیت سے بھی اور ان مدارس میں بھی ایک دوسرے سے اعتماد اٹھتا جا رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی بدگمانی اور غلط فہمی ہے۔ اس لیے ہمیشہ ایک دوسرے سے ذہن صاف رکھنا چاہئے۔ خوش گمانی قائم رکھنی چاہئے اور بدگمانی کو راہ دینے والی کوئی بات سامنے آئے تو خلوص اور محبت کی فضا میں تحقیق کر لینی چاہئے۔ یاد رکھئے! قیامت میں بدگمانی پر دلائل طلب کیے جائیں گے۔ خوش گمانی پر نہیں اس لیے ایسا کام کیوں کیا جائے جس میں گرفت اور مواخذہ ہو اور وہ کام کیوں نہ کیا جائے جس میں چھوٹ اور آزادی ہو۔

آشیاں کسی شاخِ چمن پہ بار نہ ہو۔

ایک دفعہ مرشدی وضو کرنے کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ ابھی وضو شروع ہی کیا تھا کہ آپ کی نظر چیونٹیوں کے سوراخ پر پڑی۔ کچھ چیونٹیاں وہاں پر رینگ بھی رہی تھیں۔ آپ وہاں سے اٹھ گئے کہ یہاں پانی گرنے کی وجہ سے چیونٹیوں کو تکلیف ہوگی۔ ان کے گھر میں پانی بھر جائے گا اور دوسری جگہ جا کر وضو فرمایا۔

ایک بزرگ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خانہ کعبہ میں آرام کر رہے تھے کہ ایک بلی آئی اور ان کے دامن پر سو گئی۔ اسی اثناء میں اذان ہوئی۔ بزرگ نماز کے لیے اٹھے مگر اس طرح کہ اپنے دامن کے اس حصے کو کاٹ دیا جس پر بلی سو رہی تھی تاکہ بلی کی نیند میں خلل نہ آئے۔

اللہ والے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ معمولی اور حقیر جانور کا بھی دل نہیں دکھاتے ہیں پھر کسی انسان کا دل وہ کیسے دکھا سکتے ہیں۔ ایسے لوگ انسان کے سچے ہمدرد اور صحیح معنی میں غمخوار ہوتے ہیں۔ اپنے کو مشقت میں ڈال کر دوسروں کے لیے راحت کا سامان کرتے ہیں۔ آج یہ ہمدردی اور غم خواری رخصت ہوتی جا رہی ہے۔ خود غرضی کی وبا عام ہو گئی ہے۔

یعنی اگر تو دوسروں کی پریشانی اور مصیبت سے بے فکر ہے اس کا کوئی اثر تم پر نہیں ہے تو ایسی صورت میں تمہارا نام آدمی نہیں رکھنا چاہئے۔

بیوی اور گھر والوں سے حسن سلوک

بعض لوگ بڑے ظالم ہوتے ہیں، گھر میں آتے ہی گرجنا برسنا شروع کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

بیوی پر ان کے جو حقوق ہیں انہیں تو زور زبردستی کے ساتھ وصول کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بیوی کے جو حقوق ان پر عائد کیے گئے ہیں ان سے بالکل بے نیاز ہوتے ہیں خود باہر خوب اچھا اچھا کھاتے ہیں لیکن بیوی اور بچوں کو روکھی سوکھی پر ٹرخاتے رہتے ہیں۔ گھر کے دوسرے افراد کے ساتھ بھی اچھے برتاؤ سے پیش نہیں آتے۔ باہر دوستوں کی مجلس میں بڑے شریف اور پیکر اخلاق بنے رہتے ہیں گھر میں داخل ہوتے ہی اپنے اخلاق کا جامہ باہر نکال کر آتے ہیں۔ یہ عمل ٹھیک نہیں ہے۔ اصلاح کی ضرورت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں انسان کے بہتر ہونے کا معیار بیان فرمایا ہے کہ وہ بیوی بچوں اور گھر والوں کے ساتھ اچھے سلوک اور برتاؤ سے پیش آتا ہو۔ آپ اپنے کو دیکھتے رہیں کہ اس معیار پر کہاں تک پورے اترتے ہیں۔

''آپ میری مرغیوں کو آٹھ بجے کھول دیجئے''

ایک دن حضرت صاحبؒ نے جو حضرت حکیم الامت کے بہت خاص خلیفہ تھے، بتایا کہ ایک دفعہ پیرانی صاحبہ نے حضرت حکیم الامت سے فرمایا کہ میں کل ایک رشتہ داری میں جا رہی ہوں آپ میری مرغیوں کو آٹھ بجے کھول دیجئے اور تھوڑا سا دانہ دے دیجئے اور پانی پلا دیجئے۔ آپ حکیم الامت ڈیڑھ ہزار کتابوں کے مصنف وہ کیا جانیں مرغیوں کو کھولنا، دانہ پانی دینا۔ حضرت بھول گئے۔ خانقاہ میں آ گئے۔ اندازاً ساٹھ خطوط روزانہ آتے تھے۔ ان میں بڑے بڑے علماء کے خطوط ہوتے تھے۔ اب جواب لکھنا چاہتے ہیں تو کوئی جواب نہیں آتا۔ تفسیر بیان القرآن لکھنا چاہتے ہیں تو کوئی مضمون نہیں آتا۔ قلم رُک گیا۔ دل میں اندھیرا آ رہا ہے۔ پھر اللہ سے روئے کہ اے اللہ! کیا غلطی ہوئی؟ آپ مجھے اس پر تنبیہ فرما دیں تاکہ میں اس سے توبہ کرلوں۔ دل میں آواز آئی کہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق قوی ہو جاتا ہے تو دل میں آوازیں آنے لگتی ہیں کہ یہ کرلو یہ نہ کرو۔

تو حضرت کو آواز آئی کہ تم نے میری ایک مخلوق کو بند کر رکھا ہے۔ مرغیاں گھبرا رہی ہیں۔ آٹھ کے بجائے نو بج چکے ہیں ایک گھنٹہ سے وہ بے چین ہیں۔ میری ایک مخلوق تمہاری وجہ سے تکلیف میں ہے پھر تم کو علوم کیسے دیئے جائیں؟ ایسی حالت میں تم سے سرکاری کام کیسے لیا جائے گا۔ جاؤ جلدی سے مرغیوں کو کھولو۔ حضرت دوڑے، خانقاہ سے جا کر مرغیوں کو کھولا اور جلدی سے دانہ پانی پلایا اور جب لوٹ کر آئے تو سارے علوم پھر جاری ہو گئے۔

Marfat.com

لیکن آج ہم نے بیویوں کو ستا ستا کران کا ناک میں دم کر رکھا ہے تو بتائیے کہ کس قدر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی وغضب ہم لوگ مول لے رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بارے میں سفارش نازل فرمائی ہے۔ قرآن پاک میں فرماتے ہیں (ترجمہ: اپنی بیویوں کے ساتھ تم بھلائی سے پیش آؤ)

علم نبوت تو ہے مگر نور نبوت نہیں

علامہ سید ندویؒ کا شمار علم وفضل کے اعتبار سے اونچے لوگوں میں ہوتا ہے۔ جب یہ زندہ تھے ہر طرف ان کے علم کا شہرہ اور غلغلہ تھا۔ مرنے کے بعد بھی ان کا علمی احترام کم نہیں ہوا۔ شروع میں ان کے دل میں ''اہل اللہ'' کی خاص وقعت وعظمت نہ تھی۔ یہ سمجھتے تھے کہ انہیں دنیا میں کوئی کام نہیں رہ گیا ہے۔ اس لیے ''چہار دیواری'' میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں مگر جب ایک نادیدہ قوت انہیں کشاں کشاں مولانا کے پاس لے گئی اور ان سے ''اصلاحی تعلق'' قائم ہو گیا تو ان کے فکر ونظر کا پیمانہ بدل گیا۔ اس کے بعد تو انہیں اس وقت تک کی اپنی تصانیف اور علمی تحقیقات ''جسد بے روح'' کی طرح نظر آنے لگیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے ''علم کا مزہ تو اب ہم نے پایا ہے''۔ جب ان کی یہ نظر کھلی تو صاحب دل ''اہل نظر'' کی باتیں کرنے لگے۔

چنانچہ ایک دفعہ فرمایا کہ ''آج کل ہمارے علماء کے اندر مدرسوں میں رہنے کی وجہ سے ''علم نبوت'' تو آ جاتا ہے لیکن ''نورِ نبوت'' نہیں آتا جس طرح یہ علم نبوت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح انہیں نور نبوت کی تحصیل میں بھی سعی کرنی چاہیئے جس کے لیے ''اہلِ دل'' کی صحبت وخدمت ضروری ہے۔

واقعہ ہے کہ سیّد صاحبؒ نے ایک گہری حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ علماء کو نبوت کا علم اور نور دونوں اپنے اندر جمع کرنا چاہیئے اسی وقت ان کا کام، اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے شکل دوام اختیار کرے گا اور اللہ کے بندوں کو ان سے بھرپور فائدہ پہنچے گا۔ حضرت سید سلمان ندویؒ نے حضرت شیخؒ کی مجلس اور تاثیر صحبت پر جان فدا کر دی۔

علماء اور باطنی اصلاح

آج کل علماء کی عزت کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ جو اہل علم ہیں ان کی قدر ومنزلت کیوں گھٹ رہی ہے؟ اس کی اصل وجہ کو ایک مثال کے ذریعے پیش کر رہا ہوں کہ اس کی بناء

Marfat.com

پر آج کل علماء کی عزت وعظمت اور قدر ومنزلت لوگوں کے دلوں سے اٹھتی جا رہی ہے۔

جس طرح ہم اور آپ کباب بناتے ہیں اگر ان کو بغیر تلے ہوئے کھا لیں تو یقیناً ہم فوراً تھوک دیں گے اور یہ بات ہم پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ یہ کباب جس کے پاس بھی جائے گا وہ کھاتے ہی فوراً تھوک دے گا لیکن اگر کباب کو آگ جلا کر تیل یا گھی کے اندر تل لیا جائے تو جو بھی کھائے گا وہ دل سے خوش ہوگا۔ ادھر آنکھوں سے اس کی مرچ کی وجہ سے آنسو نکل رہے ہوں گے مگر ادھر وہ کباب کو چھوڑنے پر تیار نہ ہوگا۔ اگر اسی وقت کوئی آدمی اس سے یوں کہنے لگے کہ آپ کو تو تکلیف ہو رہی ہے آپ کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہیں اس لیے یہ کباب ہم کو دے دو تو وہ فوراً کہہ دے گا کہ جناب آپ کو کیا خبر ان ظاہری آنسوؤں اور تکلیف میں لطف اور مزہ کا خزانہ پوشیدہ ہے۔ آپ ظاہر میں میرے آنسو اور تکلیف کو دیکھ رہے ہیں۔ میرے باطن کی آپکو کیا خبر کہ مجھ کو کیا لطف حاصل ہو رہا ہے۔ اسی طرح اس معاملے میں سمجھنا چاہئے کہ علماء اپنے آپ کو تلواتے نہیں ہیں (یعنی اپنی اصلاح نہیں کراتے ہیں) ان کو بغیر تلے ہوئے کباب کی طرح ہر شخص ناپسند کرتا ہے مگر وہ علماء جو اپنے کو کسی ماہر سے تلوا لیتے ہیں (یعنی اپنی اصلاح کر لیتے ہیں) ان کی ہر جگہ مثل تلے ہوئے کباب کی عزت ہوتی ہے۔

جن حضرات نے اپنے کو کسی کامل اور ماہر کے حوالے کیا ان کی حالت ہی بدل گئی۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ جب خانقاہ میں تھے کچھ بے اصولی کی بناء پر حضرت حکیم الامت نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو خانقاہ سے نکال دیا۔ ان کے اندر سچی تڑپ اور محبت تھی۔ یہ پھاٹک سے نکل کر فٹ پاتھ پر لیٹ گئے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کو حضرت نے جب نکال دیا ہے تو اب آپ اپنے گھر چلے جائیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ تو ان کی جگہ نہیں ہے یہ جگہ تو سرکاری ہے۔ میں یہاں سے کیوں چلا جاؤں اور ایک شعر پڑھا کرتے تھے۔

ادھر وہ در نہ کھولیں گے ادھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں ان کی کہیں میری

غرض کہ حضرت خواجہ صاحب پر حضرت تھانویؒ کو پھر ترس آیا کہ بے چارے کے اندر سچی طلب ہے پھر چند ہی دنوں کے بعد جب تاجِ خلافت لیے ہوئے خانقاہ سے نکل رہے تھے تو یوں فرماتے ہوئے گئے تھے کہ

Marfat.com

نقش بتاں مٹایا دکھایا جمال حق آنکھوں کو آنکھ دل کو میرے دل بنایا
آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے نہ آشنائے درد کو بسمل بنا دیا
مجذوب در سے جا رہا دامن بھرے ہوئے صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

بھائی! اپنے کو کسی ماہر اور کامل کے سپرد کر کے تو دیکھو کیا مقام حاصل ہوتا ہے آج کل ہم لوگ بس سند فراغت حاصل کر لیتے ہیں بس سمجھتے ہیں کہ سب کچھ حاصل کرلیا۔ پھر شکوہ ہوتا ہے کہ علماء کی عزت نہیں۔ یاد رکھئے! جب تک ہم اپنے آپ کو کسی کے سپرد کر کے تلوائیں گے نہیں، اس وقت تک مثل کچے کباب ہر جگہ تھوکے جائیں گے۔ بات اگرچہ تلخی لیے ہوئے ہے مگر حقیقت یہی ہے۔ جس کے اظہار پر میں مجبور ہوں۔

در سینہ تو ماہِ تمامے نہادہ اند

آج کل بہت سے عالم احساس کمتری کا شکار ہیں۔ وہ بھی دنیا کی طرف للچائی نظروں سے دیکھتے ہیں حالانکہ ان کے پاس علم کی انمول دولت ہے اس سے دنیا کا خزانہ خالی ہے۔ عالموں کو احساس بلندی پیدا کرنا چاہئے کہ اپنی قدر و قیمت پہچاننی چاہئے۔ جبھی دوسرے لوگ ان کی قدر و قیمت پہچانیں گے۔

شاعر ہلال یعنی پہلی کے چاند کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم اپنے اوپر نگاہ کرو اور ابھی جو تمہارا دامن خالی ہے اس پر رنج مت کرو۔ اس حقیقت پر تو نظر کرو کہ تمہارے سینہ میں بدر کامل چھپا ہوا ہے۔ اسی طرح علماء کے سینہ میں علوم نبوت کا بدر کامل ہے۔ اس پر نگاہ رکھیں اور اپنی ظاہری حیثیت کو دیکھ کر رنج مت کریں۔ ان کے پاس اتنی بڑی دولت ہے کہ دنیا دار اس سے محروم ہیں۔

اک بار جس پر نظر کرم ہو جائے

اللہ تعالیٰ کی شان کریمی کا کیا پوچھتے ہو جس پر اس کی نظر کرم پڑتی ہے اور اسے اپنا بنا کر "مقبول" کر لیتے ہیں تو پھر اسے کبھی "مردود" نہیں فرماتے۔

حضرت مسطح بدریؓ صحابی تھے۔ غزوہ بدر میں ان کی شرکت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی۔ انہیں مقبول فرمالیا، اپنا محبوب بنا لیا۔ پھر تو واقعہ افک میں جبکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ان سے سخت ناراض ہو گئے تھے۔ اس مقبولیت اور محبوبیت کا یہ اثر کہ خود اللہ تعالیٰ ان کے حق میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے سفارشی بن گئے۔ مستقل آیات نازل فرمائیں جن میں حضرت ابوبکرؓ

Marfat.com

کوترغیب دی گئی کہ ان کے قصور کو معاف کر دیں۔ یہی نہیں بلکہ اپنی مغفرت کا لالچ دلایا کہ اگر تم اس کے قصور کو معاف کردو گے تو تم میری مغفرت اور رحمت کے مستحق ٹھہرو گے اور کون ہے جسے میری مغفرت و رحمت کی طلب نہ ہو اور اس سے بے نیازی برتے؟ چنانچہ صدیق اکبرؓ نے ان کے قصور کو معاف کردیا۔ ان سے اپنے غصہ کو ختم کر لیا۔ پہلے سے ایک عزیز و قریب ہونے کے ناطے ان کی جو مالی امداد کر رہے تھے پھر سے جاری کردی۔ تو دیکھا آپ نے حضرت مسطحؓ کو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں مقبول بنایا، آپ بھی اللہ کی نظر میں مقبول بننے کوشش کیجئے۔ کسی عمل کو چھوٹا نہ سمجھئے۔ کیا پتہ ایک چھوٹا عمل ہی اس کی نظر میں آپ کو مقبول بنا دے اور پھر زندگی بھر آپ مردود نہ ہوں۔ اس کے نوازنے کے انداز نرالے ہیں۔

رضائے دائمی

ایک دفعہ حکیم الامت نے مولانا رشید احمدؒ سے درخواست کی کہ حضرت! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کی رضائے دائمی حاصل ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ دائمی کی قید کیوں؟ اللہ تعالیٰ جس سے راضی ہو جاتا ہے پھر اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کو مستقبل کا علم ہے۔ وہ اسی سے راضی ہوتا ہے جس کے بارے میں علم ہے کہ یہ مجھے ناراض نہیں کرے گا اور اگر ناراض بھی کرے گا تو اس کو توبہ کی توفیق ملے گی اور میں اس کو معاف کردوں گا۔ حضرت کے اس ملفوظ کو نقل کرنے کے بعد حضرت فرماتے ہیں کہ جتنے لوگوں کے بارے میں آپ سنتے ہیں کہ وہ خدا کا مقبول بندہ تھا پھر مردود ہو گیا تو یہ صحیح نہیں ہے پہلے ہی سے وہ مقبول نہیں تھا بلکہ مردود تھا اس لیے مردود ہی رہا۔ شیطان بھی فی الحقیقت پہلے مردود تھا مقبول نہیں ہوا تھا ورنہ یہ مردود (خدا کی رحمت سے دور) نہ ہوتا۔

یاد رکھئے! وفاداری کا سرٹیفکیٹ اور سند اللہ تعالیٰ اسی کو دیتے ہیں جس کے بارے میں جانتے ہوں کہ یہ مجھ سے غداری نہیں کرے گا۔ خلوص دل سے کوشش کیجئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقبول بنیں پھر مردود نہیں ہوں گے۔

جنگل کی فضاؤں کا نور

حضرت بعد فجر مسجد سے نکلتے اور جنگل کی طرف چلے جاتے مسجد کی پشت سے متصلاً جنگل شروع ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت نے فرمایا جنگل کی فضاؤں میں نور عطا ہوتا ہے جو علوم ملتے ہیں وہ وہیں کا حصہ ہیں۔ کیونکہ جنگل میں آبادی نہیں ہوتی اس لیے وہاں کی فضاء

Marfat.com

گناہ کی آلودگی سے پاک ہوتی ہے۔

قلبِ عارف کی مثال سونے کی ترازو سے

ایک لکڑی تولنے کی ترازو ہوتی ہے اور ایک سونا تولنے کی ترازو ہوتی ہے۔ لکڑی تولنے میں پاؤ ڈیڑھ پاؤ رکھ دو تو پتہ نہیں چلتا، اس ترازو کا کانٹا نہیں ہلتا اور سونے کی ترازو سانس کی ہوا سے بھی ہل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا قلب ایسا بنا دے کہ اگر ایک ذرہ بھی خوشی آ جائے تو ہمارا دل کانپ اٹھے، دل کی ترازو ہل جائے کیونکہ ایک اعشاریہ ایک ذرہ حرام لذت کو دل میں لانا اللہ سے دور ہو جانا ہے۔ لکڑی کی ترازو کی طرح ہمارا دل اللہ بے حس نہ ہونے دے کہ گناہ کی حرام لذتوں کو درآمد کر رہے ہیں اور دل پر کچھ اثر ہی نہیں ہو رہا۔

قوی ترین نسبت حاصل کرنے کا طریقہ

ایک شخص رات بھر تہجد پڑھتا رہا ہے لیکن تقویٰ سے نہیں رہتا اور ایک شخص تہجد تو نہیں پڑھتا لیکن تقویٰ سے رہتا ہے، ایک نظر بھی خراب نہیں کرتا اور ایک لمحہ بھی اپنے مالک کو ناراض نہیں کرتا۔ میں واللہ کہتا ہوں اور روزہ سے بھی ہوں اور بلد امین میں ہوں کہ اس کا نور اتنا قوی ہو گا کہ اس کے دردِ دل سے عالم میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا اور ایک مخلوق اس سے سیراب ہو گی۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب ایمان اور تقوی کے نور سے دل بھر جاتا ہے تو دل سے چھلک کر آنکھوں سے ٹپکنے لگتا ہے۔ چہرہ سے جھلکنے لگتا ہے۔ سیما کی تفسیر، تفسیر روح المعانی میں یہ ہے کہ (سیما ایک نور ہے جو میرے عاشقوں کے دل میں بھر جاتا ہے تو ان کے باطن سے ان کے ظاہر تک چھلک جاتا ہے۔)

غذائے اولیاء

گناہ سے بچنے کا غم اٹھانا غذائے اولیاء ہے۔ یہ غم اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی غذا ہے۔ عبادت، حج اور عمرہ فاسق اور گناہگار بھی کر سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ عبادت غذا فاسقوں کی بھی ہے اور دوستوں کی بھی ہے۔ تو یہ غذائے عبادت دوستوں اور نافرمانوں میں مشترک ہے اور جو چیز بین الفساق اور بین الاولیاء مشترک ہو وہ اولیاء کی امتیازی غذا کیسے ہو سکتی ہے؟ لہٰذا گناہ سے بچنے کا غم اٹھانا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی غذا ہے۔ یہ گناہگاروں کا حصہ نہیں۔ اگر گناہ گار بھی یہ غذا کھانے لگے یعنی گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے لگے تو گناہ گار اور فاسق نہ

Marfat.com

رہے گا ولی اللہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر سال حج وعمرہ کرنے والا ذکر وتسبیح پڑھنے والا نوافل وتلاوت کرنے والا لیکن گناہ سے نہ بچنے والا میرا ولی نہیں ہوسکتا۔ میرے ولی صرف وہ ہیں جو مجھ کو ناراض نہیں کرتے وہ متقی ہیں۔

صحبت شیخ میں طالب کی کیا نیت ہونی چاہئے

اپنے مشائخ کی صحبت میں علم کے لیے نہ جایئے ان کے قلب کی کیفیت احسانیہ کا درد لینے جایئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی کا علم شیخ سے زیادہ ہو۔ پھر تو وہ اپنے علم کی ریل کا وزن زیادہ سمجھے گا شیخ کی کیفیت احسانی کے جہاز کے وزن سے۔ حالانکہ جہاز میں جو اسٹیم ہے اس سے وہ منٹوں میں ہزاروں کا سفر طے کرلیتا ہے اور ریل ایک مہینہ میں بھی وہاں تک نہیں پہنچتی تو مرید کو چاہئے کہ اپنے کو ریل اور شیخ کو ہوائی جہاز سمجھے۔

آدمی آدمی بناتا ہے

اڑنے کا طریقہ کتاب میں پڑھنے سے کوئی اڑ نہیں سکتا۔ تیرنے کا طریقہ کتاب میں پڑھنے سے کوئی تیر نہیں سکتا، اگر کوئی کتاب لے کر دریا میں تیرنے جائے، کتاب میں لکھا ہو کہ پانی میں ایسے ایسے ہاتھ چلاؤ اور وہ اسی طرح ہاتھ چلائے تو خود بھی ڈوبے گا اور کتاب بھی ڈوبے گی۔ یہی صاحب اگر کسی تیرنے والے سے دوستی کرلیں تو چند دن میں تیرنے لگیں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ کتاب آدمی بننے کا راستہ دکھاتی ہے لیکن آدمی آدمی بناتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو صرف کتب آسمانی نازل ہوتیں۔ انبیاء علیہم السلام نہ بھیجے جاتے لیکن کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ بھی بھیجے گئے۔ جب کتاب نازل ہوئی تو کتاب سمجھانے والے اور کتاب پر عمل کرنے والے پیدا کیے گئے لہٰذا اس عالم کو دیکھ لو جو اللہ والوں سے جڑا ہوا نہیں ہے اس کا علم سر آنکھوں پر لیکن آپ اس کو حریص دنیا پائیں گے، اس کے علم وعمل میں فاصلے ہوں گے۔

استقامت کا امتحان

اس زمانہ میں کیسے معلوم ہو کہ فلاں شخص کو استقامت حاصل ہے۔ استقامت کا امتحان اس وقت ہوتا ہے جب کوئی سامنے خوش قامت ہو۔ اور یہ پھر بھی نہ دیکھے تو سمجھ لو اس کو استقامت حاصل ہے۔ استقامت میں بھی قامت ہے اور خوش قامت بھی قامت ہے۔

اس زمانہ میں استقامت کا سب سے بڑا امتحان یہی ہے کہ جو نظر کو حسینوں سے

Marfat.com

بچالے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کی مرضی پر مستقیم ہے۔ ورنہ جو خوش قامت کو دیکھتا ہے اس کو استقامت کہاں نصیب ہے اس کی تو شامت آئی ہوئی ہے۔

حفاظت نظر کا حکم غیرت جمال خداوندی کا تقاضا ہے

ہمارے ایک دوست تھے، انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم سے اولاد نہیں ہوئی مجھے اجازت دے دو کہ میں ایک شادی اور کرلوں تو بیوی نے کہا کہ ایک شرط ہے کہ دوسری بیوی مجھ سے زیادہ حسین نہ ہو یہ کیا ہے؟ غیرت حسن ہے۔ ایک دنیوی فانی حسن کو یہ پسند نہیں کہ میرا عاشق میرے علاوہ کسی اور سے زیادہ دل لگائے۔ تو نظر کی حفاظت کے حکم میں غیرت جمال خداوندی متقاضی ہے کہ میرے ساتھ مشغول رہو کہاں ادھر ادھر دیکھتے ہو، میرے ہوتے ہوئے غیروں پر نظر کرتے ہو۔ جن اعمال کو ہم نے حرام کیا ان کو کرکے تم ہمارے بننا چاہتے ہو۔ ہماری نافرمانی، ناقدری کر کے تم ہمارے نہیں ہو سکتے۔

دل کی غذا

زبان کی غذا عمدہ ذائقہ، کان کی غذا عمدہ آواز، آنکھوں کی غذا حسین مناظر اور دل کی غذا محبت ہے۔ اگر غذا ناقص ہوگی تو صحت خراب ہو جائے گی۔ دنیا کے تمام محبوب ناقص ہیں۔ مرنے والے ہیں۔ بڑھاپا آنے والا ہے۔ ان کے گال پچکنے والے ہیں۔ آنکھوں پر گیارہ نمبر کا چشمہ لگنے والا ہے۔ کمر جھکنے والی ہے۔ تو جو شخص اپنے دل کو ناقص فانی محبوبوں کی محبت کی ناقص غذا دے گا اس کا دل کمزور، بے کیف اور غموں کی لاتیں کھائے گا اور ہر وقت زوال پذیر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے عاشقین ہر وقت نئی شان رکھتے ہیں کیونکہ اس کا محبوب کامل ہے تو جب دل کو کامل غذا ملے گی تو دل کی صحت کیسی ہوگی۔ ان کے دل کے کیف و سرور کا کیا عالم ہوتا ہے ان کے عالم کو سارا عالم نہیں سمجھ سکتا۔

گناہ کے تقاضوں سے گھبرانا نہیں چاہئے

جس کے دل میں گناہ کے تقاضے حسینوں کے دیکھنے کے تقاضے زیادہ ہوں اس کو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ یہ تقاضے ہی تو اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کا ذریعہ ہیں۔ بس اتنا کرنا ہے کہ ان تقاضوں پر عمل نہ کرو۔ جس سے دل شکستہ ہو جائے گا جو زیادہ عاشق مزاج ہے اور زیادہ نظر بچاتا ہے اس کا دل بار بار شکستہ ہوتا رہتا ہے اور جس کا دل زیادہ ٹوٹتا رہتا ہے اس میں

Marfat.com

اللہ کی تجلیات زیادہ نفوذ کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دل کو اسی لیے توڑتے ہیں کہ جب دل پاش پاش ہو جائے تو میری تجلیات قرب اس کے ذرہ ذرہ میں داخل ہو جائیں گی۔

جب کوہ طور کی ظاہری سطح پر اللہ کی تجلی صمدیت نازل ہوئی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تاکہ میرے اندر بھی اللہ کی تجلی آ جائے اگر یہ ثابت رہتا اور نہ ٹوٹتا تو تجلی اوپر اوپر رہتی اندر داخل نہ ہوتی۔ اسی طرح جو لوگ گناہ سے بچنے کے مجاہدات میں اپنی تمناؤں کا خون کر کے دل کو پاش پاش کرتے ہیں، تجلی قرب ان کے ذرہ ذرہ میں سما جاتی ہے اور ان کی نسبت اولیاء صدیقین کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کی گفتار اس کا کردار اس کی رفتار اور اس کے جینے کے اطوار دلالت کرتے ہیں کہ یہ سینہ میں ایک شکستہ دل رکھتا ہے۔

مدرسین کو حفاظت نظر کا ایک مفید مشورہ

ایک محدث صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں تو بخاری شریف اور مسلم شریف پڑھاتا ہوں لیکن کبھی شرح جامی بھی پڑھانی پڑتی ہے۔ اس میں کثر امارد ہوتے ہیں۔ بعض بہت حسین ہوتے ہیں۔ ان سے کس طرح نظر بچاؤں۔ اس کے لیے مجھے کوئی نسخہ بتائیے۔ میں نے ان کو مشورہ دیا کہ جو لڑکے حسین ہیں انکو داہنے بائیں بٹھایئے اور جو غیر حسین ہوں ان کو سامنے بٹھایئے تو یہ متن بن جائیں گے اور متن ہمیشہ جلی ہوتا ہے اور وہ حاشیہ بن جائیں گے اور حاشیہ عموماً باریک ہوتا ہے اور حاشیہ جب باریک ہوگا تو نفس کو ادراک حسن میں دقت ہوگی۔ اچٹی اچٹی نظر پڑے گی۔ غائرانہ نظر نہیں ہوگی، طائرانہ ہوگی اور ساری توجہ آپ اپنے سامنے رکھیں۔ دائیں بائیں توجہ نہ کریں۔ مولانا اس مشورہ سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے میری مشکل حل کر دی۔

ہم نشین آفتاب حق

سائنسدان کہتے ہیں کہ زحل زہرہ اور مریخ وغیرہ سیاروں میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے چار چاند دیئے ہیں کسی کو چھ چاند دیئے ہیں کسی کو تین اور ہماری دنیا کو ایک چاند دیا کیونکہ یہاں احکام شریعت اللہ تعالیٰ کو نافذ کرنا تھے۔ فرما دیا کہ یہ چاند وقت معلوم کرنے کے لیے ہے تاکہ تم میرے احکام کو بجا لاسکو اور ایک سیارہ عطارد ہے اس کو اللہ نے ایک چاند بھی نہیں دیا چونکہ یہ سورج کے قریب ہے اس لیے یہاں ہر وقت روشنی رہتی ہے۔ اس لیے وہاں چاند کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس سے ایک مسئلہ ثابت ہوا کہ جو لوگ ہم نشین آفتاب حق ہیں، جلیس

Marfat.com

خورشیدِ حق ہیں، وہ حسن کے چاندوں کے محتاج نہیں ہوتے، تخت و تاج و سلطنت پر مائل نہیں ہوتے، دنیا فانی پر نہیں مرتے، جو اللہ کا مقرب ہوتا ہے یہ سب چیزیں اس کے دل میں بے قدر ہو جاتی ہیں۔

بادشاہ اور مزدوری

نظر کی حفاظت پر حلاوت ایمانی کا وعدہ ہے جب کہ بہت سی دوسری بڑی بڑی عبادات پر یہ وعدہ نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر بچانے سے دل کو تکلیف ہوتی ہے اور دل جسم کا بادشاہ ہے اور بادشاہ جب مزدور بن جائے تو اس کی مزدوری زیادہ ہونی چاہئے، نظر بچانے سے جسم کو تکلیف نہیں ہوتی لیکن دل تڑپ جاتا ہے لہٰذا بادشاہ کی محنت پر انعام بھی عظیم عطا فرمایا گیا۔

کڑواہٹ کا انعام حلاوت

آج یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ نظر کی حفاظت پر حضور ﷺ نے حلاوت کا لفظ کیوں ارشاد فرمایا چونکہ نظر بچانے میں نفس کو انتہائی کڑواہٹ محسوس ہوتی ہے لہٰذا اس کڑواہٹ کا انعام حلاوت ہے۔ کڑوی چیز کھا کر فوراً میٹھی چیز کی خواہش ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی امت پر رحم فرمایا کہ چونکہ تم نے کڑواہٹ برداشت کی تو کڑواہٹ کا صلہ ایمان کی حلاوت ملنا چاہئے۔ یہ رحمۃ للعالمین ﷺ کا فیضِ نبوت ہے۔

غلبۂ عظمتِ حق کے آثار کی ایک عجیب تمثیل

اولیاء اللہ مخنث نہیں ہو جاتے بلکہ تقویٰ کی برکت سے وہ بہت زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ گناہ کرنے کی طاقت بھی رہتی ہے لیکن عظمت الٰہیہ کے غلبہ سے اس طاقت گناہ کو استعمال کرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی کہ جنگل میں ایک کھلا ہوا شیر ایک سیاح کے سامنے سو فٹ کے فاصلے پر آ کھڑا ہو گیا اور سیاح کو تاک رہا ہے۔ اتنے میں ایک لڑکی نے کہا کہ میں انٹرنیشنل حسین ہوں، اس سال حسن کے مقابلے میں اول نمبر آئی ہوں۔ آپ ذرہ مجھے ایک پیار کی نظر سے تو دیکھ لیجئے۔ میں اپنا حسن آپ کو گفٹ دیتی ہوں تو وہ کہے گا کہ اس وقت میری نظر اور بصارت سب ختم ہو چکی ہے، میں نامرد نہیں ہوں لیکن اس وقت شیر کی ہیبت اور خوف کی وجہ سے میں اپنے کو استعمال کی طاقت نہیں پاتا۔ گناہ کی طاقت ہے لیکن اس وقت اس کو استعمال کرنے کی طاقت نہیں ہے

Marfat.com

کیوں؟ ہیبت شیر کی وجہ سے۔ جب جان کے لالے پڑتے ہیں تو پھر یہ "لالے" نظر بھی نہیں آتے۔ جب ایک مخلوق کی ہیبت کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا جس کو استحضار ہوگا وہ کس قدر گناہ پر قادر ہو سکتا ہے۔ پس اولیاء اللہ طاقت گناہ رکھتے ہیں لیکن اس طاقت کو استعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

ولایت صدیقیت کی کنجی

اس زمانہ میں ایک ہی عمل کر لیجئے صرف نظر بچا لیجئے۔ اگر اولیاء صدیقین کی آخری سرحد کو نہ چھولو تو کہنا۔ دوستو! اس بھاؤ اللہ کے قرب کا سودا بہت سستا ہے۔ اس کی برکت سے جب دل میں حلاوت ایمانی آئے گی تو ہم کو پورے دین پر عمل کرنے کی توفیق ہو جائے گی۔ یہ عمل کر کے دیکھئے، سلوک کے سارے راستے کھل جائیں گے۔ تمام مسائل حل ہو جائیں گے کیونکہ عاشقوں کو مال کی محبت نہیں ہوتی۔ خدا کا کوئی عاشق کسی کی جیب نہیں کاٹ سکتا۔ چوری بھی نہیں کر سکتا۔ عاشقوں کو حسن پرستی کی ایک بیماری ہوتی ہے کہ حسین شکلوں کو دکھا کر شیطان ان کی نسبت مع اللہ پر پردہ ڈال دیتا ہے لہٰذا اس بے پردگی و عریانی کے زمانہ میں جو یہی ایک عمل کر لے گا لا الٰہ کی تکمیل ہو جائے گی اور جب سب باطل خدا نکل گئے اب سارے عالم میں الا اللہ ہی الا اللہ ہے۔

خلوت مع اللہ کی اہمیت

تنہائی کی عبادت بھی ضروری ہے۔ سرور دو عالم ﷺ کو پہلے خلوت محبوب کی گئی اور غار حرا میں آفتاب نبوت طلوع ہوا۔

غار حرا میں خلوت اور سناٹا تھا لیکن نبوت کا آفتاب وہیں طلوع ہوا مگر آفتاب نبوت ملنے کے بعد پھر کار نبوت میں آپ مصروف ہو گئے۔ پھر آپ کا غار حرا میں جانا تو ثابت نہیں ہے لیکن راتوں میں اللہ کے ساتھ خلوت میں رہے۔ پس جن لوگوں کو خلوتوں کے بعد اللہ تعالیٰ دینی خدمت کا منصب عطا فرمادے ان کے لیے بھی ضروری ہے کہ کچھ وقت خلوتوں میں وہ اللہ کو یاد کر لے کیونکہ خلوت مع الحق فیضان کا ذریعہ بنتی ہے۔ جس کی خلوت میں تلقی انوار نہ ہوگی وہ جلوت میں فیضان انوار نہیں کر سکتا۔ خلوت میں اللہ سے لے اور جلوت میں دے۔ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ خلوت میں اللہ سے اتنا لو کہ تمہارے دل کا مٹکا انوار سے بھر کر چھلکنے لگے تو مخلوق کو چھلکتا ہوا مال دو اپنا مٹکا خالی نہ کرو۔ بعض لوگ رات دن

Marfat.com

مخلوق کے ساتھ تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں لیکن اللہ کو خلوت میں یاد نہیں کرتے۔ ان کی تبلیغ میں برکت نہیں ہوتی لہٰذا ہر شیخ کے لیے خلوت بھی بہت ضروری ہے اور حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اگر ماں اچھی غذا نہیں کھائے گی تو اس کے بچے کمزور رہیں گے۔ جو شیخ تنہائی میں اپنے اللہ کو خوب یاد نہیں کرتا اُس کے مریدین کی نسبت کمزور رہے گی۔ جتنا زیادہ شیخ متقی ہوگا اتنا ہی فیضان اس کے مریدوں پر ہوگا۔

ملاقاتِ دوستاں یعنی ملاقات اہل اللہ کی اہمیت

دوستوں کی ملاقات کی قدر بعض صوفیوں کو نہیں ہے۔ بس غلبہ حال ہے کیونکہ ذکر میں مزہ آ رہا ہے لیکن فہم کی کمی ہے۔ دوستوں کی ملاقات اتنی اہم ہے کہ جنت میں بھی اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں فادخلی فی عبادی کہ جاؤ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو، عبادی میں یا نسبتی ہے یعنی یہ میرے ہیں۔ جو دنیا میں کثرت تعلقات اور کثرت اسباب معاصی اور اسباب شہوات نفس میں رہتے ہوئے بھی یہ نفس کے نہ ہوئے، غیروں کے نہ ہوئے، میرے بن کر رہے تو جب یہ دنیا میں میرے رہے تو میں کیوں نہ ان کو کہوں کہ یہ میرے ہیں۔ میں نے اپنے خاص بندوں کی ملاقات کو مقدم فرمایا اور میں نے جنت کو موخر فرمایا۔ جنت کی نعمت سے زیادہ اللہ والوں کی ملاقات ہے۔ اس لیے اللہ والوں کی ملاقات کو اللہ تعالیٰ مقدم کر رہے ہیں کہ جاؤ پہلے خاص بندوں سے ملو جن کے صدقہ میں تم یہاں آئے ہو۔ اہل اللہ جنت کے مکین ہیں۔ جنت ان کا مکان ہے اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔

اور دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کو یہ مطلوب ہے کہ اہل اللہ کے پاس زیادہ رہو نفلی عبادت کا اتنا اہتمام نہ کرو جتنا اللہ والوں کے ساتھ رہنے کا کرو۔ فرماتے ہیں اللہ والوں کے پاس رہ پڑو۔ علامہ آلوسیؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اتنا ساتھ رہو کہ تم ویسے ہی ہو جاؤ۔ تمہارے دل میں وہی درد آ جائے، آنکھیں ویسی ہی اشک بار ہو جائیں، تمہارے سینہ میں ویسا ہی تڑپتا ہوا دل آ جائے، ویسا ہی تقویٰ تمہیں نصیب ہو جائے۔

اب اس کی دلیل شرعی پیش کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کی آپس میں ملاقات اور ملنا جلنا مقصود نہ ہوتا تو جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی بلکہ یہ حکم ہوتا کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو، دروازے بند کرلو، خلوتوں میں مجھے یاد کیا کرو، نہیں! بلکہ پانچوں وقت مسجد میں جاؤ اور میرے بندوں سے ملو اس میں ملاقات کی اہمیت ہے کہ مسلمان آپس میں ملتے بھی رہیں۔ کوئی باپ نہیں چاہے گا کہ میر بیٹے ہمیشہ الگ الگ رہیں۔ اگر بھائی آپس

Marfat.com

میں ملیں جلیں کھائیں پئیں ایک دوسرے کی دعوت کریں تو ابا خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سات   دن تک تو پنجگانہ ملاقات رکھی لیکن جمعہ کے دن ایک بڑا اجتماع رکھا کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں ہوگا، قریہ کبیرہ میں جاؤ، اس طرح جمعہ میں اور زیادہ مسلمانوں سے ملاقات ہوگئی۔ پھر عید و بقرعید میں اور زیادہ اجتماع بڑھا دیا اور پھر حرمین شریفین حج و عمرہ کے لیے آؤ جہاں سارے عالم کے مسلمان مل جائیں۔ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی ملاقات عظیم نعمت ہے اور عند اللہ مطلوب ہے۔

اہل اللہ کو اہل دل کیوں کہا جاتا ہے؟

مکھی کے پر ہیں لیکن ان پروں کی وقعت کو کسی نے تسلیم نہیں کیا کیونکہ یہ غلاظت پر گرتی ہے اور جو پروانے روشنی پر فدا ہو رہے ہیں ان کے پروں کو پوری کائنات نے تسلیم کر لیا ہے یہ پروانے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ مرنے والوں پر مرتے ہیں ان کو اہل دل نہیں کہا جاتا کیونکہ ان کے دل مٹی پر مٹی ہو کر مٹی ہو چکے ہیں اور جن کے دل اللہ پر فدا ہوگئے ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ اہل دل ہیں۔ میرا فارسی کا شعر ہے۔ ترجمہ: اہل دل وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو دل دیتے ہیں جس نے کہ دل بنایا ہے۔

محبت حق کی ایک علامت

اگر دوسرا بھی اللہ کا نام لے اور کہہ دے اللہ! تو اگر وہ اللہ والا ہے تو اللہ کا نام سن کر اس کے دل پر کیفیت طاری ہو جائے گی کہ آہ کون میرے محبوب کا نام لے رہا ہے اور فرمایا کہ جب میں حج کرنے گیا تو مکہ شریف میں ایک شخص ہندوستان سے آیا تھا جس کے اکلوتے بیٹے کا نام حامد تھا ایک عرب نے اپنے بیٹے کو آواز دی یا حامد! پس ہندوستانی کانپنے لگا۔ اس کو اپنا بیٹا یاد آ گیا۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا عاشق ہو اور اللہ کا نام سن کر مزہ نہ آئے۔

نسبت مع اللہ کی مثال مشک سے

جس ہرن کی ناف میں مشک پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد وہ سوتا نہیں۔ کھڑے کھڑے اونگھ لیتا ہے اس ڈر سے کہ کہیں کوئی شکاری میرا مشک نہ چھین لے۔ اسی طرح جس کے دل کو نسبت مع اللہ عطا ہوتی ہے اس کو پھر غفلت نہیں ہوتی اور وہ ڈرتا رہتا ہے کہ میری نسبت مع اللہ کو نقصان پہنچانے والی شکلیں کہیں قریب نہ آ جائیں کہ دل کا لگاؤ ان کی طرف ہو جائے یا بدنظری نہ ہو جائے اور نسبت مع اللہ کو نقصان پہنچ جائے۔

Marfat.com

انحطاطِ امت کا اصل سبب

بیس ریال کا ایک بڑا صندوقچہ لے لیجئے اس کی کوئی قیمت نہیں لیکن اسی کے اندر ایک چھوٹی ڈبیہ میں ایک کروڑ کا موتی رکھ دو تو اب بڑے صندوقچہ کی قیمت بھی بڑی گئی۔ اب اس بڑے بکسے کی دیکھ بھال اور حفاظت کی جائے گی۔ ہم لوگوں کے اجسام کے جو بڑے بکسے ہیں اس میں ایک چھوٹا سا بکسا دل ہے اس میں جس قدر قوی نسبت ہوتی ہے اسی قدر اس کے جسم کا احترام بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس زمانے میں ہمارے دلوں کے چھوٹے بکسے نسبت مع اللہ کے موتی سے خالی ہو گئے لہٰذا آج ہمارے بڑے بکسوں کی حفاظت نہیں ہو رہی ہے۔ اسی لیے اسرائیل میں ہندوستان میں جہاں دیکھو مسلمان پیٹے جا رہے ہیں۔

قلب کی استقامت کی مثال مقناطیس کی سوئی سے

اللہ والے ذکر اس لیے بتاتے ہیں کہ دل اللہ سے چپک جائے جیسے قطب نما کی سوئی پر ذرا سا مقناطیس لگا دیا تو سوئی ہر وقت شمال کی طرف مستقیم رہتی ہے کیونکہ مرکز مقناطیس شمال کی جانب ہے۔ اللہ والے ذکر اس لیے بتاتے ہیں کہ اس کے قلب کی سوئی پر اللہ کے نور کی تھوڑی سی پالش لگ جائے تو عرش اعظم کا مرکز نور خود اس کو اپنی طرف کھینچے رہے گا۔ اگر اس کے محاذات سے ذرہ بھی پیچھے ہٹے گا تو قلب کی سوئی تڑپ جائے گی جیسے قطب نما کی سوئی کو شمال سے ذرہ سا ہٹاؤ تو تڑپنے لگتی ہے۔ جب رخ صحیح کرتی ہے تو اسے چین ملتا ہے۔ اسی طرح قلب پر جب ذکر کا نور لگ جائے گا اور پھر اللہ کی طرف سے ذرہ سا بھی ہٹے گا تو تڑپ جائے گا۔ جب تک رخ صحیح نہیں کرے گا چین نہیں پائے گا۔

واردات علوم غیبیہ کی مثال

آپ ریڈیو کی سوئی گھماتے ہیں تو کبھی ماسکو سے خبریں آنے لگتی ہیں کبھی ہندوستان

Marfat.com

سے اور ریاض کی طرف سوئی آ گئی تو لبیک اللھم لبیک کی آوازیں نشر ہونے لگتی ہیں۔ اسی طرح جن کے قلب کی سوئی جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے تو عالم غیب سے آوازیں آنے لگتی ہیں۔ علوم غیبیہ وارد ہونے لگتے ہیں۔

اصلی امیر کون ہے؟

جو اللہ کے طالب ہیں وہ یہ نہ سوچیں کہ ہم غریب ہیں، میں واللہ کہتا ہوں کہ جس کے دل میں اللہ ہے اس سے بڑھ کر کوئی امیر نہیں ہے اور جس ظالم بادشاہ کے پاس اللہ نہیں ہے اس سے بڑھ کر کوئی مسکین اور یتیم نہیں ہے۔ جن چیزوں پر ان کو ناز ہے مرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ قبر میں ان کے جنازہ کے ساتھ کون جاتا ہے لیکن اللہ والے اپنے اللہ کو ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ انشاء اللہ زمین کے نیچے بھی ان سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب زمین کے اوپر تم تعلقات میں گھرے ہوئے تھے اس وقت تم نے ہمیں فراموش نہیں کیا۔ اب جب تم اکیلے آئے ہو، بیوی بچوں نے کاروبار و تجارت نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا اب میں تمہیں تنہا کیوں رکھوں۔ زمین کے اوپر بھی اللہ ساتھ اور زمین کے نیچے بھی، برزخ اور میدان محشر میں بھی اور جنت میں بھی انشاء اللہ۔

ہلکے حسن سے زیادہ احتیاط

اطباء کہتے ہیں کہ تیز بخار اتنا مضر نہیں جتنا ہلکا بخار مضر ہوتا ہے کیونکہ آدمی اس کی فکر نہیں کرتا اور آہستہ آہستہ وہ ہڈی میں اتر جاتا ہے۔ ایسے ہی بہت شدید حسن اتنا مضر نہیں جتنا کم حسین مضر ہوتا ہے کیونکہ اس کی طرف سے بے فکری ہوتی ہے اور اس کا نمک آہستہ آہستہ دل میں داخل ہو جاتا ہے اور آخر کار اس کے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ باتیں جو یہ فقیر پیش کر رہا ہے آپ دنیا میں کم سنیں گے کیونکہ اس میں طبی معلومات کو بھی دخل ہے۔

صحبت اہل اللہ کی عبادت سے افضل ہونے کی وجہ

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ایک شاعر نے جو کہا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت سو سال کی اخلاص والی عبادت سے بہتر ہے یہ اس نے کم کہا ہے اللہ والوں کی صحبت ایک لاکھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے اللہ ملتا ہے اور کثرت عبادت سے ثواب ملتا ہے اور اہل اللہ کی صحبت کی عبادت سے افضل ہونے کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ جو کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے تو اس کو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ حلاوت ایمانی عطا فرمائیں گے اور حلاوت ایمانی جس کو نصیب ہوگی اس کا خاتمہ ایمان پر ہونے کی بشارت ہے۔ دیکھئے اس محبت للّٰہی پر کسی ثواب کا وعدہ نہیں فرمایا گیا بلکہ حلاوت ایمانی عطا فرمائی کہ ہم اسے مل جائیں گے۔

صحبت شیخ سے کیا ملتا ہے؟

ایک عالم نے مجھ سے سوال کیا کہ ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے سے ایک حج قبول کا ثواب ملتا ہے تو اپنے شیخ کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ میرے قلب کو فوراً اللہ تعالیٰ نے یہ جواب عطا فرمایا کہ ماں باپ کو دیکھنے سے کعبہ ملتا ہے اور مرشد کو دیکھنے سے کعبہ والا ملتا ہے۔ رب الکعبہ ملتا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ والوں کی پہچان یہی ہے کہ ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔ ان کی صحبت سے اصلاح ہوتی ہے۔ اصلاح کے لیے انسان چاہئے اسی لیے پیغمبر بھیجے جاتے ہیں۔ اگر کعبہ شریف میں اصلاح کی شان ہوتی تو تین سو ساٹھ بت کعبہ کے اندر رکھے ہوئے نہ ہوتے۔ نبی اور پیغمبر اصلاح کرتا ہے پھر کعبہ شریف کی تجلیات نظر آتی ہیں ورنہ کفر کے موتیا سے جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہیں وہ کعبہ کے انوار کیا دیکھے گا۔

اہل اللہ سے تعلق کے برکات کی ایک مثال

ایک تالاب میں مچھلیاں ہیں اور دوسرا تالاب مچھلیوں سے خالی ہے۔ اگر وہ خالی تالاب چاہتا ہے کہ مجھے بھی مچھلیاں مل جائیں تو مچھلیوں کے تالاب سے اپنی سرحد ملا لے اب جب پانی کی سرحدیں مل گئیں اور فاصلے ختم ہو گئے تو یہ تالاب بھی مچھلیوں سے محروم نہیں رہے گا۔ بس اللہ والوں کے دل سے اپنا دل ملادو انشاء اللہ تعالیٰ اس اللہ والے کا تقویٰ، خوف، خشیت، محبت اور نسبت مع اللہ خود بخود آپ کے دل میں منتقل ہو جائے گی۔ خود آپ کو تعجب ہوگا اور عالم بھی متحیر ہوگا کہ یہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔

نفع کے لیے مناسبت ضروری ہے

اس راہ میں مناسبت بہت ضروری ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ جیسے بلڈ گروپ ملانا ضروری ہے۔ اگر کسی بادشاہ کو خون کی ضرورت ہے اور ایک سبزی بیچنے والے کے خون کا گروپ اس سے ملتا ہے تو ڈاکٹر یہی کہے گا کہ اس سبزی فروش کا خون چڑھوالو۔ اگر بادشاہ کہے کہ میں تو بادشاہ ہوں میری توہین ہو جائے گی کہ میرے خون میں سبزی والے کا خون چڑھایا جائے میرے لیے محمد علی کلے کو بلاؤ تو ڈاکٹر کہے گا کہ

Marfat.com

جناب آپ کا بلڈ گروپ اس سے نہیں مل رہا ہے۔ محمد علی کلے کا خون چڑھتے ہی آپ بے کلی میں مبتلا ہو جائیں گے لہٰذا شیخ کی شہرت کو نہ دیکھو اپنی مناسبت کو دیکھو۔

فیوض و برکات شیخ کی عجیب مثال

بعض لوگوں نے کہا کہ تمہاری تقریر میں عشق و محبت کا رنگ ہوتا ہے اور تمہارے شیخ کی تقریر کا دوسرا رنگ ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ سنو پاور ہاؤس سے بجلی سفید رنگ کی آتی ہے لیکن جس بلب میں جو رنگ ہوتا ہے اسی رنگ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ میرے شیخ ہر دوئی کے فیوض کی تجلی میرے بلب میں آ کر ہری ہو جاتی ہے۔ کیونکہ میرا بلب بچپن سے رنگین اور گرین ہے۔ یہ سب شیخ ہی کا فیض ہے، کٹ آؤٹ لگا ہوا ہے ورنہ ابھی کٹ آؤٹ پھٹ جائے تو سب نور گٹ آؤٹ ہو جائے گا۔ اللہ کی بارگاہ میں مقبولیت ہی ختم ہو جانے کا خطرہ ہو جائے۔ سب شیخ کا فیض ہوتا ہے۔ اس کی دعاؤں کا صدقہ ہوتا ہے۔

صحبت کی اہمیت پر ایک علم عظیم

جب حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا تو کیا صحابہؓ کو اجازت ملی کہ تم میرے گھر سے چمٹے رہنا۔ کعبہ سے زیادہ رسول اللہ کے فیض کو اللہ نے اہمیت دی کہ جہاں میرا نبی جا رہا ہے سب جاؤ۔ ایک بھی یہاں نہیں رہے گا اور پھر مکہ شریف فتح ہو جانے کے بعد بھی اللہ نے اجازت نہیں دی کہ اب تو مکہ شریف فتح ہو گیا، اب تکلیف وہ ماحول نہیں رہا اب تم واپس آ جاؤ اور تم میرے کعبہ سے چمٹے رہو۔ نہیں میرے نبیؐ کے قدموں سے چمٹے رہو۔ اللہ تم کو نبیؐ سے ملے گا۔ اسے صحبت کی اہمیت ظاہر ہے۔ ایک عالم نے مکہ شریف میں میرے شیخ سے پوچھا کہ بعد عصر حضرت شیخ الحدیثؒ کی مجلس ہوتی ہے تو میں مجلس میں حاضر ہوا کروں یا طواف کیا کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر کسی کی آنکھ میں تکلیف ہو تو وہ پہلے ڈاکٹر کے پاس جائے گا یا تلاوت کرے گا؟ اہل اللہ کی برکت سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور دل رذائل سے پاک ہوتا ہے پھر صاف دل سے کعبہ کی تجلیات کچھ اور نظر آتی ہیں۔ جب گھر والے سے محبت ہوگی تب گھر کچھ اور نظر آئے گا۔

زیادہ سننے اور کم بولنے کا ایک دلچسپ نکتہ

اللہ نے زبان ایک دی ہے اور کان دو دیئے ہیں لہٰذا شیخ کی سنو زیادہ اور بولو کم۔ حضرت فرماتے ہیں کہ شروع میں سالک کو بالکل شیخ کی بات سننی چاہئے۔ جب بچے پیدا

Marfat.com

ہوتے ہیں تو ان کو زبان نہیں دی جاتی لیکن سنتے سنتے پھر وہ بالکل ماں باپ جیسی گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ جو شیخ کے حضور میں سراپا کان بن جاتا ہے اور دل کے کان سے بھی سنتا ہے ایک دن پھر وہ شیخ کی طرح بولنے لگتا ہے اور شیخ کا دردِ دل بھی پا جاتا ہے۔

نسبتِ شیخ فنائیت کاملہ سے حاصل ہوتی ہے

مثل مشہور ہے کہ گدھا اگر نمک کی کان میں گر جائے تو نمک بن جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گدھا جب نمک میں گرتا ہے تو کچھ دن بعد مر جاتا ہے تب نمک بنتا ہے جب تک سانس لیتا رہے گا گدھے کا گدھا ہی رہے گا۔ ہم شیخ کے پاس جا کر بھی اپنی انا کو باقی رکھتے ہیں اگر انا کو فنا کر دیں تو جیسا شیخ ہے ویسے ہی ہو جائیں گے۔ اس کی ساری نسبت منتقل ہو جائے گی۔

ہے عجم اس کا پھر مدینے میں

اے اہلِ عجم! اگر ہم تقویٰ اختیار کر لیں تو سنت کی اتباع کی برکت سے ہمارا عجم بھی عرب ہو جائے۔

جو لوگ سنت کے متبع ہیں سمجھ لو کہ ان کا عجم بھی مدینہ پاک میں ہے اور حضور ﷺ ان سے خوش ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ایک شخص روزانہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کرتا ہے لیکن زندگی سنت کے خلاف گزارتا ہے۔ حضور ﷺ اس سے ناراض ہیں اور ایک شخص کو کبھی زیارت نہیں ہوتی لیکن ایک ایک سنت پر جان دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ اس سے خوش ہیں۔ محض زیارت سے کیا ہوتا ہے کیونکہ ابو جہل بھی تو دیکھتا تھا۔ بیداری میں دیکھنے والوں کو کیا ملا جن کو اتباعِ سنت نصیب نہیں ہوئی۔ بس اس کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا کوئی عمل سنت کے خلاف نہ ہو۔

محبت کی کرامت

جب مکہ شریف فتح ہو گیا تو انصار مدینہ نے عرض کیا کہ ہمیں خطرہ ہے کہ آپ پھر دوبارہ یہاں تشریف نہ لے آئیں اور ہم آپ کی صحبت سے محروم ہو جائیں۔ اے اللہ کے نبی ﷺ آپ ہم سے ہماری جان لے لیں، ہمارا مال لے لیں، آبرو لے لیں، ہم اپنی پوری کائنات آپ پر فدا کرتے ہیں مگر آپ پر ہم سخی نہیں ہیں۔ آپ پر ہم انتہائی بخیل ہیں۔ سبحان اللہ! لفظ بخیل کا اتنا بہترین استعمال پوری کائنات میں صحابہ کے علاوہ اور کون کر سکتا تھا۔ آپ

Marfat.com

نے فرمایا کہ میں نے وحی الٰہی سے ہجرت کی ہے۔ اے انصار مدینہ اللہ کا یہی حکم ہے کہ میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔ یہ محبت کی کرامت ہے کہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کی اور اپنا جان و مال فدا کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہمیشہ کے لیے انہیں دے دیا۔

معیت صادقین کے دوام و استمرار پر استدلال

اللہ تعالیٰ نے کونوا مع الصادقین فرمایا ہے اور کونو امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں تجدد استمرار کی صفت ہوتی ہے۔ جس کا مطلب ہوا کہ استمراراً ''اور دواماً'' اہل اللہ کے ساتھ رہو، کوئی زمانہ اہل اللہ سے مستغنی نہ رہو، لہٰذا اگر کسی کے شیخ کا انتقال ہو جائے تو اس کو فوراً دوسرے شیخ سے تعلق کر لینا چاہئے، جیسے ڈاکٹر کا انتقال ہو جائے تو طبعی غم ہونا ہی چاہئے لیکن اب اس کی قبر پر جا کر کوئی انجکشن لگوا سکتا ہے؟ فوراً دوسرے ڈاکٹر تلاش کرتے ہیں۔ اسی طرح جب شیخ کا انتقال ہو جائے تو اپنی اصلاح کے لیے دوسرا شیخ تلاش کیجئے۔ جس طرح جسمانی علاج زندہ ڈاکٹر ہی کر سکتا ہے روحانی اصلاح زندہ شیخ سے ہی ہوتی ہے۔

مطلوب حقیقی رضاء حق ہے

الحمد للہ! ہم بلد رسولؐ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا دین پھیلانا اتنا پسند ہے کہ ہجرت کرا کے کعبہ شریف کا ایک لاکھ کا ثواب چھڑوایا کہ میرا اسلام کمپیوٹرائزڈ مذہب نہیں ہے عاشقانہ مذہب ہے۔ ثواب کو مت دیکھو مجھ پر مرو، میں خوش ہو جاؤں تو تمہیں سب کچھ مل گیا۔ میرا خوش ہونا تمہارے کروڑوں ثواب سے بہتر ہے اور ایک کروڑ ثواب کے ساتھ اگر میں کسی بات پر ناراض ہو گیا تو کہاں جاؤ گے، لہٰذا ثوابوں کی جوڑ باقی نہ کرو، یہ دیکھو کہ میرا حکم ہے کہ چلے جاؤ،، وہاں سے میرا دین پھیلے گا۔ ہمیں وہ زمین عزیز ہے جہاں ہماری محبت کا نشر فی العالم ہو۔ مولانا رومیؒ کتنے پیارے شخص ہیں فرماتے ہیں۔

اے دنیا والو! دونوں جہان میں جلال الدین رومیؒ کو وہ زمین سب سے زیادہ پسند ہے کہ جہاں میرے سر کا اللہ کی محبت سے سودا ہو رہا ہو۔

گناہوں کی کڑواہٹ

ایک بزرگ نے عجیب بات فرمائی کہ جب بچہ دو سال کا ہو جاتا ہے اور اب ماں کا دودھ پینا اس کے لیے ختم ہو گیا تو ماں اپنی چھاتیوں پر نیم کی پتیاں پیس کر لگا دیتی ہے۔ اب بچے کو دودھ کڑوا معلوم ہوتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت سے گناہوں کے

Marfat.com

پستانوں پر آخرت کے عذاب اور قیامت کے یقین کی کڑوی پتیاں لگ جاتی ہیں پھر گناہ کڑوے معلوم ہوتے ہیں۔ پھر اگر مفت میں بھی گناہ ملے تو وہ قبول نہیں کرتا۔

آغوشِ رحمتِ حق اصل پناہ گاہ ہے

جس طرح ایک بچہ اپنی ماں کے سینہ سے لگ کر دودھ پیتا رہتا ہے اس کو اگر کوئی ماں کی گود سے چھیننا چاہے تو بچہ دونوں ہاتھ سے اپنی ماں کی گردن کو پکڑ لیتا ہے اور اپنی طاقت سے ماں سے اور چمٹ جاتا ہے کہ کوئی مجھے ماں سے جدا نہ کردے۔ بس جب کوئی گناہ کے اسباب پیدا ہوں تو اپنے قلب و جاں سے اللہ سے چمٹ جایئے اور فریاد کیجئے کہ اے اللہ مجھے بچایئے، یہ شکلیں مجھے آپ کے قرب سے دور کرنا چاہتی ہیں۔ اور جب بچہ چلّاتا ہے تو ماں اپنے بچہ کے لیے جان کی بازی لگا دیتی ہے لیکن ماں کی گود سے بچے چھینے جا سکتے ہیں کیونکہ وہ کمزور ہے لیکن اللہ کی حفاظت کی گود سے کوئی نہیں چھین سکتا، اللہ سے رو کر فریاد کر کے تو دیکھئے پھر دیکھئے کیسے مدد آتی ہے۔

نسبت کی علامت اور اس کی چند مثالیں

فرمایا کہ حکیم الامت کی تحقیق ہے کہ خدا جس کو نسبت عطا کرتا ہے اس کو خود احساس ہوجاتا ہے کہ آج میں صاحب نسبت ہوگیا جیسے کوئی بالغ ہو جاتا ہے تو اس کو پتہ چل جاتا ہے۔ کہ میری رگ رگ میں ایک نئی جان آ جاتی ہے۔

اور دوسری مثال یہ ہے کہ جس ہرن میں مشک پیدا ہو جاتا ہے اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ میرے نافے میں مشک پیدا ہو گیا ہے۔ پھر وہ سوتا نہیں کھڑے کھڑے اونگھ لیتا ہے اور چوکنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی میرا مشک نہ چھین لے اسی طرح جس کو نسبت مع اللہ عطا ہو جاتی ہے وہ ہر دم اپنے قلب ونظر کو بچاتا ہے ہر وقت چوکنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی حسین نہ آ جائے جو میرے ایمان کو چھین لے۔

جس کو اپنے قلب کی پاسبانی کی توفیق نہ ہوگی سمجھ لو کہ ابھی اس کے دل کو نسبت کا مشک عطا نہیں ہوا۔ میرے ایک دوست نے کہا جس مکان میں دولت ہوتی ہے اس کو مضبوط تالا لگاتے ہیں۔ جس کے دل میں نسبت مع اللہ کی دولت ہوتی ہے وہ آنکھوں کا تالہ لگاتا ہے یعنی نظر کی حفاظت کرتا ہے اور جو نظر کی حفاظت نہیں کرتا یہ دلیل ہے کہ اس کا دل ویران ہے، اس میں نسبت کا خزانہ نہیں۔

Marfat.com

کیفیت عطا نسبت اور اس کی مثال

نسبت اچانک عطا ہوتی ہے بتدریج عطا نہیں ہوتی جیسے جب کوئی بالغ ہوتا ہے تو یہ نہیں کہتا ہے آج میں ایک آنہ بالغ ہو گیا، کل دو آنہ ہوا، پرسوں چار آنہ بالغ ہوا، بلکہ ایک سیکنڈ میں بالغ ہوتا ہے۔ ایسے ہی نسبت خاصہ آن واحد میں عطا ہوتی ہے۔ البتہ جس طرح بچہ غذا کھاتا رہتا ہے جس سے رفتہ رفتہ جسم میں طاقت آتی ہے اور بالغ ہونے میں وقت لگتا ہے لیکن جب بالغ ہوتا ہے تو اچانک ہوتا ہے اسی طرح جو وقت لگتا ہے وہ ذکر میں لگتا ہے رفتہ رفتہ روح میں ذکر کے انوار سے طاقت آتی رہتی ہے۔ پھر اپنے وقت پر نسبت مع اللہ اچانک عطا ہو جاتی ہے۔

اس کی ایک مثال اور بھی ہے کہ جیسے کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ رک جاتا ہے پھر کھٹکھٹانے لگتا ہے آخر گھر والے کو رحم آ جاتا ہے اور اچانک دروازہ کھول کر سامنے آ جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ پہلے تھوڑا سا سر نکالے پھر کان، پھر ہاتھ نکالے، اسی طرح نسبت بھی اچانک عطا ہوتی ہے تدریجاً نہیں۔

پیمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم کسی دروازہ کو برابر کھٹکھٹاتے رہو گے تو ایک دن ضرور دروازہ کھلے گا اور دروازہ سے کوئی سر ضرور نمودار ہوگا۔ جو لوگ اللہ اللہ کر رہے ہیں وہ گویا اللہ کے دروازہ کو کھٹکھٹا رہے ہیں۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ (جس کو ذکر کی توفیق ہوگئی گویا وہ اللہ کے دروازہ تک پہنچ گیا) بس ایک دن اللہ کو رحم آ جائے گا کہ میرا بندہ کتنے دن سے میرا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تری نظر
تُو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

ہمارا کام اللہ اللہ کرنا ہے، اپنا دروازہ کھول کر اپنا نور نسبت داخل کرنا اس کا کام ہے۔

طریق وصول الی اللہ کی تمثیل ہوائی جہاز سے

اللہ کا راستہ جلد طے کرنے کے لیے اور اللہ والا بننے کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں جس طرح ہوائی جہاز اڑانے کے لیے چند چیزیں ضروری ہوتی ہیں۔

(1) رن وے ہو، اسی طرح اللہ تک پہنچنے کے لیے شریعت و سنت کا راستہ ہو۔ یہ اس کا رن وے ہے۔

Marfat.com

(2) ہوائی جہاز کا پائیلٹ ہو۔ یہ پیر ہے۔ کسی سچے مرشد سے تعلق قائم کیجئے۔

(3) پائیلٹ مخصوص ہو، پیٹو اور چکر باز نہ ہو ورنہ بجائے جدہ لانے کے ماسکو لے جائے گا۔ جعلی پیر جنت کے بجائے دوزخ پہنچا دے گا۔

(4) جہاز ٹیک آف کرنے کے لیے پٹرول بہت زیادہ چاہیئے کیونکہ جہاز مٹی کے اجزاء سے ہے، لوہا پیتل وغیرہ یہ سب زمین کی چیزیں ہیں اور ہر چیز اپنے مرکز اور مستقر سے وابستہ رہنا چاہتی ہے۔ لہٰذا جہاز کو اس کی فطرت کے خلاف فضا میں اڑانے کے لیے بہت زیادہ پٹرول کی ضرورت ہے۔ جسم مٹی کا ہے، اپنے فطرت سے یہ مٹی کی چیزوں پر فدا ہونا چاہتا ہے۔ اس کو اللہ کی طرف اڑانے کے لیے محبت کا بہت زیادہ پٹرول چاہیئے۔ اتنی زیادہ اسٹیم ہو کہ ہم اڑ جائیں۔

محبت کی یہ اسٹیم اہل اللہ کی مصاحبت، ذکر اللہ پر مداومت، نفس کی مخالفت یعنی گناہ اوراسباب گناہ سے مباعدت سے نصیب ہوتی ہے۔ اس کے بعد پانچویں شرط یہ ہے کہ جہاز کے پٹرول کی ٹینکی پر جہاں اسٹیم بن رہی ہے، کوئی دشمن فائر کر کے سوراخ نہ کردے ورنہ جہاز کے پرخچے اڑ جائیں گے لہٰذا بد نظری کے شیطانی زہریلے تیر سے روح کے جہاز میں سوراخ نہ ہونے دیجئے کسی حسین کو مت دیکھیے دل میں غیر اللہ کا کوئی وہم نہ آنے دیجئے۔ گناہ کا ارتکاب کرنا قلب و روح کے جہاز میں جو خدا کی طرف اڑا رہا ہے سوراخ کرنا ہے جس سے ساری ترقی خاک میں مل جائے گی اور اللہ تک پہنچنا ناممکن ہو جائے گا۔

ناقابلِ بیان لذت

اپنے خزانہ نمک سے ایک ذرہ نمک لیلیٰ کے چہرہ پر ڈال دیا اور قیس پاگل ہوگیا تو خود وہ مولائے کائنات جو سارے عالم کی لیلاؤں کو نمک عطا فرماتا ہے، جو کسی کے قلب میں نسبت خاصہ متجلی ہوتا ہے تو اس کے قلب کے عالم کا کیا عالم ہوتا ہے اس کو کوئی بیان نہیں کرسکتا۔

اہل اللہ کی خوشبوئے نسبت مع اللہ کا ادراک

اگر ذوق صحیح ہو تو اللہ والوں کے پاس جنت کا مزہ آنے لگتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا مزہ آنے لگتا ہے۔ جہاں عطر والا ہو اور عطر کو چھپائے ہوئے ہو تو بھی عطر کی خوشبو چھپ نہیں سکتی، جیب سے باہر چلی جاتی ہے۔

اللہ والے لاکھ چھپائیں مگر ان کے قلب میں نسبت مع اللہ کی جو خوشبو ہے وہ ظاہر ہو

Marfat.com

کے رہتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ ذوق صحیح ہو جس کے ناک میں زکام سے سڑا ہوا بلغم ہو اس کو گلستان میں بھی بدبو ہی محسوس ہوگی۔ اس لیے جن کے دل میں گناہوں کا، دنیا کی محبت کا سڑا ہوا بلغم ہو وہ اللہ والوں سے بیزار رہتے ہیں کیونکہ اپنے باطن کی بدبو سے ان کو اللہ والوں کے پاس اللہ کی خوشبو محسوس نہیں ہوتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کے لیے تقویٰ کا حکم دیا ہے کہ گناہوں کی گندگی میں تم میری خوشبو کو محسوس نہیں کر سکتے ہو اور میں لطیف ہوں، گندی حالت میں تم کو کیسے پیار کروں یعنی قربِ خاص میں، نسبت خاصہ گناہوں کی حالت میں نصیب نہیں ہو سکتی۔

تکمیل لا الٰہ

اللہ جب ملتا ہے جب لا الٰہ کی تکمیل ہو۔ جو غیر اللہ سے جان نہ چھڑا سکا وہ کیسے اللہ کو پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کلمہ اور ایمان کی بنیاد میں لا الٰہ کو مقدم کیا ہے کہ میں خالق عطر ہوں لیکن تم غیر اللہ کی نجاست اور غلاظت کے ساتھ میری خوشبوئے قرب چاہتے ہو۔ یہ ناممکن ہے پہلے لا الٰہ کی تکمیل کرو، پتھروں کے الٰہ سے تو تم کلمہ کی برکت سے بچ گئے لیکن جو چلتے پھرتے الٰہ ہیں، یعنی حسین صورتیں ان سے تم نے کیا اپنے دل کو بچایا۔ یہ بھی الٰہ باطل ہیں۔

اور اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ (ترجمہ: اے محمد کیا آپ نے ان کو دیکھا ہے جو اپنے نفس کی خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں) اللہ تعالیٰ غضِ بصر کا حکم دے رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بدنظری کو آنکھوں کا زنا فرما رہے ہیں لہٰذا یہ حسین شکلیں بھی الٰہ باطل ہیں، ان کو بھی دل سے نکالو تب لا الٰہ کی تکمیل ہوگی اور تکمیل لا الٰہ سے اللہ کی تجلیات سے تمہارا قلب محروم نہ رہے گا۔

تقویٰ کا مفہوم

فرمایا کہ تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، ان باتوں کے تقاضوں کے باوجود ان پر عمل نہ کر کے بندہ غم اٹھا لے اور غمِ حسرت کھا لے اسی کا نام تقویٰ ہے اور اسی سے اللہ ملتا ہے۔

ظرافت میں فیضانِ علوم

ایک ساتھی نے پوچھا کہ بلبل پھول پر اور پروانہ چراغ پر فدا ہے تو ان دونوں میں افضل کون ہے۔ میں نے کہا کہ دونوں جانور ہیں۔ اس جواب پر اتنا ہنسے کہ ہنسی رک نہیں رہی تھی۔ افضل اور غیر افضل ہونے کے لیے کم از کم انسان تو ہونا چاہئے۔ انسان ہو، مومن ہو، متقی ہو، عالم ہو تو اس میں پوچھا جائے کہ مثلاً یہ عالم افضل ہے یا وہ عالم افضل ہے۔ اسی لیے

Marfat.com

میں نے جواب دیا کہ دونوں جانور ہیں ولی اللہ نہیں ہیں۔ ولی اللہ ہونے کے لیے انسان ہونا شرط ہے۔ پھر ایمان شرط ہے۔ پھر تقویٰ شرط ہے۔ اسی لیے فرشتوں کو متقی کہنا جائز نہیں۔ فرشتے معصوم ہیں بے گناہ ہیں لیکن متقی وہ ہوتا ہے کہ دل میں گناہ کا تقاضا پیدا ہو پھر اس تقاضے کو روکنے کا غم اٹھائے اور اللہ کو ناراض نہ کرے اور فرشتوں کو گناہ کا تقاضا ہوتا ہی نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام اگر دنیا میں آ جائیں اور معلوم ہو کہ ایک لڑکی حسن میں دنیا بھر میں اوّل آئی ہے تو ان کو ذرا بھر اس کو دیکھنے کا تقاضا نہ ہوگا۔ اب یہاں افضل اور غیر افضل کا سوال ہو سکتا ہے؟ تو حضرت نے لکھا ہے کہ خواص مومنین خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور عوام مومنین عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔

الحاق بالصالحین کی کرامت

لوگ کہتے ہیں کہ بزرگانِ دین کے پاس جانے سے کیا ہوتا ہے۔ کعبہ شریف کے آس پاس جہاں بیت الخلاء تھے، آج مسجد الحرام کی توسیع میں وہ توڑ پھوڑ کر کعبہ شریف میں داخل کر دیئے گئے اور الحاق کی برکت سے آج اسی زمین پر ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کا مل رہا ہے۔ اور وہ اللہ کا گھر قرار دیا جا رہا ہے۔ تو جب بیت الخلاء جیسی نجس اور غلیظ اور حقیر چیز بیت اللہ شریف سے ملحق ہو کر بیت اللہ کا جزو بن سکتی ہے تو کیا انسان اللہ والوں سے مل کر اللہ والا نہیں بن سکتا؟ یہی راز ہے کونو مع الصادقین کا کہ تم اہل اللہ سے الگ نہ رہو۔ الحاق بالصالحین میں تاخیر مت کرو۔ اپنی تنہائی کی عبادت پر ناز مت کرو۔ اگر بیت الخلاء الگ رہتا اور بیت اللہ سے ملحق نہ ہوتا تو ہمیشہ بیت الخلاء ہی رہتا لیکن الحاق کی برکت سے اس خراب زمین کی قیمت بڑھ گئی ہے پس اگر تم نالائق ہو لیکن اگر لائقوں کے ساتھ رہو گے تو ہم تمہاری نالائقی کا ''نا'' ہٹا دیں گے اور تم لائق ہو جاؤ گے اور تمہاری قیمت بڑھ جائے گی۔

گناہ کی دو تکلیفیں

گناہ کرنے سے بندے کو، عاشق باوفا کو دو تکلیفیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ غم ہوتا ہے کہ مجھ سے کیوں نالائقی ہوئی اور میں نے اپنے پالنے والے کو کیوں ناراض کیا؟ دوسرے ہر گناہ سے پہلے روح کو تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ گناہ سے بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ ماں باپ سے دوری باعث غم ہے یا نہیں تو اصلی پالنے والا تو اللہ ہے اس حقیقی پالنے والے کی دوری سے کس قدر غم ہوگا جبکہ ماں باپ اصلی پالنے والے نہیں، متولی ہیں۔ پالنے کے لیے اللہ

Marfat.com

کی طرف سے ان کو متولی بنایا گیا ہے اگر ماں باپ ہی اصلی پالنے والے ہوتے تو ان کے مرنے کے بعد بچے کو مرجانا چاہیے تھا۔ ماں باپ کی موت کے بعد بچوں کی موت لازمی ہوتی لیکن جب ماں باپ نہیں ہوتے تو بھی بچہ پل جاتا ہے کیونکہ اصلی پالنے والا زندہ ہے لہٰذا آپ دیکھتے ہیں کہ کتنے یتیم بچے اپنے ماں باپ کے زمانہ پرورش سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی پرورش پا جاتے ہیں۔

گناہ کی تکلیفوں کا مداوا

تو اللہ تعالیٰ نے لفظ رب نازل فرمایا کہ اگر تم سے نالائقی ہوگئی اور گناہ سے تم کو دو غم ہوئے ایک تو میری ناراضگی کا غم اور دوسرے تمہاری روح کو تکلیف ہوئی کہ اپنے پالنے والے سے الگ ہو گئے۔ جیسے لائق بیٹا ماں باپ سے جدا ہوتا ہے تو اسے غم ہوتا ہے تو میں لفظ رب نازل کر رہا ہوں کہ دیر نہ کرو اپنے پالنے والے سے معافی مانگ لو تو اللہ تعالیٰ نے ہماری دونوں تکالیف دور کرنے کا اس استغفار میں انتظام فرمادیا کہ معافی مانگ کر تم اپنے پالنے والے سے پھر قریب ہو جاؤ گے۔ گناہ سے جو دوری ہوئی تھی استغفار کی برکت سے تمہاری دوری حضوری میں بدل جائے گی اور گناہ سے تمہاری روح کو جو پریشانی اور بے قراری تھی، جب استغفار کرو گے، اللہ سے مغفرت کی بھیک مانگو گے اپنی بخشش مانگو گے تو کیا ہوگا؟ وہ پریشانی سکون سے بدل جائے گی کیونکہ ہر نیکی اللہ سے قریب کرتی ہے اور ہر گناہ اللہ سے دور کرتا ہے۔ نافرمانی کا اللہ سے دور کرنا یہ کون سی باریک بات ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔ ہر بندہ جانتا ہے کہ گناہ سے اللہ سے دوری ہو جاتی ہے لہٰذا استغفرو نازل فرمایا کہ اے میرے بندو مجھ سے معافی مانگتے رہو فی الحال بھی اور آئندہ بھی یعنی فی الحال بھی امید دلا دی اور مستقبل کی بھی امید دلا دی کہ اگر آئندہ بھی تم سے کوئی خطا ہو جائے تو معافی مانگ لینا کیونکہ مضارع کے اندر حال اور استقبال دونوں زمانہ ہوتے ہیں اور رب نازل کر کے اور زیادہ امید دلا دی کہ میں تمہارا پالنے والا ہوں۔ پالنے والا جلد معاف کر دیتا ہے اور گناہ سے جو تکلیف اور جو دوری ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے لذت سے بدل دیا کہ جب کہو گے کہ اے میرے پالنے والے کیا قرب نہیں ہوگا؟

رحمت کے چار معنی

حضرت حکیم الامت نے رحمت کی چار تفسیریں کی ہے کہ اے اللہ اب جب ہم نے

Marfat.com

آپ سے معافی مانگ لی تو چار قسم کی رحمت عطا فرمایئے۔

(1) توفیق اطاعت، عبادت اور فرمانبرداری کی توفیق دے دیجئے۔

(2) فراخیٔ معیشت، میری روزی بڑھا دیجئے، گناہ کی وجہ سے جو روزی میں برکت نہیں تھی، اب روزی میں برکت ڈال دیجئے۔

(3) بے حساب مغفرت کا فیصلہ فرما دیجئے۔

(4) دخول جنت، جنت میں داخلہ دیجئے، یہ چار معنی ہیں رحمت کے۔

توبہ کرنے والا بھی اللہ کا محبوب ہے

بعض گناہ گاروں کو شیطان بہکاتا ہے، مایوس کرتا ہے کہ تم سے اللہ کیسے محبت کرے گا کہ تم نے تو دھندہ بنا رکھا ہے گناہ کا اور دھندہ بھی کیسا جو کبھی مندہ نہیں ہوتا تو کیسا بندہ ہے تو اس کا جواب سرور دو عالم ﷺ نے دیا کہ اللہ محبوب رکھتا ہے اور آئندہ بھی محبوب رکھے گا اس بندہ کو جو مومن ہے اور کیسا مومن ہے جس سے بار بار گناہ ہو جاتا ہے فتنہ گناہ میں بار بار مبتلا ہوتا ہے مگر ایک خوبی اس میں ایسی ہے جو سبب ہے اس کی محبوبیت کا اور وہ اسکی فائنل رپورٹ ہے وہ کیا ہے؟ التواب وہ بہت زیادہ توبہ کرنے والا بھی ہے، اللہ سے رو رو کر معافی مانگتا ہے، گناہ کر کے خوش نہیں ہوتا، پچھتاتا ہے کہ آہ میں نے کیوں اللہ کو ناراض کیا اس لیے نادم ہو کر دل کی گہرائی سے توبہ کرتا ہے اور توبہ کی چار شرطوں کے ساتھ توبہ کرتا ہے۔

توبہ سے محبوبیت کی ایک عجیب تمثیل

(1) گناہ سے فوراً بھاگ جاتا ہے، گناہ سے علیحدہ ہو کر فوراً توبہ کرتا ہے۔ اگرچہ بار بار فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے لیکن توبہ صادقہ کی برکت سے یہ بھی اللہ کا محبوب ہے۔ یہ بتاؤ اگر ماں کے سینہ پر چھوٹا بچہ پاخانہ کر دے تو کیا ماں اسے چاقو سے ذبح کر دیتی ہے یا نہلا دھلا کر پھر پیار کرتی ہے، نیا کپڑا پہناتی ہے یا نہیں، اللہ تعالیٰ بھی ایسے بندوں کو تقویٰ کا نیا نیا لباس پہناتے رہتے ہیں اللہ کے ہاں لباس کی کمی نہیں ہے۔ ماں تو تھک سکتی ہے کہ اب میرے پاس چڈی نہیں، پیمپرز (PAMPERS) بھی نہیں ہے اب تجھے کیا پہناؤں، لیکن اللہ تعالیٰ نہیں تھکتے، تقویٰ کے بے شمار لباس ان کے پاس ہیں۔ جب بندہ نے توبہ کی کہ اے اللہ مجھ سے غلطی ہو گئی معاف کر دیجئے۔ اس حرام مزہ سے میں سخت نادم ہوں، شرمندہ ہو کر معافی چاہتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ فوراً اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔ توبہ کی پہلی شرط یہ ہے۔

Marfat.com

(2) گناہ سے الگ ہو گیا۔

(3) شرمندہ ہو گیا، دل کو دکھ پہنچ گیا کہ آہ میں نے کیوں گناہ کیا، قلب میں ندامت پیدا ہو گئی۔

(4) آئندہ کے لیے پکا ارادہ کرتا ہے کہ اے اللہ اب آپ کو آئندہ کبھی ناراض نہیں کروں گا اگرچہ دل کہتا ہے کہ تو پھر کرے گا لیکن دل کی بات نہ ماننے کا عزم رکھتا ہے۔ اگرچہ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو پھر مبتلا ہو گا۔ شیطان یہ وسوسہ ڈالے تو کہہ دو کہ اگر دوبارہ گناہ کر بیٹھوں تو پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا، اس کے در کے علاوہ اور کوئی در بھی نہیں ہے۔ کیا ماں نہیں جانتی کہ میرا بچہ دوبارہ پاخانہ کرے گا۔ ماں کو یقین ہے کہ ابھی ایک سال کا بچہ ہے یہ تو دوبارہ پاخانہ کرے گا لیکن وہ اپنے بچہ کی صفائی کرتی ہے۔ اللہ بھی توفیق توبہ دے کر اپنے گناہ گار بندوں کو معاف کر دیتا ہے اگرچہ جانتا ہے کہ یہ ظالم پھر گناہ کرے گا۔ اس حدیث پاک کی شرح کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے ان بندوں کو جو بار بار گناہ کے فتنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں مگر توبہ بھی زبردست کرتے ہیں۔

ندامت کے آنسوؤں کی کرامت

تواب ہیں، کثیر التوبہ ہیں یعنی بہت زیادہ روتے ہیں، بہت زیادہ اللہ سے معافی مانگتے ہیں۔ ان کے یہ آنسو اللہ کے خزانہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ایسا بندہ کبھی رایگاں نہیں ہوگا انشاء اللہ۔ چاہے شیطان ونفس اس کو گناہوں کے جنگل میں کتنے ہی دور لے جائیں لیکن وہ جو پہلے اللہ سے رویا تھا کہ اے اللہ میری حفاظت کرنا، گناہوں سے مجھے ضائع نہ ہونے دینا، اس کے وہ سابقہ آنسو اللہ کی بارگاہ میں محفوظ تھے۔ اللہ ندامت کے ان آنسوؤں کو رایگاں نہیں کرتا۔ پھر ان آنسوؤں کی وجہ سے اللہ کی رحمت اپنے بندہ کو تلاش کرتی ہے کہ اے فرشتہ میرا بندہ مجھ سے دور ہو گیا، تم جا کے پھر اس کے دل میں توفیق ڈالو کہ توبہ کر کے پھر میرے پاس آ جائے لہٰذا جو لوگ روتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھنا، ہمیں ضائع نہ ہونے دینا، خاتمہ ہمارا ایمان پر کرنا اور ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے ایسے رونے والے بندے ضائع نہیں ہوتے۔ انشاء اللہ ان کا خاتمہ خراب نہیں ہوگا جس کا خاتمہ خراب ہوتا ہے اس کو رونے کی توفیق نہیں ملتی۔ اس لیے محدثین نے لکھا ہے کہ ابلیس کو کبھی اپنے گناہ پر ندامت نہیں ہوئی۔ اس ظالم نے ہمیشہ انظرنی کہا کہ مجھے مہلت دیجئے میں آپ کے بندوں کو

Marfat.com

گمراہ کروں گا۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ یہ ظالم انظر الی کہہ دیتا کہ مجھ پر ایک نظر ڈال دیجئے تو معاف ہو جاتا۔ انظر الی نہیں کہا انظر نی کہتا رہا کہ مہلت دیجئے تاکہ میں آپ کے بندوں کو بہکاتا رہوں اس کو انظر الی کہنے کی توفیق نہیں ہوئی کیونکہ یہ مردود تھا اس لیے اللہ کی نظر عنایت مانگنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اللہ جس کو مقبول رکھتا ہے اس کو نظر عنائت مانگنے کی توفیق دیتا ہے۔ کہ اے اللہ غلطی ہو گئی نالائق ہوں مگر آپ کا ہوں، آپ ہی ہمارے واحد خدا ہیں، آپ کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جاؤں کہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ اگر گناہ گاروں کا الگ خدا ہوتا نیک بندوں کا الگ ہوتا تو وہاں چلا جاتا لیکن آپ ہی ایک خدا ہیں نیکوں کے بھی آپ خدا ہیں اور گناہ گاروں کے بھی آپ ہی خدا ہیں لہٰذا آپ کا دروازہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر گناہ نہیں چھوٹتے تو آپ کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اگر کسی کو بار بار دست آ رہے ہیں تو ہر دفعہ استنجا بھی کرتا ہے اور کپڑے بھی بدلتا ہے لہٰذا اگر بار بار گناہ ہوتے ہیں تو بار بار توبہ کرتے رہو ایک دن ایسا آئے گا کہ اللہ پکی توبہ کی توفیق دے دے گا کہ میرا بندہ ہمیشہ رو رو کے مجھ سے معافی مانگتا ہے تو ان کو بھی رحم آ جائے گا کہ لو اب اس ظالم کو گناہ کرنے ہی نہ دو۔ اللہ ایسی ہمت اور ایسی توفیق دے گا کہ انشاء اللہ پھر مرتے دم تک ایک گناہ بھی نہ کرو گے لیکن ہمارا کام رونا ہے روتے رہو، روتے رہو، روتے رہو، یہاں تک کہ ان کو رحم آ جائے۔ خوب سمجھ لو یہ اللہ کا راستہ ہے اس میں نا امیدی نہیں، یہاں امیدوں کے ہزاروں آفتاب روشن ہیں۔

قیامت کی دو قسمیں

قیامت کی دو قسمیں ہیں، ایک اجتماعی قیامت اور ایک انفرادی قیامت، جب پوری کائنات میں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہوگا تو اجتماعی قیامت آ جائے گی۔ آسمان زمین سب گر پڑیں گے، سورج چاند اور جتنے مناظر قدرت ہیں، ان کا وجود بھی نہیں ہوگا، جن مناظر قدرت کو ہم دیکھتے جاتے ہیں سب ختم ہو جائیں گے۔ اس لیے دل میں آبشار پیدا کیجئے۔ سورج اور چاند دل میں پیدا کیجئے اور ایک انفرادی قیامت ہے کہ کوئی بندہ اللہ سے غافل ہو جائے تو اس کے دل میں قیامت آ گئی۔ اس کے دل کے ستارے گر گئے۔ سورج چاند اکھڑ گئے۔ سب شامیانے اکھڑ گئے۔

سمجھ لو حیات ایمانی آج ان ہی بزرگوں کی برکت سے اور ان کے طفیل میں نصیب ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں اگرچہ اجتماعی قیامت نہیں ہے مگر جو بھی اللہ تعالیٰ سے غافل ہوگا اس کے دل کا آسمان اور دل کی زمین اور دل کے چاند تارے اکھڑ جائیں گے اور دل ویران ہو

Marfat.com

جائے گا۔

ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے ملنے جا رہے تھے تو دوپہر کو بارہ بجے تھوڑی دیر ایک درخت کے سایہ میں آرام کرنے بیٹھ گئے۔ تین چار میل دور بزرگ کا گھر رہ گیا تھا اور آئے تھے دس بیس میل سے۔ اس درخت میں چڑیاں بیٹھی ہوئی آپس میں کہہ رہی تھیں کہ یہ بزرگ جن سے ملنے جا رہے ہیں ان کا تو انتقال ہو گیا یہ خواہ مخواہ جا رہے ہیں۔ ان کو کشف کے ذریعہ سے چڑیوں کی آواز کا مطلب منکشف ہو گیا۔ بزرگ نے سوچا کہ انتقال تو ہو گیا مگر چلو چل کے ان کے اعزہ سے تعزیت کر لیں گے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بزرگ ہٹے کٹے صحیح سالم موجود ہیں۔ کہا حضرت کیا اس زمانہ میں چڑیاں بھی جھوٹ بولنے لگی ہیں۔ بزرگ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے بتایا کہ چڑیوں نے مجھے آپ کے انتقال کی خبر دی تھی۔ بزرگ نے پوچھا کیا وقت تھا وہ؟ انہوں نے بتایا کہ ٹھیک بارہ بجے کا وقت تھا۔ بزرگ نے فرمایا کہ چڑیوں نے صحیح کہا کہ میں اس وقت اللہ کے ذکر سے غافل ہو گیا تھا۔ جو خدا سے غافل ہو جاتا ہے وہ مردہ ہی ہے۔ جس طرح سے حیات عالم حیات کائنات اللہ کے نام سے قائم ہے۔ جس دن اللہ کا نام لینے والے نہ رہیں گے، قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایسے ہی جو انسان انفرادی طور پر اللہ سے غافل ہوتا ہے تو انسان بھی عالم کا جزو ہے تو جو حکم کل پر ہوتا ہے وہی حکم اس کے جزو پر بھی ہوتا ہے جیسے ہم اللہ کے بندے ہیں بجمیع اجزاء وبجمیع اعضاء اللہ کے بندے ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہماری آنکھ آزاد ہو جائے اور جس کو چاہے دیکھ لیں، کان ہمارے آزاد ہو جائیں اور جو گانا بجانا چاہیں سن لیں۔ سر سے پیر تک ہم پر آداب بندگی لازم ہیں۔ آداب شریعت لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے۔

عبدالطیف بنو

ایک ذاکر شخص کو شیطان نے آکر کہا کہ تم کیوں ذکر کرتے ہو اللہ کے یہاں سے کوئی جواب نہیں ملتا، ایسے اللہ کو یاد کرتے ہو جہاں سے جواب نہیں آتا؟ اس دن اس نے ذکر چھوڑ دیا۔ سادہ صوفی تھا، دھوکے میں آ گیا رات کو حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ نے خواب میں بھیجا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سلام بھیجا ہے اور یہ پوچھا ہے کہ آج تم نے ہم کو یاد کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا کہ ایسے اللہ کو میں کیا یاد کروں کہ ادھر سے تو کوئی جواب نہیں آتا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر سلام فرما رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ جب پہلے اللہ کے بعد تم دوسرا اللہ کہتے ہو تو میں تمہارے پہلے اللہ کو قبول کرتا ہوں تب تم کو دوسرے

Marfat.com

اللہ کہنے کی توفیق ہوتی ہے۔

تیرے ہر اللہ کے اندر میرا لبیک شامل ہے۔ جب تم دوسرا اللہ کہتے ہو تو میری طرف سے پہلے اللہ کی مقبولیت کی علامت ہے ورنہ اگر میں توفیق نہ دوں تو تم دوسرا اللہ نہیں کہہ سکتے۔

یہ تیرا رونا اور دردِ دل اور یہ سوز اور اللہ کی محبت میں گڑگڑانا یہ تو ہمارا لبیک ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو ایک شخص نے لکھا کہ آپ نے جو ذکر بتایا ہے، کر رہا ہوں لیکن ہم کو کوئی نفع نہیں ہو رہا ہے۔ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے جواب لکھا کہ تم اتنے بڑے مالک کا نام لیتے ہو یہ کم نفع ہے شکر ادا کرو مزہ کیا چیز ہے۔ بعض لوگوں نے حضرت کو لکھا کہ ذکر میں مزہ نہیں آتا فرمایا کہ تم مزہ کے غلام مت بنو۔ اللہ کو اللہ کے لیے یاد کرو عبداللطف نہ بنو عبداللطیف بنو۔ یہ کیا کہ لطف اور لذت آئے تو اللہ کو یاد کیا اور لذت نہیں آتی تو چھوڑ دیا۔ اللہ کا نام اللہ کی محبت میں لو اور پھر انشاء اللہ مزہ بھی آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مزہ کی لذت دو طرح کی ملتی ہے۔ بعضوں کا دل اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت سے میٹھا ہو جاتا ہے اور بعضوں کے منہ میں بھی مٹھاس آ جاتی ہے۔ شیخ محی الدین ابو زکریا نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ ذکر سے بعض لوگوں کا منہ بھی میٹھا ہو جاتا ہے۔ تھانہ بھون میں ایک سائیں توکل شاہ صاحبؒ تھے۔ انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت جب میں اللہ کا نام لوں ہوں (یہ سہانپور کی بولی ہے) تو میرا منہ میٹھا ہو جاوے ہے، پھر کہا اللہ کی قسم مولوی جی میرا منہ میٹھا ہو جاوے ہے۔ اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات ہیں گنوں میں رس پیدا کر رہا ہے، اس کے لیےؒ یہ کیا مشکل ہے۔ اچھا اگر کسی کو اللہ کے ذکر میں حلاوت کم ملتی ہے تو سمجھ لو کہ وہ بد پرہیزی کرتا ہے۔ جیسے بلغم نزلہ زکام کسی کو ہو، نمونیا ڈبل ہے تو اس کو شربت میں مزہ آئے گا؟ شربت روح افزاء میں؟ ایسے ہی بریانی زردہ پلاؤ؟ سموسوں میں مزہ آئے گا؟ تو دنیا کی محبت، کبر، بڑائی، عجب، شہوت کا اتنا زبردست نقصان پہنچتا ہے کہ ذکر کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔

اگر حکومت اعلان کر دے کہ پانی کا اسٹاک کر لو ورنہ پانی ایک ہفتہ تک نہیں ملے گا تو ہر آدمی ٹینکی میں پانی بھرے اور ٹینکی کے نیچے پانچ ٹوٹیاں لگی ہوں مگر انہیں بند نہ کرے تو جتنا پانی بھرے گا سب بہہ جائے گا اور اسٹاک نہیں ہو سکے گا۔ ایسے، ہی بعض لوگ جب اللہ اللہ کرتے ہیں تو ذکر کے نور سے دل کی ٹینکی کو بھر لیتے ہیں اور پانچ ٹوٹیاں کھول دیتے ہیں۔

Marfat.com

آنکھوں سے سڑکوں پر عورتوں کو دیکھتے ہیں، کانوں سے گانے سن لیتے ہیں، زبان سے جھوٹ بول لیتے ہیں، ناک سے غلط جگہ سونگھ لیتے ہیں اور ہاتھ سے غلط مقام کو چھو لیتے ہیں تو حواس خمسہ کی حفاظت نہ کرنے سے دل کا نور اور ذکر کی محنت ضائع ہو جاتی ہے۔ محنت کی کمائی مفت میں گنوائی۔ اس لیے جو شخص گناہ سے اپنے آپ کو بچائے گا اس کو ذکر میں زیادہ مزہ آئے گا۔ آپ یہ بتایئے اگر کوئی شخص دس ہزار ڈالر والا عطر لگائے مگر پسینہ کی بدبو ہے اور پاخانہ وغیرہ بھی لگا لے اس کو مزہ آئے گا؟ تو گناہوں سے جب دل پاک ہوگا تو اس کو مزہ آئے گا۔

ذکر میں دیر نہ کرو

لیکن پاک ہونے کے انتظار میں ذکر میں دیر نہ کرے یہ نہ سوچے کہ جب ہم بالکل پاک ہو جائیں گے تب ذکر کریں گے نہیں اگر گناہ ہوتے رہیں تب اللہ کا ذکر شروع کر دیں ذکر کی برکت سے انشاء اللہ گناہ بھی چھوٹنے لگیں گے۔ مولانا رومیؒ نے اس کو اس طرح سمجھایا کہ ایک ناپاک کہ جس پر غسل فرض تھا اور دریا کے کنارے پر کھڑا تھا، اس نے دریا سے کہا کہ اے دریا میں تیرے اندر آ کر نہانا چاہتا ہوں، مگر میں ناپاک ہوں اور تو پاک ہے میں تیرے اندر آؤں گا تو گستاخی ہو جائے گی۔ بے ادبی ہو جائے گی، دریا نے ہنس کر کہا کہ ناپاک شخص قیامت تک ناپاک کھڑا رہے گا۔ اگر تجھ کو پاک ہونا ہے تو دھڑام سے میرے اندر کود پڑ، اسی ناپاکی کی حالت میں کود جا، تیرے جیسے لاکھوں ناپاک میرے اندر آ کر پاک ہوتے رہتے ہیں اور میرا پانی پاک رہتا ہے، ناپاک نہیں ہوتا۔ تو اللہ کے نام میں اس کا بھی انتظار نہ کرو کہ ہم گناہوں سے پاک ہو جائیں گے تب ذکر کریں گے۔ جس حالت میں بھی ہو دیر مت کرو۔ مچھلی کبھی انتظار نہیں کرتی کہ میں دریا میں اس شرط کے ساتھ جاؤں گی بلکہ لا بشرط شئی جاتی ہے۔ تین چیزیں ہیں فلسفہ میں، بشرطِ شئی، لا بشرطِ شئی۔ بشرطِ لاشئی۔ یہ کتنا مشکل مسئلہ ہے۔ میں نے بنگلہ دیش میں اپنے شیخ اور وہاں کے ایک بڑے بزرگ حافظ جی حضورؒ سے عرض کیا کہ میں فلسفہ کا یہ مسئلہ ایک مثال سے سمجھا دیتا ہوں کہ جاہل بھی سمجھ لے اور اساتذہ اس کو سمجھاتے ہیں بڑے مشکل الفاظ سے کہ طلباء نہیں سمجھ پاتے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ مثال یہ ہے کہ دعوت کو اس شرط پر منظور کرے کہ جب شامی کباب کھلاؤ تب دعوت منظور ہے۔ اس کا نام بشرطِ شئی ادر یہ کہے کہ دعوت میں بڑے کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ یہ دعوت بشرطِ لاشئی ہے اور یہ کہ کوئی شرطِ نہیں ہے، نہ مثبت نہ منفی، جو چاہے کھلاؤ اور جو چاہے نہ کھلاؤ، یہ ہے دعوت لا بشرطِ شئی۔

Marfat.com

تو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ انتظار مت کرو۔ اگر تم پاک ہونے کا انتظار کرو گے تو قیامت تک پاک نہ ہوسکو گے۔ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ پہلے ہم درود شریف پڑھیں یا استغفار کریں تو حضرت نے فرمایا کہ پہلے کپڑے دھوتے ہو پھر عطر لگاتے ہو یا پہلے عطر لگاتے ہو پھر کپڑے دھوتے ہو؟ جواب ہو گیا کہ استغفار کرلو توبہ کر کے اللہ کی یاد میں لگ جاؤ اور انشاء اللہ اللہ کے نام کے صدقہ میں آہستہ آہستہ انسان خود پاک ہونے لگتا ہے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جب سورج نکلتا ہے تو کیا اندھیرے کو بھگانا پڑتا ہے؟ رات خود بخود بھاگ جاتی ہے۔ اللہ کے نام کا اور ان کی یاد کا سورج جب دل میں نکلے گا تو انشاء اللہ گناہوں کے اندھیرے خود بخود بھاگیں گے۔

ایک مچھر کا مقدمہ

ایک مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا کہ اے اللہ کے نبی میرا مقدمہ سن لو اور فیصلہ کر دو کہ جب مجھے بھوک لگتی ہے اور خون چوستا ہوں تو اس خون سے میرا پیٹ بھر جاتا ہے لیکن ہوا تیز آتی ہے اور مجھے اڑا دیتی ہے۔ میرے پیر نہیں ٹکتے اور میں بھوکا رہ جاتا ہوں۔ میرا مقدمہ ہوا پر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ فیصلہ کے لیے مدعی اور مدعا علیہ دونوں کا ہونا اور دونوں کے بیان کا سننا ضروری ہے۔ میں ہوا کو حکم دیتا ہوں کہ وہ بھی آ جائے۔ آپ نے ہوا کو حکم دیا۔ ہوا جو دھڑ دھڑ کرتی ہوئی تیز آئی تو پھر مچھر صاحب کئی میل بھاگ گئے، ہوا نے بھگا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ بھائی مدعی صاحب کیوں بھاگ گئے۔ ہوا سے کہا کہ اچھا تم واپس جاؤ۔ پھر مچھر کو بلایا کر کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ مدعی تم ہو اور تم نے جس پر دعویٰ دائر کیا میں نے اس کو بلایا تو تم بھاگ گئے۔ مچھر نے کہا کہ یہی تو رونا ہے اس ظالم کے آتے ہی میں ٹھہر نہیں سکتا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جب تم اللہ کا نام لو گے تو خود بخود گناہوں کے مچھر بھاگنے لگیں گے۔ جب دل میں اللہ کے ذکر سے نور آتا ہے تو اس کو اندھیروں سے مناسبت ہی ختم ہو جائے گی۔

اسبال ازار کی وعید

دو ایک مثالیں بتاتا ہوں۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں اے ایمان والو! جتنا تمہارا ٹخنہ چھپے گا، چاہے جبہ ہو، چاہے کرتہ ہو، ازار ہو، جو بھی ہو، اتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ بذل المجہود شرح ابو داؤد میں لکھتے ہیں کہ

Marfat.com

اس لباس سے مراد وہ لباس ہے جو اوپر سے آ رہا ہے۔ اگر نیچے سے آ رہا ہے جیسے موزہ پہن لے اور ٹخنہ چھپ جائے تو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں بلکہ ٹھنڈک میں اپنے پیروں کو چھپالو اجر بھی ہے۔ تو اوپر سے جو لباس آ رہا ہے اس سے ٹخنہ کو نہیں چھپا سکتے۔

ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر دس کتاب اللباس میں فرماتے ہیں کہ چار وجہ سے ٹخنوں کا چھپانا حرام ہے نمبر ا عورتوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ نمبر ۲ لٹکا ہوا پائجامہ نجاست میں ملوث ہوتا ہے۔ نمبر ۳ متکبرین کی وضع سے مشابہ ہے نمبر ۴ فضول خرچی ہے اگر کوئی کہے کہ آدھے انچ سے کیا ہوتا ہے؟ تو اللہ کا قانون سب عالم کے مسلمانوں کو سامنے رکھ کر ہے۔ اگر نوے کروڑ مسلمان ہیں تو نوے کروڑ انچ ضائع ہوگیا۔ اس کا فِٹ بناؤ، گز بناؤ، اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا کپڑا ضائع ہوا۔

اور سن لو جب آپ ﷺ کا ارشاد ہوا تو صرف منافقین ازار لٹکانے لگے تھے۔ کوئی صحابی کے بارے میں ثابت نہیں کر سکتا کہ ان کا پائجامہ سے ٹخنہ چھپا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ ابن حجر نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری پنڈلیاں سوکھ گئیں، بیماری ہوگئی ہے مجھے استثنیٰ کر دیجئے کہ میں ٹخنہ چھپا لوں تا کہ میرا عیب چھپ جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے شخص بیماری تو اللہ کی طرف سے ہے نافرمانی تیری طرف سے ہوگی کیا میرے اندر تیرے لیے نمونہ نہیں ہے کہ میری لنگی کتنی اونچی رہتی ہے۔

جو آدمی اسبالِ ازار کرتا ہے، ٹخنے چھپاتا ہے، اس پر چار عذاب ہوں گے۔ نمبرا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شفقت سے بات نہیں کریں گے۔ نمبر۲ اللہ تعالیٰ رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ نمبر ۳ ان کو توفیق اصلاح نہیں دیں گے اور نمبر ۴ دردناک عذاب ہوگا۔

ہاں مولانا خلیل احمد صاحبؒ لکھتے ہیں یہ عذاب ہوگا اگر توبہ نہ کرے اور اگر توبہ کر لی تو سب ختم، معافی ہوگئی۔ لہٰذا دوستو ذرا اس کا خیال رکھو۔ آسمان ہی کی طرف نظر مت کرو۔ زمین کی طرف بھی دیکھتے رہو کہ کہیں میرا ٹخنہ چھپ تو نہیں رہا۔ یہ ذکر ذکرِ مخفی ہے۔ اللہ کی عظمت کا حق ہے۔ اب کوئی کہے کہ یہ حکم قرآن میں تو نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا کہ میرا نبیؐ جو تم کو حکم دے دے اس کو قرآن کا حکم سمجھو۔ (ترجمہ: میرا نبیؐ جب بات کا حکم کرے اس کو کرو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ) یہ قرآن پاک کی آیت ہے ناں، لہٰذا حدیث کو ماننا عین قرآن کو ماننا ہے اور حدیث کی نافرمانی قرآن پاک کی نافرمانی ہے۔

Marfat.com

سر کے بال

سر پر تین قسم کے بال رکھنے جائز ہیں۔

(1) سر منڈا سکتا ہے۔ (2) سر پر پٹہ بال رکھ سکتا ہے۔ آج کل بہت لمبے بال رکھنے سے ہپی کی مشابہت ہوتی ہے۔ اس لیے بزرگوں کا شیوہ یہی ہے کہ لو تک پٹہ بال رکھے جائیں اور (3) چھوٹے چھوٹے بال رکھو مگر ہر طرف سے برابر رکھو اور اوپر سے بڑا اور نیچے یا پیچھے سے چھوٹا یہ انگریزی بال ہو جاتا ہے۔

سر سے داڑھی تک مسئلہ بیان ہو چکا اب آگے بدن ہے۔ تو ناف سے گھٹنے تک بدن چھپانا فرض ہے۔ ایک عالم نے مجھ سے پوچھا کہ ناف سے گھٹنے تک چھپانا کیوں ضروری ہے۔ جب کہ اصل شرمگاہ تو صرف بیچ میں ہے، صرف اسی کو کیوں نہیں چھپا لیا جاتا۔ میں نے عرض کیا کہ جہاں فوجی افسران رہتے ہیں تو دور تک حکومت کانٹے دار باڑھ کھینچ دیتی ہے تاکہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر گناہ سے بچانے کے لیے ناف سے گھٹنے تک چھپانا فرض قرار دیا تاکہ شہوت کو ابھارنے والی چیزوں سے بچیں۔

اس کے بعد آخر میں ٹخنے کا مسئلہ بیان کر چکا۔ یعنی ٹخنہ کو لنگی، پاجامہ، جبہ سے نہ ڈھانپے، اگر کوئی اتنا عمل کر لے تو اس نے اپنا ظاہر بنا لیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ (ترجمہ: میرا ہر امتی معافی کے قابل ہے مگر جس کا کھلم کھلا گناہ نظر آئے گا وہ معافی کے قابل نہیں ہے) تو یہ تقریر اس لیے کی ہے کہ ہم اس پر عمل کریں۔ حضور ﷺ کی بشارت کے مطابق معافی کے قابل ہو جائیں۔ کم از کم ماڈل تو بنا لو، پہلے اسٹکچر بنتا ہے، روح بعد میں آتی ہے۔ انسانیت کا اسٹکچر بنتا ہے تو انسانیت کی روح آتی ہے۔ ہم اللہ والوں کا اسٹکچر بنا لیں گے تو اللہ والوں کی روح بھی عطا فرما دیں گے۔

دورِ حاضر میں منتہائے اولیاء صدیقین تک پہنچنے کا ایک عمل

ایسا سالک اولیاء صدیقین کی خط انتہا تک پہنچ جائے گا جو ایک ہی عمل کر لے کہ نظر کو کبھی خراب نہ کرے کیونکہ اس زمانہ میں عریانی کی اتنی کثرت ہے کہ نظر بچا بچا کر دل پر اتنا غم آئے گا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو اپنی آغوش رحمت میں اٹھا لے گا اور اس کو اللہ ایمان صدیقین والا عطا فرما دے گا، اس کا دل جلوہ گاہ حق ہوگا۔ اس میں تجلیات ربانی کی فراوانی ہوگی۔ اس کا قلب اور اس کا ایمان جلا بھنا کباب ہوگا جدھر سے گزر جائے گا

Marfat.com

کافر کو بھی یقین کرنا پڑے گا کہ کوئی اللہ والا جا رہا ہے۔ اس کے چہرے پر قلب کی تابانی کا اثر ہوگا اور بدنظری کرنے والوں کے چہرہ پر لعنت کا اثر ہوگا ہے اگر توبہ نہ کرے۔ اگر توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ اس کی تلافی فرما دیتے ہیں۔

تعمیر وطن آخرت کے لیے ایک سبق آموز حکایت

ایک بہت احمق اور بے وقوف لوگوں کی بستی تھی۔ وہ اپنے بادشاہ کا انتخاب قابلیت پر نہیں کرتے تھے بلکہ جو راستہ میں مل گیا، اس کو بادشاہ بنا دیا اور سال دو سال کے بعد اس بادشاہ کا منہ کالا کرکے گدھے پر بٹھا کے ایک بہت بڑے جنگل میں پھینک آتے تھے اور وہ راستہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے مر جاتا تھا۔ ایک دفعہ اسی طرح ایک آدمی کو پکڑ لیا اور کہا آپ کو بادشاہ بنانا ہے کیونکہ ہمارا بادشاہ کل ہی جنگل باشی بنایا گیا یعنی جنگل کا باشندہ بنایا گیا ہے اور وہ آدمی عقلمند تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا بات ہے کہ یہاں ایسی سستی بادشاہت ہے، کچھ دال میں کالا ضرور ہے۔ اس نے چند لوگوں کو اپنا ہمراز بنایا۔ انہوں نے اس کو بتایا کہ چند سال کے بعد آپ کا منہ کالا کیا جائے گا اور آپ کو گدھے پر بٹھایا جائے گا اور جنگل باشی بنا دیا جائے گا۔ اس بادشاہ نے سوچا کہ یہ تو بڑی خطرناک بادشاہت ہے۔ اس نے کیا کیا کہ اپنی سلطنت کے زمانہ میں اس جنگل میں ایک نہایت شاندار مکان بنا لیا، باغات لگا لئے، بکریاں اور گائے پالیں اور تالاب بھی بنا لیا یعنی اپنے عیش کا تمام سامان مہیا کر لیا، پھر جب دو تین سال کے بعد ان پاگلوں کا دماغ خراب ہوا، پاگلوں کی بادشاہت ایسی ہی ہوتی ہے۔ اس پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ ایک وزیراعظم نے پاگل خانے کا معائنہ کیا اور ایک پاگل سے کہا کہ مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ پاگل نے کہا کہ تم بتاؤ۔ کہا کہ میں وزیراعظم ہوں۔ پاگل بولا کہ جب ہم پاگل خانے سے باہر تھے تو ہم بھی یہی کہا کرتے تھے۔ اب آپ یہاں آ گئے ہیں کچھ دن بعد ٹھیک ہو جائیں گے۔

لہٰذا جب ان پاگلوں کا دماغ خراب ہوا تو اس بادشاہ کو بھی انہوں نے گدھے پر بٹھایا تو وہ بجائے رونے کے ہنس رہا تھا کیونکہ اس نے اپنے جنگل کو آباد کر لیا تھا اور وہ سمجھ رہا تھا کہ وہاں جا کر عیش کروں گا۔ اس قصہ سے یہ سبق دیا گیا ہے کہ آخرت میں جہاں ہمیشہ کے لیے جانا ہے، اس آخرت کو بنا لو نماز سے، روزہ سے، اللہ کی محبت سے، نظروں کو بچا کر تقویٰ کا غم اٹھا کر پھر مولیٰ دل میں ہوگا اور آخرت آباد ہو جائے گی۔ انشاء اللہ روح نکلنے سے پہلے ہی جنت دکھا دی جائے گی۔ اس لیے اولیاء اللہ خوش ہو جاتے ہیں، بتائیے دنیا سے ڈپارچر (روانگی) پر کسی کو شک ہے؟ لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ آج کل دل کمزور ہیں موت

Marfat.com

اور قبر کے مراقبہ سے جس کا دل گھبراتا ہو اس کو موت کا مراقبہ نہ کراؤ بلکہ یوں کہو کہ اس دنیا کی عارضی زندگی کا جنت کی دائمی زندگی سے مصافحہ ہونے والا ہے۔ درمیان سے موت کو نکال دیجئے جس کے خیال سے کسی کا دل گھبراتا ہو۔ یہ ہے کہ لیلاؤں سے جان چھڑاتے رہو اور مولیٰ سے دل و جان چپکاتے رہو۔ اسی کو سیکھنے کا نام شعبہ تزکیۂ نفس ہے اور سکھانے کی جگہ کا نام خانقاہ ہے۔ بس خانقاہ اور پیری مریدی، مرشدین اور بزرگوں کی صحبت کا حاصل بلکہ پورے اسلام اور ایمان اور احسان کا حاصل یہی ہے کہ غیر اللہ سے جان چھڑاتے رہو اور مولیٰ سے اپنے قلب و جان کو چپکاتے رہو اگر گوند میں کمی ہو یعنی محبت کم ہو تو فوراً کسی اللہ والے سے رابطہ کرو انشاء اللہ دائمی خوشی نصیب ہوگی۔

مسلمان بیت اللہ کو نہیں اللہ کو سجدہ کرتے ہیں

ایک ہندو نے کہا کہ مولوی صاحب ہم کو پتھر پوجنے سے منع کرتے ہو لیکن آپ کا کعبہ شریف جہاں آپ لوگ سجدہ کرتے ہو وہ بھی تو پتھر کا ہے۔ پھر ہم میں اور آپ میں کیا فرق ہے؟ میں پتھر کا بت پوجتا ہوں اور تم کعبہ شریف جو پتھر کا ہے وہاں سجدہ کرتے ہو۔ ان مولانا نے ہندو کو جواب دیا۔

کافر ہے جو سجدہ کرے بت خانہ سمجھ کر
اگر ہم کعبہ کو سجدہ کریں تو ہم کافر ہو جائیں
کافر ہے جو سجدہ کرے بت خانہ سمجھ کر
سر رکھا ہے ہم نے در جاناں سمجھ کر

ہم نے تو محبوب کی چوکھٹ پر سر رکھا ہے کہ میرے محبوب کا گھر ہے۔ ہم گھر کو سجدہ نہیں کرتے گھر والے کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ تو محض سمت ہے۔ یہ ہمارے محبوب نے رخ بتایا ہے کہ جب کعبہ کی طرف تمہارا رخ ہوگا تو تمہاری نماز بھی قبول، سجدہ بھی قبول۔ یہ رخ اللہ تعالیٰ نے متعین فرمایا۔ بیت اللہ کو سجدہ کرنے کا خدا نے نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ بیت اللہ جو ہے یہ اللہ ہے۔ فرمایا کہ یہ تو ہمارا گھر ہے طواف کرنے کے لیے، حج کے ارکان ادا کرنے کے لیے، اس کو خدا مت سمجھنا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے جب حجر اسود کا بوسہ لیا تو آپ ﷺ رونے لگے تو حضرت عمرؓ بھی رونے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمرؓ کیوں روتے ہو؟ عرض کیا کہ جب خدا کا رسول ﷺ رو رہا ہے تو میں نہ روؤں! اور حجر اسود کو یمین اللہ فرمایا گیا بطور نشانی کے لیکن حجر اسود بھی خدا نہیں۔ یاد رکھو! بیت اللہ اور ہے رب البیت اور ہے وہ تو رخ ہے حکم

Marfat.com

ہے کہ اس کی طرف سجدہ کرو، اس طرف نماز پڑھو، اور اگر کسی کو پتہ نہیں کہ کعبہ کس طرف ہے نہ قبلہ نما پاس ہے نہ کوئی بتانے والا ہے تو تحقیق کرلو، دل میں سوچو، دل جس طرف گواہی دے کہ اس طرف کعبہ ہے تو اندازے سے جو رخ کرلو نماز ہو جائے گی۔

علامہ شامیؒ کی اولیاء اللہ سے عقیدت اور سمت کعبہ کا ایک مسئلہ

علامہ شامیؒ نے ایک باب باندھا ہے۔ باب کرامات الاولیاء اس میں فرماتے ہیں کہ اگر کعبہ اٹھ کر کسی ولی اللہ کی زیارت کو چلا جائے تو نماز کیسے ہوگی۔ دیکھو شامی جلد اول میں۔ فرماتے ہیں کہ کعبہ اگر اٹھ کر کہیں چلا بھی گیا تو جس زمین پر کعبہ شریف ہے جس کو بناء ابراہیمی کہا جاتا ہے اس زمین سے آسمان تک سب کعبہ ہے لہٰذا وہی رخ کافی ہے۔ علامہ شامی کی تحقیق دیکھئے کہ کرامات اولیاء کے یہ بڑے بڑے علماء کیسے معتقد ہیں۔

نیت کا اثر

ایک شخص سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ رہا ہے اور سڑک سے گزر رہا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ مجھے اللہ والا سمجھ کر چندہ دیں۔ میری خوب خاطر ہو کہ یہ بہت بڑا عاشق حق جا رہا ہے تو اس کے سبحان اللہ کہنے کا گناہ اور وبال لکھا جا رہا ہے کیونکہ اس کا ذکر اللہ کے لیے نہیں ہے۔ پیٹ اور دنیا اینٹھنے کے لیے ہے اور ایک اور آدمی اللہ کا حکم سمجھ کر اپنے بال بچوں کے لیے امرود بیچ رہا ہے اور وہ سڑک پر کہہ رہا ہے کہ لے امرود لے، لے امرود تو اس کو ہر لے امرود کہنے پر سبحان اللہ سے زیادہ ثواب لکھا جاتا ہے کیونکہ سبحان اللہ مستحب ہے، نفل ہے اور حلال کمائی فرض ہے۔

آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تمہاری عاشقی ہم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ یاد وہی کرتا ہے جو عاشق ہوتا ہے۔ جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

نابینا مومن

ایک نابینا مومن ہے نابینا! نبی اس کی آنکھوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ وہ صحابی ہو گیا حالانکہ نابینا ہے۔ آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے بہت تاثیر رکھی ہے۔

سیّد احمد شہیدؒ کی نظر کی کرامت

سیّد احمدؒ دہلی سے بالاکوٹ جہاد میں جا رہے ہیں۔ راستے میں ایک شخص اس زاویہ سے کھڑا ہو گیا کہ سید صاحب کی ایک نظر اس پر پڑ گئی بس اسی دن سے اس کا یہ اثر ہوا کہ

Marfat.com

جب وہ مسجد جاتے تھے تو مسجد روشن ہو جاتی تھی۔ حضرتِ مولانا یعقوبؒ نے لوگوں سے پوچھا کہ مسجد میں کس کے آنے سے روشنی ہوتی ہے؟ ایک لڑکے کو مقرر کردیا کہ وہ اس کا اندازہ کرے چنانچہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور روشنی ہوئی۔ یہ انہیں لے آیا۔ حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے پوچھا کہ آپ کیا وظیفہ پڑھتے ہیں اس نے کہا میں وظیفہ نہیں پڑھتا ہوں میں ایک عام مسلمان ہوں مجھ میں کوئی خوبی نہیں ہے لیکن اللہ کے ایک زبردست عظیم الشان صاحب نسبت کی مجھ پر نظر پڑی تھی۔ جب وہ جان دینے کے لیے بالاکوٹ جا رہے تھے۔

یہ ان کی نظر کا صدقہ تھا۔ معلوم ہوا کہ نظر سے بھی کچھ چیزیں مل جاتی ہیں۔

قبولیت توبہ کی علامت اور اس کی مثال

تو استغفار اور توبہ اتنا کرو کہ دل میں بغیر حروف کے ایک آواز محسوس ہوا کہ اب بس کرو مت روؤ ورنہ بیمار ہو جاؤ گے ہم نے معاف کردیا۔ اس کی حسین مثال پیش کرتا ہوں ایک بچہ ہے اس سے غلطی ہو گئی۔ اب ابا سے لپٹ کر روئے جا رہا ہے۔ جب ابا نے دیکھا کہ اب تو بے ہوش ہونے والا ہے تو اس کو گود میں اٹھا کر پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور اس کا سر سینہ سے لگا کر کہتا ہے کہ بیٹے! اب مت رو ورنہ تمہاری صحت خراب ہو جائے گی ہم نے تم کو معاف کر دیا۔ ہم تمہاری ندامت ،ور درخواست معافی اس درجہ نہیں چاہتے کہ تم بے ہوش ہو جاؤ، بیمار ہو جاؤ، بس ہم نے تمہیں معاف کردیا۔ جب ماں باپ کی رحمت کا یہ تقاضا ہے تو ارحم الراحمین کی رحمت کا کیا تقاضا ہوگا کہ اپنے بندوں کو رلاتے رلاتے بے ہوش کردیں؟ اور ہارٹ اٹیک ہو جائے؟ یا کوئی اور مصیبت آ جائے؟ ہر گز نہیں! اللہ تعالیٰ جب بھی دیکھتے ہیں کہ بندہ مسلسل رو رہا ہے سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر کر رہا ہے اور اپنے جگر کا خون پیش کر رہا ہے تو تھوڑی ہی دیر میں انشاء اللہ دل میں ٹھنڈک آ جائے گی اور اسے محسوس ہوگا کہ اللہ نے معاف کر دیا۔ یہی قبولیت توبہ کی علامت۔ وہ ہمارے پالنے والے ہیں اس لیے بہت جلد معاف کردیتے ہیں لیکن میں آپ حضرات کو مشورہ دیتا ہوں کہ جب کبھی بدنظری ہوجائے یا نماز قضاء ہو جائے یا کوئی خطا ہو جائے تو جب تک نماز ادا نہ کرے اور کوئی قطرہ آنسو نہ گرائے تب تک، چین نہ آئے۔ یہ نہیں صاحب قصیدہ بردہ نے فرمایا کہ دریا کا دریا انڈیل لو معافی نہیں ہوگی لیکن ایک آنسو گرا لو معافی ہو جائے گی۔

گوری کو دیکھو یا کالی کو دیکھو یہ حرام ہے خالی مکروہ نہیں ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان عورتوں کو بے پردہ دیکھنا نہیں چاہئے کرسچین ہوں، چاہے مسلمان ہوں یا

Marfat.com

یہودی یہ دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ نظر کو بچالیں۔

اللہ والوں سے محبت ذوق نبوت ہے

اور کیا مانگو گے اے اللہ مجھے اپنی محبت دے دیجئے اور جو لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں ان کی محبت دیجئے آپ کے عاشقوں کی محبت بھی میں مانگتا ہوں۔ اب آپ بتائیے کہ جو ظالم یہ کہے کہ کتابوں سے میں اللہ والا بن جاؤں مجھے اللہ والوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کا یہ استغناء بخاری شریف کی اس حدیث کی روشنی میں حماقت ہے یا نہیں؟ سرور دو عالم ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی محبت مانگ رہے ہیں تو کون ظالم اس سے مستغنی ہو سکتا ہے یہ دلیل ہے کہ یہ شخص کورا ہے۔ مراد نبوت اور ذوق نبوت سے نا آشنا ہے اور اے اللہ! ایسے اعمال کی محبت دے دے جن سے تیری محبت ملے۔

عجیب رابطہ

علامہ سید ندویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان میں اللہ والوں کی محبت کیوں مانگی گئی ہے؟ اس لیے کہ یہ اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان رابطہ ہے یعنی اللہ والوں کی محبت میں یہ خاصیت ہے کہ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے اللہ کی محبت بھی مل جاتی ہے اور اعمال کی محبت بھی مل جاتی ہے۔

محبت کے حدود

اب آگے محبت کی پلاننگ ہو رہی ہے۔ جیسے ہر چیز کی پلاننگ اور اس کے حدود ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ خدا تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اتنی محبت دے دے کہ میں اپنی جان سے زیادہ آپ کو پیار کروں۔ جب جان سے زیادہ مولیٰ سے پیار ہوگا تو بتاؤ کوئی بدنظری کرے گا؟ گناہ چھپ چھپ کر کرے گا؟ یعنی مزہ لے گا؟ ارے گناہ سے ایسا بھاگے گا جیسے سانپ سے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر فدا رہے گا۔

جان سے زیادہ اللہ کی محبت مطلوب ہے

تو زبان رسالت سے محبت کے حدود بیان ہو رہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اتنی محبت دے دے کہ ہماری جان ہمہ وقت آپ پر فدا رہے اور ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ گناہوں کی حرام لذتوں کو حرام خوشیوں کو امپورٹ نہ کریں۔

Marfat.com

تو اللہ کی محبت کتنی ہونی چاہئے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے الفاظ نبوت میں مانگو انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ کیونکہ آپؐ اللہ کے پیارے اور مقبول ہیں۔ آپؐ کے الفاظ بھی مقبول ہیں۔ مقبول لغت نبوت میں مانگو گے تو آپ کی دعا رد نہیں ہوگی۔ انشاء اللہ یاد کر لو۔ خالق کائنات کی باتیں پیش کرتا ہوں جن سے حیات برستی ہے خالق حیات اپنے عاشقوں پر حیات اور نافرمانوں کے دلوں پر موت برساتا ہے۔ چہرہ دیکھو تو پتہ چل جائے گا کہ اس پر لعنت و پھٹکار ہے۔ سیدنا عثمانؓ نے ایک شخص کو دیکھ کر جو بدنظری کر کے آیا تھا فرمایا کہ کیا حال ہے ایسی قوموں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہے۔ کیا رسول اکرم ﷺ نے لعنت نہیں فرمائی! جو بدنظری کرتا ہے اس پر لعنت ہو سرور دو عالم ﷺ کی بددعا ہے تو کیا لعنت کے اثرات چہرہ پر نہیں آئیں گے؟

اہل وعیال سے زیادہ اللہ کی محبت مطلوب ہے

اے اللہ اپنی محبت مجھے میرے اہل وعیال سے بھی زیادہ دے دے۔ یہ نہیں کہ بیوی نے کہا کہ ٹیلی ویژن نہیں لاؤ گے تو میں ناراض ہو جاؤں گی تو مارے ڈر کے لے آیا۔ بھائی ہرگز اللہ کو ناراض مت کرو۔ بیوی کی تمام ڈیمانڈ پوری کرو اگر اچھے کپڑے کو کہے لے آؤ کوکا کولا لے آؤ مرنڈا مانگے لا دو سیون اپ پلا دو اور اگر شوگر والی ہے تو ڈائٹ سیون اپ لے آؤ اور ٹھنڈی کر کے پلاؤ۔ حلال نعمتیں اس پر برساؤ لیکن جب اللہ کی نافرمانی کو کہے کہ فلمیں لے آؤ تو کہہ دو میری جان لے لو مگر ایمان نہ لو، ایمان نہیں دے سکتا۔

شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ کی محبت مطلوب ہے

تیسرا جملہ ہے اے اللہ اپنی محبت مجھے اتنی دے دے کہ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ۔ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے رگ رگ میں جان آتی ہے۔ جان میں سینکڑوں جان معلوم ہوتی ہے۔ اس شدید پیاس میں پانی جتنا پیارا ہوتا ہے اے اللہ اس سے زیادہ آپ مجھے پیارے ہو جائیں۔ اپنی ایسی محبت میری جان کو عطا فرما دیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عمرؓ کو ایک مرتبہ دیکھا گیا کہ کمر پر مشک لادے مسلمان کو پانی پلا رہے ہیں۔ پوچھا گیا کہ اے امیر المومنین یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ کچھ لوگ وفد کی صورت میں آئے تھے، انہوں نے میری مدح کی، اس سے نفس کو خوشی ہوئی۔ اس کا میں نے یہ علاج کیا ہے۔

Marfat.com

حضرت علیؓ کا واقعہ

حضرت علیؓ نے ایک کرتہ پہنا ہوا تھا جو انہیں اچھا معلوم ہوا تو انہوں نے اس کی آستینیں بالشت بھر کاٹ دیں تا کہ عیب پڑ جائے اور بدنما ہو جائے۔

قبیلہ کے سردار کی اصلاح کا مسئلہ

حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس ایک شخص بیس سال تک حاضر خدمت ہوتا رہا۔ ایک روز اس نے عرض کیا کہ بیس سال سے حاضر خدمت ہو رہا ہوں لیکن مجھے تو آپ سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہ شخص اپنی قوم قبیلہ کا سردار تھا۔ آپ سمجھ گئے کہ اس کے دل میں بڑائی ہے۔ اس لیے اصلاح نہیں ہو رہی ہے۔ آپ نے کہا کیا تم واقعی اپنی اصلاح چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا، ٹھیک ہے تم ایسا کرو کہ اخروٹوں سے بھرا ہوا ٹوکرا لے کر خانقاہ کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور اعلان کرو کہ جو شخص مجھے ایک جوتا مارے گا اس کو ایک اخروٹ دوں گا، جو دو جوتے مارے گا اسے دو اخروٹ دوں گا۔ اس طرح جب ٹوکرا خالی ہو جائے تو پھر میرے پاس آ جاؤ۔ اس نے کہا یہ کام تو مجھ سے نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا پھر تمہاری اصلاح زندگی بھر نہیں ہو سکتی۔

ایک بزرگ کے پاس ایک شخص مدتوں رہا اس کے قلب کی حالت درست نہ ہوئی۔ اس نے شکائت کی تو شیخ نے فرمایا میرے ہاں آنے سے تمہارا کیا مقصود تھا؟ اس نے کہا، حضرت میرا ارادہ یہ رہا ہے کہ آپ سے جو فیض مجھے حاصل ہو وہ لے کر دوسروں کو پہنچاؤں شیخ نے کہا، اس نیت کی وجہ سے اصلاح نہیں ہو سکی۔ تم نے تو پہلے سے ہی پیر بننے کی ٹھان رکھی ہے۔ خالص اپنی ذات کی اصلاح کی نیت رکھو تو پھر اصلاح ہوگی ورنہ اصلاح ممکن نہیں۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا واقعہ

مولانا گیلانی اپنی کتاب ''برصغیر ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت'' میں نظام الدین اولیاءؒ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نظام الدین اولیاءؒ جو شیخ کبیر کے ہاں سلوک کے مراحل طے کرنے سے پہلے علم و فضل کی ممتاز ہستی شمار ہوتی تھی۔ جن کو بحث و مباحثہ میں مخالفوں کو شکست دیتے رہنے کی وجہ سے نام ہی مولانا بحاث اور ''محفل شکن'' پڑ گیا تھا، وہ جب اصلاح ذات کے لیے شیخ کبیر کی خدمت میں پہنچے تو شیخ کبیر نے ان سے کہا کہ تمہیں کچھ کتابیں مجھ سے پڑھنی پڑیں گی چنانچہ ان کا عوارف المعارف کا سبق شروع ہوا۔ ابھی چند سبق ہی ہوئے تھے کہ ایک واقعہ

Marfat.com

آیا۔ ہوا یہ کہ شیخ کبیر کے ہاں عوارف المعارف کا جو نسخہ تھا۔ اس کی لکھائی اچھی نہیں تھی چنانچہ شیخ کبیر اٹکنے لگے، اس پر نظام الدین اولیاءؒ نے کہا کہ میں نے عوارف المعارف کا دوسرا نسخہ شیخ شہاب کے ہاں دیکھا ہے جو بالکل صحیح نسخہ ہے۔ اس لیے نظام الدین اولیاءؒ اپنے شیخ کے سامنے اپنی وسعت نظری اور معلومات کا اظہار کرنے لگے۔ اس بات پر شیخ کی طرف سے سخت عتاب کے ساتھ یہ الفاظ ادا ہوئے۔ درویش کو بوسیدہ نسخہ کی تصحیح کرنے کی طاقت نہیں۔

شیخ کی زبان سے یہ بات کئی بار ادا ہوئی۔ جب نظام الدین اولیاءؒ کو معلوم ہوا کہ شیخ نے یہ بات ان کے جواب میں کہی ہے تو ان کے ہوش و حواس اڑ گئے۔ چنانچہ مجلس ختم ہوگئی۔ شیخ کے عتاب نے نظام الدین اولیاءؒ کی حالت اضطراب کو انتہائی بڑھا دیا تھا۔ اب نظام الدین اولیاءؒ کے لیے شیخ کی مجلس میں رہنا ممکن نہ رہا تھا۔ شیخ کی طرف سے معافی کے دروازے بھی بند ہو گئے تھے۔ چنانچہ نظام الدین اولیاءؒ جنگلوں میں نکل گئے اور ہفتوں تک روتے اور گریہ و زاری کرتے رہے اور اپنی غلطی پر پشیمان ہوئے کہ انہوں نے بلاوجہ شیخ کے سامنے اپنی علمیت کا اظہار کیا۔ اسی اثناء میں شیخ کبیرؒ کے فرزند شہاب الدینؒ کو نظام الدین اولیاءؒ جنگل میں نظر آئے۔ شہاب الدینؒ نے شیخ کبیرؒ کے سامنے ان کی حالت زار بیان کر کے ان کو معافی دینے کی درخواست کی۔ شیخ کبیرؒ نے حکم دیا کہ نظام الدین اولیاءؒ کو نہلا دھلا کر اور نیا لباس پہنا کر میری مجلس میں پیش کیا جائے۔ اس طرح نظام الدین اولیاءؒ کو معافی ملی۔ شیخ نے اگلے روز نظام الدین اولیاءؒ کو انہیں اس راز سے بھی واقف کیا کہ یہ سب کچھ تیرے حالات کو کمال تک پہنچانے کے لیے کیا گیا ہے۔ چونکہ تمہارے اندر بحث و مباحثہ اور علمیت کا پندار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لیے اس کا علاج ضروری تھا اور وہ اسی طرح ممکن تھا۔ نظام الدین اولیاءؒ کا ایک دوسرا واقعہ بھی مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے اپنی مذکورہ کتاب میں نقل کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی مدد سے درس کے ایک ساتھی دوران سلوک تشریف لائے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ نظام الدین جو بڑے ذہین مباحثانہ صلاحیتوں کے حامل اور بات سے بات نکالنے والے تھے، اب ان کی شکل و صورت ہی بدل گئی ہے تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔ حضرت شیخ کبیرؒ کے ہاں مہمان خانہ ایسی جگہ واقع تھا جس کا راستہ بازار سے ہو کر گزرتا تھا۔ شیخ کبیر نے نظام الدین اولیاءؒ کو حکم دیا کہ وہ پرتکلف کھانوں کا ٹوکرا لے آئے، چنانچہ وہ ٹوکرا لے آئے۔ ان کے مرشد نے کہا یہ ٹوکرا سر پر رکھ کر بازار سے ہو کر، مہمان کو کھانا کھلا کر ٹوکرا اسی طرح سر پر رکھ کر واپس لے آئیں۔ نظام الدین اولیاءؒ نے مرشد

Marfat.com

کے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا۔ اسی طرح نظام الدین اولیاءؒ کی تربیت ہوتی رہی۔

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کی فروتنی

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں، میں اپنے آپ کو ایک فرنگی سے بھی کمتر سمجھتا ہوں۔ اس لیے کہ اگر میں اپنے آپ کو زیادہ بہتر سمجھنے لگوں تو عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی دولت مجھ سے چھین کر فرنگ کے دل میں ڈال دے۔ اس طرح میں دولت ایمان سے محروم ہو جاؤں گا۔

شاہ ابوسعید گنگوہیؒ کا واقعہ

شاہ ابوسعید گنگوہیؒ بغرض بیعت شاہ نظام الدین بلخیؒ کی خدمت میں بلخ تشریف لے گئے۔ شاہ نظام الدینؒ کو اطلاع ہوئی کہ صاحب زادہ تشریف لاتے ہیں تو ایک منزل پر آ کر استقبال کیا اور بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ لے کر بلخ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر صاحب زادہ صاحب کی خوب خوب خاطر مدارت کی، ہر روز نئے نئے اور لذیذ سے لذیذ کھانے پکوا کر کھلاتے ان کو مسند پر بٹھاتے خود خادموں کی جگہ بیٹھتے۔ آخر جب شاہ ابوسعید نے اجازت چاہی کہ وطن واپس ہوں تو شاہ نظام الدینؒ نے بہت سی اشرفیاں بطور نذر پیش کیں۔ اس وقت شاہ ابوسعیدؒ نے عرض کیا کہ حضرت مجھے اس دنیوی دولت کی ضرورت نہیں ہے، نہ ہی میں یہاں اس لیے آیا ہوں مجھے تو وہ دولت چاہیے جو آپ ہمارے یہاں سے لے کر آئے ہیں۔ یہ بات سننا تھی کہ شاہ نظام الدینؒ کے تیور بدل گئے اور جھڑک کر فرمایا کہ جاؤ طویلہ میں بھیڑ اور گھوڑوں کے دانہ راتب کی فکر رکھو۔ چنانچہ وہ حکم کے مطابق طویلہ میں آئے۔ شکاری کتے تحویل میں دے دیئے گئے۔ کبھی شکار کے وقت شیخ گھوڑے پر سوار ہوتے اور یہ کتوں کی زنجیر تھام کر ہمراہ چلتے۔ آدمی سے کہہ دیا گیا تھا کہ یہ شخص جو طویلہ میں رہتا ہے، اس کو دو روٹیاں جو کی دونوں وقت لا کر دے دیا کرو۔ اب شاہ ابوسعید صاحبؒ جب کبھی حاضر خدمت ہوتے تو شیخ نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔ چماروں کی طرح دور بیٹھنے کا حکم فرماتے اور التفات بھی نہ فرماتے تھے کہ کون آیا اور کہاں بیٹھا۔ تین چار ماہ بعد ایک روز حضرت شیخ نے بھنگن کو حکم دیا کہ آج طویلہ کی لید اکٹھی کر کے لے جائے تو اس دیوانہ کے پاس سے گزرے جو طویلہ میں بیٹھا رہتا ہے۔ چنانچہ شیخ کے ارشاد کے مطابق بھنگن نے ایسا ہی کیا۔ پاس سے گزری کہ کچھ نجاست شاہ ابوسعید پر پڑی۔ شاہ ابوسعید کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا۔ تیوری چڑھا کر بولے۔

Marfat.com

گنگوہ نہیں ہے ورنہ اچھی طرح مزہ چکھاتا۔ غیر ملک ہے شیخ کے گھر کی بھنگن ہے اس لیے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بھنگن نے قصہ حضرت شیخ کو عرض کر دیا۔ حضرت نے فرمایا ابھی بو ہے صاحبزادگی کی، پھر دو ماہ تک خبر نہ لی۔ اس کے بعد بھنگن کو حکم ہوا کہ آج پھر ویسا ہی کرے بلکہ قصداً کچھ غلاظت شاہ ابو سعید پر ڈال کر جواب سنے کہ کیا ملتا ہے۔ چنانچہ بھنگن نے ارشاد کی تعمیل کی۔ اس مرتبہ ابو سعید نے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا۔ ہاں تیز اور ترچھی نگاہ سے اس کو دیکھا اور گردن جھکا کر خاموش ہو گئے۔ بھنگن نے آ کر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ آج تو میاں کچھ بولے ہی نہیں۔ تیز نظروں سے دیکھ کر چپ ہو رہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ ابھی کچھ بو باقی ہے، پھر دو چار ماہ کے بعد بھنگن کو حکم دیا کہ اس مرتبہ لید گوبر کا بھرا ہوا ٹوکرا سر پر پھینک ہی دیجیو کہ پاؤں تک بھر جائے۔ چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا مگر اب شاہ ابو سعیدؒ بن چکے تھے جو کچھ بننا تھا۔ اس لیے گھبرا گئے اور گڑگڑا کر کہنے لگے مجھ سے ٹھوکر کھا کر بے چاری گر گئی کہیں چوٹ تو نہیں لگی، یہ فرما کر گری ہوئی لید جلدی جلدی اٹھا کر ٹوکرے میں ڈالنی شروع کردی۔ کہ لا میں بھر دوں۔ بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے آ کر کہا کہ آج تو میاں جی غصہ کی جگہ مجھ پر ترس کھانے لگے اور لید بھر کر میرے ٹوکرنے میں ڈال دی۔ شیخ نے فرمایا بس اب کام ہو گیا۔ اسی روز شیخ نے خادم کی زبانی کہلا بھیجا کہ آج شکار کو چلیں گے۔ کتوں کو تیار کر کے ہمراہ ہونا۔ شام کو شیخ گھوڑے پر سوار خدام کا مجموعہ ساتھ جنگل کی طرف چلے۔ شاہ ابو سعیدؒ کتوں کی زنجیر تھامے پا بہ رکاب ہمراہ ہو لیے۔ کتے تھے زبردست شکاری، کھاتے پیتے توانا اور ابو سعیدؒ بے چارے سوکھے بدن، کمزور، اس لیے کتے ان کے سنبھالے سنبھلتے نہ تھے، بہتیرا کھینچتے روکتے مگر وہ قابو سے باہر ہوئے جاتے تھے۔ آخر انہوں نے زنجیر کمر سے باندھ لی۔ شکار جو نظر پڑا تو کتے اس پر لپکے۔ اب شاہ ابو سعیدؒ بے چارے گر گئے اور زمین پر گھسٹتے کتوں کے کھینچتے کھینچتے چلے جاتے تھے۔ کہیں اینٹ لگی، کہیں پتھر کنکر بدن سارا لہولہان ہو گیا۔ مگر انہوں نے اف نہ کی۔ جب دوسرے خادم نے کتوں کو روکا اور ان کو اٹھایا تو یہ تھرتھر کانپ رہے تھے کہ حضرت خفا ہوں گے اور فرمائیں گے حکم کی تعمیل نہ کی۔ کتوں کو روکا کیوں نہیں؟ شیخ کو تو امتحان منظور تھا، سو ہو لیا۔ اسی شب شیخ نے اپنے مرشد قطب العالم شیخ عبدالقدوسؒ کو خواب میں دیکھا کہ رنج کے ساتھ فرماتے ہیں کہ نظام الدین میں نے تجھ سے اتنی کڑی محنت نہ لی تھی جتنی تو نے میری اولاد سے لی، صبح ہوتے ہی شاہ نظام الدینؒ نے شاہ ابو سعیدؒ کو طویلہ سے بلا کر چھاتی سے لگایا اور فرمایا کہ خاندان چشتیہ کا فیضان میں ہندوستان سے لے کر آیا تھا،

Marfat.com

تم ہی ہو جو میرے پاس سے اس فیضان کو ہندوستان لیے جاتے ہو۔ مبارک ہو وطن جاؤ۔ غرض مجاز حقیقت بنا کر ہندوستان واپس فرمایا۔

ایک ممتاز عالم کا قصہ

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ایک ممتاز عالم دین ان کے حلقہ میں شامل ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد اس بزرگ کا ملک بھر کے دورہ کا پروگرام بنا، اس دورہ میں حسب سابق علماء اور مریدین کی کافی تعداد شریک تھی۔ بزرگ نے ممتاز عالم کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی کہ سفر کے دوران جب وہ گھوڑے پر سوار ہوں تو ان کی جوتی سر پر اٹھا کر چلیں۔ چونکہ ممتاز عالم دین کو اپنی ذاتی اصلاح کی فکر بزرگ کی خدمت میں لے آئی تھی اس لیے اس نے بزرگ کے اس حکم پر سر تسلیم خم کیا اور دورے کے دوران یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ دوران سفر ہی علمائے کرام نے مل کر بزرگ کو درخواست کی کہ یہ خدمت ممتاز عالم دین سے لینے کی بجائے اس کے لیے ہم تیار ہیں۔ یہ خدمت ہم میں سے کسی کے سپرد ہو۔ بزرگ نے فرمایا کہ جب تک ممتاز عالم کے اندر بڑائی کا احساس اور جذبہ موجود رہے گا، تب تک ان سے اس طرح کی خدمت لی جاتی رہے گی۔ جوں ہی ان کے اندر سے یہ جذبہ ختم ہو جائے گا، میں خود ان کے جوتے سر پر اٹھا کر چلوں گا۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے واقعات

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ اپنے دور کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ وہ ازحد نفیس اور نازک مزاج شخصیت کے حامل تھے۔ حکایات اولیاء میں ان کے بارے میں ایک واقعہ لکھا ہے۔

ایک عورت کج خلق، منہ پھٹ تھی۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کو الہام ہوا کہ اگر اس عورت سے نکاح کرو اور اس کی بدزبانی و ایذا دہی پر صبر کرو تو تم کو نواز لیا جائے گا۔ حضرت نے فوراً پیام بھیج دیا اور اس سے نکاح کرلیا۔ وہ عورت اس قدر تند خو، بدخصلت، سخت دل اور فحش گو تھی کہ الامان و الحفیظ، حضرت مرزا صاحبؒ خوشی خوشی دولت خانہ تشریف لے جاتے اور وہ سڑی سڑی سنانا شروع کر دیتی۔ وہ چپکے بیٹھے سنتے رہتے، زبان سے اُف نہ نکالتے اندر گھلتے رہتے۔ آخر واپس تشریف لے آتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح ہوتے ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہو کر میرا سلام عرض کرو اور پوچھو کہ کوئی کار خدمت ہو

Marfat.com

تو انجام دیا جائے۔ بموجب ارشاد خادم آستانے پر حاضر ہوتا اور شیخ کا سلام پہنچا کر مزاج پرسی کرتا۔ وہ نیک بخت بجائے جوابِ سلام گالیاں سناتی اور وہ وہ مغلظات بکتی کہ سننے والے شرما جاتے مگر مرزا صاحبؒ کی خادم کو تاکید تھی کہ اہلیہ کی شان میں گستاخی نہ ہونے پائے، کسی بات کا جواب مت دینا، جو کچھ فرما دیں سن لینا۔ ایک روز کوئی ولائتی خادم اس خدمت پر مامور ہوا ہر چند اس کو تاکید تھی جواب نہ دیا جائے مگر بے چارہ ضبط نہ کر سکا۔ جب دروازے پر پہنچ کر حضرت کا سلام پہنچایا، مزاج پرسی کی تو عورت نے بکنا شروع کیا۔ پیر بنا بیٹھا ہے اسے یوں کروں اور ووں کروں۔ ہر چند کہ ولائتی نے ضبط کی کوشش کی مگر آخر کہاں تک۔ پیر کو گالیاں نہ سن سکا اور غصہ میں آ کر کہا بس چپ رہ ورنہ گردن اڑا دوں گا۔ اس جواب پر وہ نیک بخت اور آگ بگولا ہو گئی اب لگی تو تو میں میں۔ غل کی آواز جو مرزا صاحبؒ کے کانوں میں پہنچی تو گھبرا اٹھے اور جلد ہی ولائتی کو واپس بلا بھیجا۔ اس کو بٹھایا اور فرمایا تم ناواقف ہو۔ دوسرے خادم کو بھیجا وہ گالیاں سن کر واپس آ گیا۔ حضرت مرزا صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس عورت کا احسان مند ہوں۔ اس کے باعث مجھے بہت نفع پہنچا ہے اور حقیقت میں اس کے شدائد اور سختیوں کو برداشت کرتے کرتے حضرت مرزاؒ کے اخلاق غایت درجہ مہذب ہو گئے اور آپ کے مزاج کی نفاست اور نزاکت ختم ہو گئی۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کا دوسرا واقعہ ملاحظہ ہو

مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کا معمول تھا کہ جامع مسجد میں جب جمعہ کی نماز کے لیے تشریف لاتے تو جنوبی دروازے سے اندر داخل ہوتے اور جب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے جاتے تو مشرقی دروازے سے جاتے۔

جمعہ کے بعد مشرقی دروازہ کی شمالی سہ دری میں ایک بزرگ مصلیٰ بچھا کر بیٹھتے تھے، اور ان کے سامنے ایک مٹی کا لوٹا اور اس کے اوپر ایک گھسی ہوئی اینٹ رکھی ہوتی تھی۔ جب مرزا صاحبؒ نماز سے فارغ ہو کر تشریف لاتے تو ان بزرگ کے لاتیں مارتے اور برا بھلا کہتے اور ان کے نیچے سے مصلیٰ نکال کر پھینک دیتے، لوٹا اٹھا کر توڑ دیتے اور اینٹ کو بھی اٹھا کر پھینک دیتے اور یہ کر کے روانہ ہو جاتے۔ لوگ اس حرکت کو دیکھ کر مرزا صاحبؒ کی شان کے خلاف سمجھ کر اس پر اعتراض کرتے۔ مگر کسی کو دریافت کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی خاص شخص نے جرأت کر کے دریافت کیا کہ حضرت یہ کون بزرگ ہے اور آپ ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کرتے ہیں؟ مرزا صاحبؒ نے فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ جب ہم لڑکے

Marfat.com

تھے تو یہ بھی ہمارے چاہنے والوں میں سے تھے اور یہ بھی ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔ اس وقت ان کے ساتھ یونہی ہاتھا پائی ہوا کرتی تھی مگر صرف یہی ایک شخص تھا جو برابر آتا رہا۔ اب خدا نے ہمیں ہدایت کی اور ہم سلوک کی طرف متوجہ ہوئے اور خدا کے فضل سے صاحب اجازت ہوئے۔ ایک روز ہمیں خیال ہوا کہ یہ شخص باوفا دوست ہے اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے میں نے جو اس کی طرف توجہ کی تو میں اس کے عکس ہی میں ڈوب گیا۔ اور میں نے اس کو اپنے سے بہت اونچا دیکھا۔ اب میں نہایت پریشان ہوا اور میں نے اس کا نہایت ادب کیا۔ اور اپنی جگہ اس کے لیے چھوڑی اور کہا کہ میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں۔ اب میری جگہ تشریف رکھیں اور میں آپ کی جگہ۔ مگر وہ نہ مانا۔ میں نے اصرار کیا مگر میرے اصرار پر بھی نہ مانا اور کہا کہ تمہیں میرے ساتھ وہی برتاؤ کرنا ہوگا جو اب تک کرتے رہے ہو۔ میں نے اس کی بات نہ مانی اس پر انہوں نے میری تمام کیفیت سلب کر لی۔ اب میں بہت پریشان ہوا اور میں نے کہا کہ میری کیفیت دے دو۔ اس پر اس نے کہا کہ اس شرط پر واپس کرتا ہوں کہ وعدہ کرو کہ مجھ سے ہمیشہ وہی برتاؤ کرتے رہو گے جو بچپن میں کرتے رہے ہو۔ یہاں نہیں بلکہ جامع مسجد میں سب لوگوں کے سامنے۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ کی خاکساری

مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کا معمول تھا کہ مسجد میں جب لوگ سو جاتے تو وہ مسافروں کے پاؤں دباتے تھے اس لیے تاکہ تواضع اور تذلل پیدا ہو۔ ایک بار مولانا دوران سفر لشکر سے نکل کر شہر کی کسی مسجد میں ٹھہرے، مؤذن نے مولانا کو مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دی۔ مولانا نے اس کی بات نہ مانی چنانچہ مؤذن نے انہیں دھکے دے کر مسجد سے نکالا۔ مولانا واپس مسجد میں آئے۔ اس طرح کئی بار ہوا آخر مؤذن نے تنگ آ کر کہا اچھا بھائی بیٹھ جاؤ تھوڑی دیر بعد لشکر میں سے دو سوار (سپاہیانہ وردی میں) مولانا کو تلاش کرتے ہوئے مسجد آئے۔ مؤذن نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ ڈر گئے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ یہ کوئی بڑی شخصیت ہیں، میں نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے اب مار پڑے گی، لیکن مولانا نے ان سے کہا ڈرو مت، میں نے بات دل سے نکال دی ہے، میں جا کر تمہارے لیے کھانا بھجوا دوں گا۔ مؤذن نے پاؤں پر گر کر معافی مانگی اور پوچھا کہ آپ نے میرے رویے کے مقابلے میں خاکساری کا رویہ کیوں اختیار کیا؟ مولانا نے فرمایا میں نے اس طرح اپنا علاج کیا ہے لوگ مجھے بڑا سمجھتے ہیں اور بعض اوقات دل میں بڑائی کا احساس بھی پیدا ہونے لگتا ہے، اس طرح

Marfat.com

میں نے اپنا علاج کیا ہے۔

ایک بار مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ وعظ فرما رہے تھے۔ دوران وعظ ایک شخص تھا، اس نے کہا مولانا ہم نے سنا ہے تم حرامی ہو۔ آپ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ میاں تم نے غلط سنا ہے میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ بڈھجانہ، پھلت اور خود دہلی میں موجود ہیں۔ یہ فرما کر پھر وعظ شروع کردیا۔

مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ ایک بار عشاء کی نماز پڑھ کر لال بازار گئے۔ وہاں وہ بازار کی ایک معرف عورت موتی کے مکان پر پہنچے۔ وہاں بہت ساری عورتیں اور مرد موجود تھے۔ مولانا نے آواز دی، ایک لڑکی نکل آئی، لڑکی کے سوال پر مولانا نے بتایا کہ وہ فقیر ہیں، لڑکی پیسے لے کر آئی۔ مولانا نے کہا میری ایک صدا ہے، بغیر صدا کہے میری لینے کی عادت نہیں۔ چنانچہ مولانا کو اندر بلایا گیا۔ مولانا شاہ اسماعیلؒ صحن میں رومال بچھا کر بیٹھ گئے اور سورۃ التین تلاوت فرمائی اور جذبات میں ڈوبی ہوئی تقریر کی۔ اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ وہاں موجود عورتیں اور مرد زار و قطار رونے لگے اور ڈھولک اور ستار یعنی گانے بجانے کا ساز و سامان توڑنے لگے۔ عشاء کے بعد مولانا چلے آئے۔ دوسرے دن شہر میں یہ واقعہ مختلف طریقوں سے پھیلا۔ جس سے مولانا محمد اسماعیلؒ کی عزت متاثر ہونے لگی۔

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے مولانا شاہ اسماعیلؒ سے کہا کہ تمہارے دادا شاہ ولی اللہ تمہارے چچا شاہ عبدالعزیزؒ تو اتنی مقدس شخصیات تھیں لیکن تم نے تو اپنے آپ کو بہت ذلیل کرلیا ہے۔ اتنی پستی بھی ٹھیک نہیں۔ اس پر شاہ اسماعیلؒ نے فرمایا آپ اسے میری ذلت سمجھتے ہیں۔ (یعنی لوگوں کو میرے کردار کے بارے میں چہ میگوئیاں کرنا) یہ تو کچھ بھی نہیں، میری عزت تو اس وقت ہوگی جب دہلی کے بدمعاش میرا منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کے مجھے چاندنی چوک میں (جلوس کی صورت میں) لے آئیں گے اس وقت میں کہوں گا قال اللہ کذا و قال اللہ کذا۔

اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ اپنی ذات کس طرح ہوتی ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تواضع

حضرت مولانا محمد قاسمؒ جس طالب کے اندر تکبر دیکھتے تھے تو اس سے کبھی کبھار جوتے اٹھواتے تھے جس کے اندر تواضع دیکھتے تھے اس کے خود جوتے اٹھا لیتے تھے۔ (حکایات اولیاء)

مولانا احمد حسن (جو خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے) ان کا کہنا ہے کہ میں جب

Marfat.com

مولانا سے تعلیم کے حصول کے لیے آیا تو ایک جولاہا آیا اور اس نے مولانا کو دعوت دی او مولانا نے اس کی دعوت قبول کی مجھے اس سے بہت اذیت ہوئی کہ مولانا جیسی شخصیت نے اتنی معمولی آدمی کی دعوت قبول کر لی، میں نے اس کا اظہار بھی کیا۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ جو کوئی بھی مولانا کی دعوت کرتا تو مولانا اس کے سامنے یہ شرط رکھتے کہ مولوی احمد حسن کی بھی دعوت کرو تو مجھے دعوت منظور ہے۔ اس طرح مولانا نے میرے اندر سے بڑائی کے احساس کو نکال دیا۔ (حکایات اولیاء)

مولانا محمد قاسم کے بچپن کے ایک ساتھی مولوی امیر الدین صاحب تھے، جو مولانا کو ہر مجلس میں اوئے قاسم او ابے قاسم کے انداز سے مخاطب ہوتے تھے۔ مولانا نے ان کو کہہ رکھا تھا کہ اگر تم مجھے اس طرح خطاب نہ کرو گے تو تم سے ہمارے تعلقات ختم ہو جائیں گے۔

مولانا رشید احمد کا واقعہ

مولانا رشید احمد ایک بار اپنے مرشد کے ہاں تھانہ بھون تشریف لائے۔ کئی دن قیام رہا۔ ایک بار ان کے مرشد نے ان کا امتحان لینے کے لیے عجیب طریقہ اختیار کیا۔ ہوا یہ کہ کھانے کے لیے دسترخوان بچھ گیا۔

حاجی امداد اللہ مکی مہاجرؒ اور مولانا کھانے کے لیے دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ حاجی صاحب نے قیمہ کی پلیٹ مہمان سے بہت دور رکھ دی۔ اسی اثناء میں حاجی امداد اللہؒ کے بھائی صاحب ضامن شہید بھی تشریف لائے۔ انہوں نے حاجی صاحب سے کہا بھائی جان قیمہ کی پلیٹ مہمان کے قریب رکھ دیں۔ تاکہ انہیں قیمہ نکالنے میں آسانی ہو، حاجی صاحبؒ نے کہا یہ تو چماروں سے گئے گزرے ہیں، یہ ہم ہیں کہ ہم نے انہیں اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھایا ہے یہ کہہ کر حاجی صاحبؒ نے مولانا کے چہرے پر نظر ڈالی لیکن ان کا چہرہ تاثرات سے خالی تھا۔ (حکایات اولیاء)

مولانا کی منکسر المزاجی

مولانا اپنے بارے میں کہتے ہیں میں بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا، نہ علمی، نہ عملی، نہ حالی، نہ قالی بلکہ مجھ میں تو سراسر عیوب بھرے پڑے ہیں، اگر کوئی میری تعریف کرتا ہے تو اسی وقت اپنے دس عیوب میرے پیش نظر ہو جاتے ہیں۔

مولانا اپنے بارے میں مزید کہتے ہیں میں تو اپنے کو کتوں سے بھی بدتر سمجھتا ہوں

Marfat.com

اگر کسی کو یقین نہ ہو تو اس پر حلف اٹھا سکتا ہوں۔ مزید فرماتے ہیں میں حلفاً کہتا ہوں کہ مجھ کو تو اپنی نماز، اپنے روزے اور اپنے ہر عمل بلکہ اپنے ایمان تک شبہ عدم خلوص کا رہتا ہے، اور ہم لوگ کیا چیز ہیں، صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر کون مخلص ہوگا، حدیث شریف میں وارد ہے کہ اصحابِ بدر میں سے ستر ۷۰ حضرات ایسے تھے جن کو اپنے اوپر نفاق کا شبہ تھا کہ کہیں ہم منافق تو نہیں۔

حکیم الامت اور روحانی مریضوں کا علاج

حکیم الامت کے ممتاز مرید مولانا قادری محمد طیب نے مولانا کے سامنے شکایت کی کہ جب سے انہیں مدرسہ سے سند فراغت ملی ہے، ان کے اندر سے علم کا زعم نہیں جاتا۔ مولانا نے انہیں حکم دیا کہ وہ دو ماہ تک مسلسل نمازیوں کے جوتے درست کرتے رہیں۔ چنانچہ وہ پانچوں وقت بیٹھ کر نمازیوں کے جوتے درست کرتے رہے۔ اس تدبیر سے ان کا علاج ہوگیا۔

حضرت کے ایک مرید عبدالمجید کے نام سے تھے، عبدالمجید مولانا کو بہت پیارے تھے۔ ایک بار مجلس میں ان سے نکل گیا کہ فلاں فلاں شخص کو کیا معلوم، ان کو آتا ہی کیا ہے۔ قرآن و سنت کی بات پوچھو، جب مولانا کو ان کی یہ بات معلوم ہوئی تو مولانا نے ان کو سزا کے طور پر یہ حکم دیا کہ وہ ہر مجلس میں اپنا تعارف اپنے پیشے کے ساتھ کرایا کریں کہ میں عبدالمجید بڑھئی ہوں (وہ بڑھئی تھے) چنانچہ وہ تین ماہ تک ہر مجلس میں اس طرح اپنا تعارف کراتے رہے۔

خطا کاروں پر حق تعالیٰ کی صفت کرم

علامہ آلوسی نے سلطان ابراہیم بن ادھمؒ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ وہ سلطان ہے کہ جس نے سلطنت خدا پر فدا کی اور دس سال غار نیشاپور میں عبادت کی۔ اسی کی برکت سے آج اس کے واقعہ سے اللہ کے کلام کی تفسیر کی جا رہی ہے۔

دنیا میں بہت سے بادشاہ مر کر سلطنت چھوڑ گئے لیکن ان کو کوئی رحمۃ اللہ علیہ نہیں کہتا لیکن اس سلطان نے جیتے جی اللہ کے نام پر سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ عزت دی کہ آج اولیاء اللہ کی زبان پر ان کا تذکرہ ہے اور تفسیر روح المعانی کے چوتھے پارے میں علامہ آلوسیؒ نے اس سلطنت خوش بخت، تارک تخت کا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ غار نیشاپورے میں، دس سال عبادت کرنے کے بعد سلطان ابراہیم ابن ادھمؒ حج کرنے آئے تو طواف کرتے ہوئے انہوں نے ایک درخواست کی (ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے

Marfat.com

معصومیت چاہتا ہوں یعنی میں بالکل معصوم ہو جاؤں کہ مجھ سے گناہ کبھی نہ ہو)۔ دل میں آواز آئی کہ اے سلطان ابراہیم ابن ادھمؒ میں جانتا ہوں کہ تو نے میری محبت میں سلطنت فدا کی ہے اور میں تیری محبت کی قدر کرتا ہوں لیکن جو سوال تو کر رہا ہے ساری دنیا کے انسان میرے دروازہ پر یہی سوال کر رہے ہیں۔ (ترجمہ) ہر انسان جو حج کرنے آتا ہے مجھ سے یہی کہتا ہے کہ اے اللہ مجھے معصوم کر دے کہ آئندہ مجھ سے کبھی گناہ صادر ہی نہ ہو۔ لیکن اے ابراہیمؒ اگر ہم سب کی دعا قبول کر لیں اور سب کو معصوم کر دیں تو ساری دنیا تو ہو گئی معصوم۔ (ترجمہ) تو پھر میں کس پر مہربانی کروں گا اور کس پر کرم کروں گا۔ میری صفت کرم اور صفت فضل اور صفت مغفرت کس پر ظاہر ہوگی۔ یہ درخواست کرو کہ اے اللہ مجھ کو گناہوں سے محفوظ فرما اور توفیق دے دے توبہ کی اور استقامت کے ساتھ رہنے کی اور اگر پھر بھی خطا ہو جائے تو پھر توبہ کر لو۔

علامہ خالد کردیؒ کا واقعہ

علامہ خالد کردیؒ ملک شام کے اتنے بڑے عالم شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ میں چلہ کھینچے دلی آئے۔ شاہ غلام علی صاحب حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے خلیفہ تھے۔ ان سے ملاقات کے لیے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تشریف لائے۔ علامہ کردیؒ نے ان کو پرچہ لکھ بھیجا کہ اس وقت میں اپنے شیخ کی خدمت میں چلہ کر رہا ہوں، اس وقت میں شیخ کے علاوہ کسی اور طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ میں چلہ کی تکمیل کر لوں پھر خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ یہ ہے اصلاح کا منصب کہ شیخ کہہ دے اس پر عمل کرو۔ کچھ بھی ہوتا رہے جب تک ساری مخلوق کو، اپنے رشتہ داروں کو، اپنی تجارت گاہوں کو، اپنی آرزوؤں کو اللہ کی مرضی پر فدا نہ کرو گے، اللہ نہ ملیگا۔ خود کو مرضیات الٰہیہ کے تابع کر دو پھر دیکھو کیا ملتا ہے۔ جو شخص عشق مجازی کے بہت ہی شدید مریض ہیں، مرض کی انتہا پر پہنچے ہوئے ہیں ان کے لیے کہتا ہوں کہ دو سال تک خانقاہ میں رہیں، باہر نہ نکلیں۔ پان کھانے بھی نہ نکلیں، منگوا لیں۔ پھر دیکھیں کہ اللہ والے ہوئے کہ نہیں، اب اگر کوئی پھولوں میں رہتا ہے لیکن درمیان میں بھنگی پاڑہ بھی جاتا رہے تو گلشن کہاں تک اسکا مزاج بدلے گا۔ مہینے، دو مہینے، چار مہینے میں کسی بہانہ سے خانقاہ سے نکل گئے کہ میرا فلاں رشتہ دار بیمار ہے، پردیس سے میرا بھائی آیا ہوا ہے اور گناہوں کے اڈے پر پہنچ گئے، بھنگی پاڑے کے کنسترل گئے اور پھر سونگھ لیا۔ مزاج پھر خراب ہو گیا اور ساری محنت ضائع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ میرے شیخ کے درجات بلند فرمائے۔ کیا کہوں عجیب وغریب شیخ تھے۔ فرماتے تھے کہ تقویٰ والوں کے ساتھ رہو اور ان کے دامن کو مضبوط پکڑو۔ اور فرماتے

Marfat.com

تھے کہ جہاں پر اللہ پاک کی کوئی آیات آئی ہے اور کسی قسم کا حکم دیا گیا ہے تو اس کی آسانی کا طریقہ بھی اللہ پاک نے نازل فرمادیا۔ جیسے تقویٰ یوں تو تمہارے لیے مشکل ہوگا لیکن آسانی سے کیسے حاصل ہوگا؟ (ترجمہ) متقیوں کے ساتھ رہو۔

ایک عورت کا شکریہ سکھانے کا واقعہ

آج گھروں میں ایک دوسرے کا شکریہ ادا کرنے کی تعلیم ہی نہیں ہے۔ بھائی بھائی کے لیے باپ کے لیے خواہ جتنی مرضی قربانی دے دیں لیکن ایک دوسرے کا شکریہ ادا نہیں کریں گے کیونکہ بچپن سے شکریہ کی تعلیم ہی نہیں دی جاتی۔ پھر اس ضمن میں ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ ہوائی جہاز میں جا رہے تھے کوئی یورپین عورت تھی وہ اپنے بچے کو چمچ کے ذریعے چاول کھلا رہی تھی۔ وہ ہر چمچ کھلانے کے بعد کہتی کہ Say Thank you وہ بچہ اپنی زبان سے شکریہ کے الفاظ ادا کرتا تب وہ اسے دوسرا چمچ دیتی۔ اس طرح تعلیم و تربیت سے تو شکریہ اس کی گھٹی میں پڑ جائے گا کیا وہ بچہ بڑا ہو کر شکریہ ادا نہیں کرے گا۔

حالانکہ شکریہ کی تعلیم تو ہمیں شروع ہی سے دی گئی ہے۔ قرآن اور حدیث گواہ ہیں۔ قرآن کی ابتداء شکریہ کے الفاظ سے ہو رہی ہے۔ جنت کی انتہا پر بھی شکریہ کے الفاظ ہیں جنتی اللہ تعالیٰ کی اتنی زیادہ نعمتیں دیکھیں گے تو بے اختیار یہ کہیں گے (ترجمہ) اللہ تو پھر اللہ ہے ہمیں تو انسانوں کے شکریہ کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔ حدیث پاک میں ہے (جو انسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا)

تین باتیں

بزرگوں نے تین باتیں ملفوظات میں ارشاد فرمائیں۔

(1) جو آدمی جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے لوگ اتنے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ ڈرنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ انسان ہوّا بن جاتا ہے بلکہ اس کا رعب ہوتا ہے۔

(2) ارشاد فرمایا جو آدمی اللہ تعالیٰ سے جتنی زیادہ محبت کرے گا لوگ اس سے اتنی ہی زیادہ محبت کریں گے۔ یہ محبت عجیب چیز ہے (واقعہ) وقت کا بادشاہ ہارون الرشید محل میں بیٹھا ہے۔ امام یوسفؒ مسجد میں تشریف لا رہے ہیں۔ ہر طالب علم چاہتا ہے کہ امام صاحب کے جوتے اٹھائے دو طلباء کا ایک ہی وقت میں ہاتھ پڑا۔ انہوں نے کپڑے میں ڈال کر جوتے اٹھائے کہ ایک نے کپڑے کو ایک طرف سے

Marfat.com

اور دوسرے نے دوسری طرف سے پکڑ لیا۔ ہارون الرشید نے ٹھنڈی سانس بھری اور کہا بھلا بادشاہ کے جوتے اٹھانے پر بھی کوئی جھگڑتا ہے پس جو جس قدر اللہ سے محبت کرے گا وہ اتنی ہی اس سے محبت کرے گی۔

(3) جو جتنی زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اللہ کی مخلوق اتنی ہی زیادہ اس کی خدمت کرے گی اور موت کے بعد بھی لوگ اس کا ذکر خیر کرتے رہیں گے۔ (واقعہ) حضرت سعدؓ ایک صحابی ہیں، وفات پا گئے۔ اللہ کے نبیؐ گئے۔ اللہ کے نبیؐ نے جنازہ پڑھایا حضورﷺ پنجوں کے بل چلتے ہیں۔ ایک صحابیؓ نے پوچھا حضورؐ آپ کو کبھی ایسے تو چلتے نہیں دیکھا۔ حضورﷺ نے فرمایا ہاں ان کے جنازے کے لیے اتنے فرشتے آئے کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔

چین وسکون

حضرت ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا کہ ہمارے دلوں میں جو چین وسکون ہوتا ہے اگر بادشاہوں کو پتہ چل جائے تو وہ ہم پر فوجیں لے کر چڑھائی کر دیں۔ جو سر سے پاؤں تک اللہ کے حکموں کے پابند ہیں وہ چین وسکون میں ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تو سروں سے پگڑیاں اچھل جایا کرتی ہیں اور آدمی بیٹھے بٹھائے گھر میں ذلیل ہو جایا کرتے ہیں۔

آخری پہر کے فیصلے

تہجد کی پابندی کریں رات کے آخری پہر میں جو فیصلے ہوتے ہیں تو وہ سارے دن کی محنت سے بھی نہیں ہوتے۔ رات کے آخری پہر میں دعائیں بڑی جلدی فاصلہ طے کرتی ہیں۔ امام رازیؒ فرماتے تھے اے اللہ رات اچھی نہیں لگتی مگر تیرے سے راز و نیاز کے ساتھ اور دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ۔

شیطان سے بچاؤ کا طریقہ

انسان لباس، گفتار کردار اٹھنے، بیٹھنے ہر ہر معاملے میں سنت کی پابندی کرے۔ نبیﷺ جب گھر میں داخل ہوتے دعا پڑھتے اگر دعا پڑھ لے تو شیطان پیچھے رہ جاتا ہے اگر دعا نہ پڑھیں تو ساتھ آتا ہے اور پھر دلوں میں نفرت ڈالتا ہے۔ یہ سوچئے کہ ایک سنت کو پورا نہ کرنے سے شیطان مردود کو گھر میں داخلے کی اجازت مل گئی۔ اس طرح مرد عورت کپڑے اتارنے سے پہلے دعا پڑھ لیں تو جنات شیاطین اسکے قریب نہیں آتے۔ اگر ہم نہیں پڑھتے تو

Marfat.com

پھر کیوں کہتے کہ جنات آسیب کا اثر ہو گیا ہے۔ عموماً عورتیں روتی پھرتی ہیں۔ یہ نہیں سوچتیں کہ ہم اگر سنت پر عمل کر لیتیں تو ایک حصار کے اندر آ جاتیں۔

رابطہ شیخ

اگر ذکر و مراقبہ کر بھی لیا جائے تو رابطہ شیخ میں کمزوری کی وجہ سے فیض میں کمی رہتی ہے۔ محبت میں کمی کی وجہ سے فیض میں کمی رہتی ہے۔ ایک حضور ﷺ سے محبت ہے لیکن انداز جدا ہے۔ حضور ﷺ پر جان قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ماں، باپ سے محبت کا انداز جدا ہے۔ بھائی، بہن سے محبت کا انداز جدا ہے۔ خاوند کی بھی محبت ہے مگر انداز بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس طرح سے جب شیخ کی محبت وغیرہ کا ذکر ہو تو وہی باپ والی پاکیزہ محبت و شفقت سمجھی جائے گی۔

اللہ والوں کی مقناطیسیت

اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں میں مقناطیسیت رکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں میں رعب رکھ دیا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کسی شہر میں گئے تو ایک بھی جاننے والا نہ تھا دو چار گھنٹے وہاں گزارے اور ایک مجمع ہے کہ رخصت کرنے کے لیے آیا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو لوگوں کے دلوں کو مائل کرتے ہیں۔ اللہ والوں کے اچھے کریکٹر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈل دیتے ہیں۔ (ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں رحمان لوگوں کے دلوں میں محبت ڈال دیتے ہیں)

اللہ والوں کے پاس اللہ کی محبت کی مقناطیسیت ہوتی ہے۔ اس لیے لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔

حالات اچھے ہوں یا برے شیخ کو ضرور بتایئے

آداب شیخ میں سے یہ ادب بھی ہے کہ مرید اپنی پوری کیفیت اپنے پیر کے سامنے کھول دے۔ حالات اچھے ہوں یا برے سب کے سب پیر کے سامنے کھول دے شیخ اچھے حالات میں کمی بیشی کی اصلاح کر دیں گے اور برے حالات کی بہتری کی دعا کرتے رہیں گے۔ بعض مرید شرماتے ہوئے یا ڈرتے ہوئے برے حالات پیر کے سامنے نہیں کھولتے حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اچھے حالات بتائیں یا نہ بتائیں برے حالات ضرور بتائیں تاکہ پیر صاحب اس کے لیے دعا کریں اور نصیحت کی ضرورت ہوئی تو نصیحت کر دیں گے اور جہاں

Marfat.com

اصلاح کی ضرورت ہوئی اصلاح کر دیں گے۔

خدمت شیخ کی برکات

جو پیر کی خدمت کرتے ہیں تو پیر اس کو بہانہ بنا کر دعا کرتے ہیں اس لیے پیر کی خدمت میں سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں تین عبداللہ نامی صحابہ بہت خدمت کرتے تھے۔ ایک عبداللہ بن عباسؓ ایک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ایک عبداللہ بن عمرؓ نبی اکرم ﷺ ان تینوں کے لیے تہجد میں نام لے کر دعا مانگتے یہ تینوں اپنے زمانے میں امام بنے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ امام مفسرین، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام الفقہاء اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام المحدثین بنے۔ یہ سب خدمت کی برکات تھیں۔

اچھے برے حالات تفصیلاً بتائے

اپنے بُرے حالات پہلے بتائے اور تفصیلاً بتائے۔ اس طرح خط لکھتے ہوئے خراب حالات پہلے لکھے اور تفصیل سے لکھے۔ اگر مرید اپنی بات کو مکمل کہے گا تو شیخ اس کے لیے دعا کرے گا۔ آخر شیخ کی دعائیں کچھ اثر رکھتی ہیں یا نہیں!

اگر پولیس والے مجرم کا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگا لیتے اور چور پکڑ لیتے ہیں تو کیا پیر اندازہ نہیں لگا سکتا۔ پیر مرید کی باتوں اور چہرے سے اندازہ لگا سکتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ (مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) لیکن ادب یہی ہے کہ مرید اپنے حالات خود بتائے۔ تفصیلاً حالات سامنے ہوں گے تو پیر اصلاح کرے گا۔ طلب ہو تو توجہ بھی ہوگی۔ (جس نے طلب کیا اس نے پا لیا)

آداب کی رعایت اشد ضروری ہے

پیر کو ملتے ہوئے یا ٹیلی فون کرتے ہوئے یہ نہ کہے کہ آپ نے مجھے پہچانا یا نہیں یہ ادب کے خلاف ہے۔ اس طرح پیر کی یادداشت کو چیک نہ کرے بلکہ اپنا مناسب تعارف کروائے۔ کئی سالکین کو ادب کی کوئی بات بتائیں تو Mind کر جاتے ہیں اصلاح اور تاکید کے لیے ذرا غصہ سے بتائیں تو منہ بنا لیتے ہیں ایسا کرنا سراسر ادب کے خلاف ہے جو مرید آداب کی رعایت کیے بغیر اپنی اصلاح کروانا چاہتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی کے پاس گیا اور جسم پر شیر بنانا چاہا۔ اس نے سوئی لگائی کہا کہ کیا بنانے لگے و کہا کہ دم بنانے لگا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ دم رہنے دیں۔ پھر سوئی لگائی کہا اب کیا بنانے لگے ہو کہا

Marfat.com

کہ کان بنانے لگا ہوں کہا کان بھی رہنے دیں۔ پھر سوئی لگائی کہا اب کیا بنانے لگے ہو بہت درد ہو رہا ہے۔ بنانے والے نے کہا شیر کا سر بنانے لگا ہوں کہا یہ بھی رہنے دیں بنانے والے نے کہا کیا ایسا بھی کوئی شیر دیکھا ہے جس کے نہ کان، نہ دم، نہ سر ہو۔ آداب کی مثال بھی اس طرح ہے جو مریدین آداب کو اہمیت نہیں دیتے وہ بھی ایسی ہی اصلاح کروانا چاہتے ہیں۔ آداب تصوف و سلوک بار بار پڑھنے چاہئیں حتیٰ کہ آداب کرنا آ جائے اس طرح مرید کی اصلاح کیسے ہوگی۔ کہ ذرا سی ڈانٹ ڈپٹ اور سختی بھی برداشت نہ کر سکے۔ یہ راستہ تو محبت و مجاہدہ کا راستہ ہے۔ یہ راستہ تو خدمت کا راستہ ہے۔

روحانی باپ کے حقوق

حدیث کا مفہوم ہے کہ تیرا باپ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے چاہے تو اسے کھول دے تو چاہے اسے بند کر دے۔ مفہوم حدیث ہے جس نے اپنے باپ کے چہرے پر محبت سے نظر ڈالی اسے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔ صحابہؓ نے پوچھا ہر دفعہ کے نظر ڈالنے پر یہ اجر ملے گا؟ فرمایا ہر دفعہ بھی مل سکتا ہے۔ اللہ کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں۔ جس طرح باپ کے حقوق ہیں اسی طرح روحانی باپ کے بھی حقوق ہیں باپ اوپر سے نیچے لانے کا ذریعہ ہے تو روحانی باپ نیچے سے اوپر لے جانے کا ذریعہ ہے۔ باپ جسمانی پرورش کرتا ہے جبکہ شیخ روح کی پرورش کرتا ہے۔

مرید کی ڈانٹ ڈپٹ میں حکمتیں

اگر شیخ کسی مرید کو ڈانٹے تو شیطان اس کے دل میں وسوسے ڈالے گا کہ بس اب پیر صاحب ناراض ہو گئے۔ شیطان مرید کو خواہ مخواہ بدگمانی کروائے گا۔ بدگمانی تو محرومی کی جڑ ہے۔ حالانکہ ڈانٹنے کا مطلب ناراضگی نہیں ہوتی۔ پیر کبھی خلوص چیک کرنے کے لیے بھی ڈانٹ کر کوئی بات کہتا ہے۔ کبھی شیخ سوچتا ہے کہ میں ایسی بات کہہ دوں گا جو سختی والی ہوگی اور مرید شرح صدر کے ساتھ برداشت کر جائے گا تو چمک جائے گا پیر اس کے لیے خلوت میں اور تہجد میں دعائیں بھی کرے گا۔ ہماری تو یہ حالت تھی کہ جس دن ہمارے شیخ ہمیں نہیں ڈانتے ہمیں اپنے خلوص پر شبہ ہونے لگ جاتا تھا۔ یہ یاد رکھیں کہ پیر صاحب مرید کو کوئی ذلیل سمجھ کر نہیں ڈانٹا بلکہ یوں سمجھتا ہے کہ جیسے کسی حسین چہرے پر کالک لگ گئی ہو ابھی دھونے سے دور ہو جائے گی۔ مرید کو پیر اس طرح سمجھ کر ڈانٹتا ہے اور اصلاح کرتا ہے اور اس کے کریکٹر کو نکھار

Marfat.com

دیتا ہے۔ اچھا کریکٹر ہی انسانی زندگی کا طرۂ امتیاز ہے۔

آسان نسبت

لوگ چاہتے تو ہیں کہ صاحب نسبت ہو جائیں لیکن اس کے لیے جو کچھ کرنا پڑتا ہے، وہ کما حقہٗ نہیں کرتے۔ حصول نسبت کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان تین باتوں کا خاص خیال رکھا جائے۔

اپنی بھوک سے کم کھانا۔

گناہ سے بچنا۔

کسی بھی مخلوق کو تکلیف نہ دینا۔

یہ تین باتیں حصول نسبت کو آسان کرتی ہیں۔ جیسے نجاست والے برتن میں کوئی دودھ نہیں ڈالتا اس طرح معصیت والے دل میں آسانی سے رحمت نہیں آتی۔ دل سے غلط تصورات کے بت توڑ دو۔ یہ پتھر کے بتوں کی طرح خطرناک ہیں تب رحمت کی نسبت متوجہ ہوگی۔ آپ نے طلب پیدا کرنی ہے عاجزی و انکساری پیدا کرنی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت متوجہ ہوگی۔

سوچنے کا انداز

ایک سوچنے کا انداز یہ ہے کہ میں یہ کام کروں گا اور ایک یہ انداز ہے کہ یااللہ مجھ سے یہ کام لے لے۔ پھر اللہ تعالیٰ کام لیتا ہے اور توفیق دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نیکی کی نئی نئی توفیق دیتے ہیں اور حفاظت بھی فرماتے ہیں۔ یہ چیز مانگنے سے ملتی ہے۔

اولیاء اللہ کی نگاہ میں برکت ہو جاتی ہے۔ وقت میں برکت ہو جاتی ہے۔ بلکہ ہر چیز میں برکت ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اتباع قرآن و سنت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں۔ (واقعہ) حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اردو زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے 18 سال مسجد میں اعتکاف کیا اور ترجمہ کیا 18 سال کے بعد جب ترجمہ مکمل ہوا تو باہر نکلے اور ایک کتے پر نظر پڑی وہ کتا جہاں جاتا دوسرے کتے دائرہ بنا کر اس کے گرد بیٹھ جاتے تھے۔

محبت شیخ کیوں ضروری ہے؟

جس شیخ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت جیسی نعمت حاصل ہو اس سے محبت کرنا کتنا

Marfat.com

ضروری ہے۔ مثلاً ایک درخت پر اللہ تعالیٰ تجلی ڈالے تو اس میں اور اس کے ارد گرد برکت ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے لیے درخت پر تجلی ڈالی گئی اس طرح شیخ بھی تجلیات الٰہیہ کا مورد ہوتا ہے بھلا اس میں کتنی برکت ہوگی اور اس سے کتنی محبت ہونی چاہیے؟ فرمایا فنا فی الشیخ ہونے کے لیے اپنے شیخ کو دیکھئے کیسے اٹھتا ہے کیسے بولتا ہے حتی کہ ہر معاملے میں شیخ کو دیکھئے کہ وہ کام کیسا کرتا ہے۔ اس سے فنا فی الشیخ کا مرتبہ آسانی سے نصیب ہوگا۔ کیونکہ شیخ سنت پر عمل کرتا ہے اس لیے بندے کو اس کی برکت سے فنا فی الرسولؐ اور فنا فی اللہ تک پہنچنا نصیب ہوتا ہے۔

محبت شیخ

شیخ کے ہر کام ہر بات کو نوٹ کرنا چاہیے شیخ کامل کے منہ سے جو لفظ نکلے اللہ تعالیٰ اس کا بھرم رکھ دیتے ہیں گمان یہ ہونا چاہیے جو الفاظ شیخ کے منہ سے نکلیں گے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے پورا کر دیں گے۔ محبت شیخ بھی عجیب نعمت ہے۔

طالب صادق

انسان طالب بن کر رہے ابو جہل نے بھی حضورﷺ کو دیکھا مگر تنقیدی نظر سے دیکھا کہ جب کہ صحابہؓ نے محبت اور طلب سے دیکھا۔ اعلیٰ قسم کی محبت سے بات بنتی ہے جو راستہ ساری عمر میں طے نہیں ہوتا وہ شیخ کی وجہ سے جلدی طے ہو جاتا ہے۔ جتنی طلب ہوگی جتنا ادب ہوگا اتنا ہی فیض ملتا جائے گا۔ جب کامل طلب ہو تو بعض مشائخ کو القا کیا گیا کہ نسبت منتقل کرو ورنہ تمہاری نسبت سلب کر لیں گے اس وقت اپنے بس میں بات ہی نہیں رہتی۔ اس وقت شیخ کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ نسبت منتقل کرے۔

مشائخ کی توجہ

شیخ کی توجہ تو یکساں ہوتی ہے کوئی کیسا پھول کوئی کیسا پھول خوشبو بھی مختلف ہے رنگ بھی مختلف ہے اسی طرح طلب میں کمی کی وجہ سے فرق پڑ جاتا ہے۔

صحبت اور رابطہ کی مضبوطی سے طلب بڑھتی ہے اس لیے شیخ سے زیادہ سے زیادہ رابطہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے یہ بات تجربہ میں آئی ہے جس کا رابطہ زیادہ مضبوط ہو وہ جلدی واصل باللہ ہو جائے گا۔

Marfat.com

طلب حق

جس بندے میں ادب نہیں اس کا راستہ بند ہو جاتا ہے اس لیے مشائخ اس پر کیا کر سکتے ہیں۔ محبت، ادب اور طلب لے کر بیٹھے پھر دیکھے کیسے آتا ہے۔ جس نے طلب کیا پس بے شک اس نے پا لیا طلب پختہ ہو اور جلد باز نہ بنے تو انشاء اللہ کامیاب ہوگا۔

واقعہ طلب

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرید امیر خسروؒ کو اپنے شیخ سے بڑی محبت تھی۔ پہلے پہل حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو ملنے گئے تو دو شعر لکھ کر بھیجے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ تو وہ شاہ ہے کہ تیرے قصر پر کبوتر بھی آ بیٹھے تو وہ باز بن جائے۔ ایک غریب آپ کے دروازے پر کھڑا ہے آپ باہر تشریف لائیں گے یا پھر واپس چلا جائے۔ حضرت نے جواب لکھ کر بھیجا۔ بڑی مدت کے بعد ایک آدمی میرا ہمراز ہوا ہے اگر یہ آدمی بھی جلد باز بنتا ہے تو جس راستے سے آیا ہے اسی راستے سے واپس چلا جائے۔ بس امیر خسروؒ ساری عمر کے لیے غلام بن گئے۔

واقعہ محبت

ایک دفعہ حضرتؒ نے امیر خسرو کو کسی کام کے لیے بھیج دیا وہاں سے بڑے مال و دولت کے ساتھ آ رہے تھے کسی سرائے میں واپسی پر ایک آدمی سے ملاقات ہوگئی۔ باتوں ہی باتوں سے پتہ چلا کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خانقاہ سے آ رہے ہیں لیکن ہدیہ میں جوتوں کے سوا کچھ نہیں ملا۔ حضرت امیر خسروؒ نے وہ سارا مال و دولت دے کر وہ جوتے لے لیے اور سر پر رکھ کر شیخ کی خدمت میں پہنچے حضرت کو رحم آیا اور سینے سے لگا لیا اور کام کر دیا اور روحانی منازل طے کروا دیں۔ طلب صادق ہو تو آج بھی کام بن جاتا ہے۔

اقسام نسبت

نسبت چار طرح کی ہوتی ہے جس سے طلب گار فیض یاب ہوتے ہیں۔

(1) نسبت انعکاسی

نسبت انعکاسی یہ ہے کہ مرید شیخ کی خدمت وصحبت میں آداب کا خیال رکھتے ہوئے رہے تو شیخ کی کیفیات کا عکس مرید پر پڑتا ہے اس کی مثال تنور کی طرح ہے کہ پاس بیٹھیں گے تو گرمی محسوس ہوگی اور اگر دور ہٹ جائیں گے تو کم ہوجائے گی۔ اگر بہت عرصہ شیخ کی صحبت میں رہے گا تو شیخ کی کیفیات و واردات کا عکس مرید پر ثبت ہوتا چلا جائے گا جیسے

Marfat.com

تصویر کیمیکل میں رکھی جاتی ہے تو پک جاتی ہے۔ یہ نسبت انعکاسی کہلاتی ہے۔

(2) نسبتِ القائی

مرید دل کی کثرت ذکر سے صفائی کر کے آئے مثلاً جیسے کوئی اپنے چراغ کے تیل بتی وغیرہ کو درست کر کے لائے تو شیخ آگ لگادے۔ لیکن اس کو بھی خطرات ہوتے ہیں اس لیے مسلسل ذکر ضروری ہے۔ اس نسبت کو قائم رکھنے کے لیے دو باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ (۱) اذکار کی پابندی کرتا رہے۔ (۲) تقویٰ کا اہتمام کرتا رہے۔

(3) نسبت اصلاحی

مرید کو ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعے اصلاح کرنے کے بعد جو نسبت ملتی ہے وہ نسبت اصلاحی کہلاتی ہے۔ شیخ جوں جوں اصلاح کرتا رہتا ہے۔ یہ نسبت پکی ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پوتے اپنے دادا کے ایک خلیفہ کے پاس گئے۔ حضرتؒ نے پیر کے پوتے ہونے کی نسبت کی وجہ سے بڑی آؤ بھگت کی۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے کہا مجھے تو دادی جان نے وہ نعمت لینے کے لیے بھیجا ہے جو کہ آپ کو میرے دادا سے ملی تھی حضرتؒ نے فرمایا اچھا اگر یہ بات ہے تو پھر اصطبل جا اور گھوڑوں کی خدمت انجام دے۔ تقریباً دو تین سال یہ خدمت انجام دی۔ مجاہدات کیے۔ ایک دن حضرت انہیں لے کر شکار کھیلنے کے لیے گئے۔ کتے انہیں پکڑا دیئے اور کہا کہ چھوڑنے نہیں ہیں۔ انہوں نے کمر سے کتوں کے رسّے باندھ لیے۔ کتوں نے جب شکار دیکھا تو زور مارا اور انہیں گھسیٹنے لگے اسی دوران حضرت گنگوہیؒ کے پوتے پر تجلیات خاصہ پڑیں بڑا مزہ آیا ادھر سے حضرت گنگوہیؒ کی حضرت کو زیارت ہوئی اور فرمایا ہم نے تو اتنی محنت آپ سے نہیں کروائی تھی۔ بس حضرتؒ نے نوجوان کو سینے سے لگایا اور نعمت منتقل کردی۔ ان بزرگوں نے اپنے مشائخ کی اتنی خدمت کی اور اتنے مجاہدات کیے تب کام ہوا۔ اس طرح ڈانٹ ڈپٹ اور امتحانات کے بعد جو نسبت ملے وہ اصلاحی کہلاتی ہے۔ واقعہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے ایک دن حضرت مولانا رشید احمدؒ کو روٹی پر تھوڑا سالن رکھ دیا اور کہا کہ دستر خوان کے کونے میں بیٹھ کر کھا لو لیکن دل تو چاہتا تھا کہ تجھے جوتوں میں بٹھا دیتا او چہرے کی طرف بھی دیکھا کہ کوئی تغیر تو نہیں آیا۔ حضرت نے عرض کی حضرت میں اسی قابل ہوں فرمایا الحمد للہ ذکر کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں اور کچھ دنوں بعد خلافت سے نوازا اور روانہ کردیا اس طرح ڈانٹ ڈپٹ اور اصلاح کے بعد جو نسبت ملے اسے نسبت اصلاحی کہتے ہیں۔

Marfat.com

(3) نسبت اتحادی

مرید شیخ کی اتنی خدمت کرے کہ شیخ بالکل خوش ہو جائے اور ہو بھی رحمت کا لمحہ تو منٹوں میں شیخ جیسی کیفیات حاصل ہو جاتی ہیں اور یہ نسبت اتحادی کہلاتی ہے۔ واقعہ ایک دفعہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خانقاہ میں سخت بارش کے موسم میں مہمان تشریف لائے ایک نانبائی روٹی وغیرہ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت خوش ہوئے اور فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ عرض کی کہ اپنے جیسا بنا لیں۔ فرمایا کوئی اور چیز مانگو عرض کیا بنانا ہے تو اپنے جیسا بنا لیں۔ فرمایا کوئی اور چیز مانگو عرض کی بنانا ہے تو اپنے جیسا بنالو ورنہ اور کچھ نہیں چاہیے۔ بس حضرتؒ نے توجہ ڈالی اور نسبت اتحادی منتقل کر دی۔ دونوں کو دیکھا گیا کوئی فرق نہیں تھا مگر نانبائی اتنی زیادہ تجلیات کو برداشت نہ کرسکا اور کچھ دنوں کے بعد وفات پا گیا۔ یہ معاملہ شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

شیخ سے فیضیاب ہونے کا آسان طریقہ

دل سے سچی توبہ کر کے شیخ کے پاس آتے ہی نہیں۔ مثلاً برتن میں گندگی ہو تو کوئی اس میں دودھ نہیں ڈالے گا تو بھلا گندے دل میں شیخ اپنا فیض کیسے ڈالے گا خواہ لاکھ منتیں کریں۔ پہلے توبہ کرو پھر دیکھو فیض کیسے امنڈ کر آتا ہے۔

عجیب بہانہ

اکثر احباب سے معمولات کے متعلق پوچھا جاتا ہے لیکن بہانہ ہے کہ فرصت نہیں ملتی۔ پھر ایک بادشاہ کا واقعہ سنایا کہ وہ ہر روز 5000 دفعہ بارگاہ رسالت میں درود شریف کا ہدیہ بھیجتا تھا۔ ایک رات کسی وجہ سے ناغہ ہو گیا تو ایک بزرگ کو خواب میں حضور ﷺ نے اس کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ آج اس کا تحفہ نہیں پہنچا۔ جب بادشاہ اتنی مصروفیت کے باوجود 5000 دفعہ درود کا تحفہ بھیج سکتا ہے کیا ہم 200 دفعہ حضور ﷺ کو درود کا تحفہ نہیں بھیج سکتے۔

ہماری عجیب حالت

ہماری حالت یہ ہے کہ ایک اجنبی آدمی کے پاس راستہ میں 10 منٹ کھڑے ہو کر باتیں کرتے رہتے ہیں لیکن نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے لیے ٹائم نہیں ہے مگر اس پر افسوس ہے کہ ہمیں غم بھی نہیں کہ ہم کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ عہد کرو کہ معمولات کی پابندی کھانے پینے پر مقدم رکھیں گے خصوصاً درود شریف کا ناغہ نہیں ہوگا۔ سوچیں کہ اگر ہمیں دس منٹ موت سے پہلے دے دیئے جائیں تو درود شریف پڑھیں گے یا کھانا کھائیں گے۔ یہ باتیں اس لیے کی

Marfat.com

ہیں کہ ہمیں درود شریف کی اہمیت کا پتہ چل جائے۔ اس بات کے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم درود شریف اور معمولات کو اپنے کھانے پینے کی ضرورت سے اہم ضرورت سمجھنے لگ جائیں۔ ایسے آدمیوں کو جانتا ہوں جو قضا معمولات کو چھٹی کے دن پورا کر لیتے ہیں۔ امتحانات میں مصروفیت کی وجہ سے مراقبے قضا ہوگئے تو امتحانات کے بعد 54 گھنٹے کے مراقبے مکمل کیے۔

معمولات اور جرم

دنیا جہاں کے کاموں کے لیے فرصت ہے لیکن معمولات کے لیے فرصت نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ہم معمولات چھوڑنے کو جرم نہیں سمجھتے۔ مصروفیت کی وجہ سے نہیں کر سکے۔ اس بہانے کو کافی سمجھ لیتے ہیں اور مطمئن ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ بہانہ کافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو عبادت کے لیے پیدا کیا (ترجمہ) میں (اللہ) نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا۔ تصور کریں کیا ہم اللہ تعالیٰ کو یہ حیلے بہانے بنا کر مطمئن کر سکیں گے۔

اللہ کی محبت کیسے حاصل ہوگی

اگر محبت الٰہی کی تڑپ ہو عشق ہو تو پھر معمولات بوجھ نہیں ہوتے۔ بلکہ مزہ آتا ہے۔ یہ چیزیں شیخ کی صحبت میں ادب اور طلب کے ساتھ بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہیں شیخ تو ہر مرید پر توجہات کرتا ہی رہتا ہے مگر مرید کی طلب اور محبت میں کمی بیشی سے فرق پڑتا ہے۔

اچھا گمان رکھنا چاہیے

آخرت میں ایک آدمی کو لایا جائے گا اسے اس کے گناہ گنائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے حسن ظن رکھا اس لیے تجھ کو معاف کر دیا گیا۔

"میں بندے کے گمان کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے متعلق گمان کرے"

اللہ تعالیٰ کی عبادت و معرفت بن مانگے نہیں ملتی بلکہ طلب پر ملتی ہے۔ بادشاہی بن مانگے مل جاتی ہے لیکن معرفت بن مانگے نہیں ملتی۔ مدت مدید تک ہر وقت سوتے جاگتے پہلا اور آخری خیال اللہ کی محبت کا ہو تب کہیں جا کر بات بنتی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور آرزوئیں کرتا رہے۔

محبت، خلوص اور رابطہ

مرید کی ساری ترقی کا دارومدار شیخ کے ساتھ محبت، خلوص اور رابطہ پر ہوتا ہے۔ یہ

Marfat.com

چیز مشاہدہ میں آئی ہے کہ جس کا شیخ کے ساتھ زیادہ کامل رابطہ ہوتا ہے وہ آگے نکل جاتا ہے اور تھوڑا سا ذکر کرنے سے بھی واصل باللہ ہو جاتا ہے۔

قربانیاں ضروری ہیں

ایک دفعہ ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں مرغ مسلم ملتے تھے اور قسم قسم کی نعمتیں ملتیں ایک گھاس کاٹنے والے وہاں آ بیٹھے تو اسے دال ملتی تھی یہ گھاس والے حیران ہوئے کہ مجھے دال ساگ کیوں ملتا ہے الہام ہوا یہ شہزادہ تھا قربانیاں دے کر آیا ہے اس لیے اسے اس کی قربانیوں کے بقدر ملتا ہے۔ اس راستے میں قربانیاں کرنی پڑتی ہیں تب کہیں بات بنتی ہے بلکہ بعض اوقات تو جان کی قربانی بھی لگانی پڑتی ہے۔

تصوف کیا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے حضرت سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اپنے آپ کو مٹا دینے کا نام تصوف ہے۔

اللہ کا کمال اور مہربانی

ارشاد فرمایا ''میں'' مٹانا بہت ضروری ہے۔ جب تک کسی میں بھی ''میں'' کا دعویٰ ہے وہ نااہل ہے۔ اگر کسی میں کوئی خوبی نظر آئے تو یہ ہمارا اپنا کمال نہیں ہے بلکہ اللہ کی مہربانی ہے کہ ہم جیسوں میں اس نے خیر کا مادہ رکھ دیا ہے۔ ہماری نالائقیوں کے باوجود اس نے لوگوں کے دلوں میں ہمیں بے عزت نہیں کیا ورنہ اگر اللہ تعالیٰ بے عزت کرنے پر آئے تو انسان گھر بیٹھے بٹھائے بے عزت ہو جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ دل کے خیالات پر ہی پکڑ کرنی شروع کر دیتے تو کتنے ہی لوگ پکڑے جاتے اور بے عزت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی کتنی مہربانی ہے کہ اس نے دل کے خیالات پر پکڑ نہیں فرمائی اگر دل کے خیالات مجسم ہو جاتے تو ہم میں سے کتنے پارسا بدمعاش نظر آتے۔

ڈانٹ ڈپٹ کا فیض

معمولات کا اپنا فیض ہوتا ہے اور شیخ کی ڈانٹ ڈپٹ کا اپنا فیض ہوتا ہے۔ جب شیخ ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے تو اس کی مثال ڈاکٹر کی طرح ہوتی ہے ڈاکٹر نشتر چلاتا ہے اور ناسور میں سے فاسد مادہ نکالتا ہے۔ اسی طرح شیخ ڈانٹ ڈپٹ کے نشتر کے ذریعے ''میں'' کو مٹاتا ہے اور مرید کی اصلاح کرتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ اولاد کسی کی ہوتی ہے اور اصلاح کے لیے شیخ

Marfat.com

تہجد میں دعائیں کرتا ہے۔

خدائی اور رسالت کا دعویٰ

ایک دفعہ ایک شیخ نے ایک مرید کو خلافت دی اور تلقین کی کہ

(۱) خدائی کا دعویٰ نہ کرنا (۲) رسالت کا دعویٰ نہ کرنا

یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے جیسا معاملہ نہ کرنا۔ مرید نے فرمایا حضرت جی میں نالائق سہی لیکن ایسا تو نہیں کر سکتا شیخ نے فرمایا بہت اچھا شیخ نے اس کے لیے دستر خوان لگوایا اور اس پر بہت سی نعمتیں رکھیں۔ پھر کسی کو بھیجا کہ اس سے جا کر مانگو۔ تو اس نے روٹی کا ایک ٹکڑا اللہ کے نام پر دے دیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ تو نے اللہ کے نام پر تو اپنے جیسا معاملہ بھی نہ کیا کہ خود قسم قسم کی نعمتیں کھا رہا ہے اور اللہ کے نام پر ایک ٹکڑا دیتا ہے تو نے تو اللہ کے نام کے ساتھ اپنے جیسا معاملہ بھی نہ کیا بلکہ اس سے بھی گھٹیا معاملہ کیا اور خدائی کا دعویٰ یہی ہے کہ لوگوں کو یہ کہنے لگ جاؤ کہ دیکھو جو میں مشورہ دوں گا جو میں کہوں گا وہی ہوگا۔

نبوت کا دعویٰ یہ ہے کہ لوگوں میں بیٹھ کر ہی دعویٰ کرنے لگو کہ میری مان کر چلو گے تو تمہارا فائدہ ہوگا حالانکہ یہ شان نبی ﷺ کی ہے کہ آپ ﷺ کا کہنا مانا جائے تو کام خراب نہیں ہوگا۔ نبی ﷺ کا کہنا ماننا ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ جب تک انسان اپنے اندر سے اخلاق رذیلہ تکبر، بغض، حسد، عجب بدگمانی وغیرہ کو نہیں نکالتا اس وقت تک ''میں'' اور انا کا ٹوٹنا مشکل ہے۔ یہ خامیاں کثرت ذکر اور صحبت شیخ اور ڈانٹ ڈپٹ سے نکلتی ہیں۔

ایک بہروپیے کا واقعہ

حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دربار میں ایک بہروپیا آیا کرتا تھا۔ بادشاہ ہر دفعہ اس کے بہروپ کو پہچان جاتا تھا۔ وہ کہتا انعام دو بادشاہ کہتا ہمیں دھوکا دے کر دکھاؤ تو تب انعام ملے گا۔ اس بہروپیے نے سوچا کہ عالمگیر اولیاءؒ کا قدردان ہے۔ اولیاء اللہ کا بھیس بدل کر ہی اسے دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔

وہ اولیاء اللہ کا بھیس بدل کر جنگل میں بیٹھ گیا۔ وہ لوگوں سے کچھ نہ لیتا۔ لوگ اس کے پاس دعائیں کروانے آتے اورنگزیب عموماً اولیاء اللہ کے پاس جاتے رہتے تھے۔ جب ان کی شہرت ہوئی اورنگ زیب بھی اسے ملنے پہنچا اور دعا کے لیے درخواست کی۔ دعا کے بعد اورنگزیب نے پیسوں کی تھیلی پیش کی۔ اس نے انکار کر دیا۔ اورنگ زیب اپنی تھیلی لے کر واپس آ گیا۔ دوسرے دن وہی بہروپیا اورنگ زیب کے دربار میں آ گیا اور کہا کہ میرا انعام دو۔

Marfat.com

اورنگ زیبؒ نے پوچھا اپنا کوئی پارٹ بتاؤ۔ اس نے کہا کل جنگل میں کس کے پاس دعا کروانے گئے تھے۔ اورنگزیبؒ نے کہا کل میں نے تجھے اشرفیوں کی تھیلی پیش کی تھی کل کیوں نہیں قبول کی تھی۔ اب خود مانگ رہے ہو۔ اس نے کہا کل اولیاء اللہ کے روپ میں تھا۔ وہاں میں پیسے نہیں لے سکتا تھا اس لیے کہ میں اولیاء اللہ کے نام کو دھبا لگانا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے شرم آئی کہ بیٹھا تو اولیاء اللہ کے روپ میں ہوں اور مال و دولت کی حرص مجھے زیب نہیں دیتی۔ ہمیں اس واقعہ سے سبق سیکھنا چاہیے کہ اگر ایک بہروپیا اللہ والوں کے بھیس کی لاج رکھ سکتا ہے تو پھر ہمیں بھی اس مسلمانی کے تقاضوں کی لاج رکھنی چاہئے۔ خصوصاً دل کو ہوس سے پاک رکھیں اور نگاہ کو غیر محرم سے محفوظ رکھیں۔

سچی توبہ کی کرامت

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ ایک نوجوان پیتا ہے اور فلاں گاؤں سے شراب لاتا ہے۔ حضرت عمرؓ اس کے راستے میں بیٹھ گئے جب آیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ تیرے پاس کیا ہے، وہ نوجوان اللہ کی طرف متوجہ ہوا یا الٰہی مجھے حضرت عمرؓ کی نگاہ سے بچا کہ میں سچی توبہ کرتا ہوں اس نوجوان نے یہ کہہ دیا کہ یہ دودھ ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ دیکھا تو وہ دودھ تھا۔ یہ ہے سچے دل سے توبہ تائب ہونے کی برکات۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم توبہ تائب ہوکر ایک نئی ایمانی اسلامی اور قرآنی زندگی بسر کرنے کا پکا ارادہ کریں۔ ہمیں ہر وقت اپنے ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کرتے رہنا چاہئے۔

تہجد پڑھنے کا آسان طریقہ

تہجد پڑھئے یہ ولایت خاصہ کے لیے بہت ضروری ہے۔

تہجد پڑھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ فجر سے تھوڑی دیر پہلے اٹھیے۔ فجر کے لیے تو انسان کو اٹھنا ہی ہے بس 15,20 منٹ پہلے اٹھ جایئے اور تہجد پڑھ لیجئے۔ یہ انتہائی بابرکت لمحات ہوتے ہیں۔ ان 15,20 منٹوں میں اپنے پروردگار کے لیے کوشش کر لیجئے۔ اللہ کو اتنا وقت دینے کے لیے بھی تیار نہیں۔ 24 گھنٹوں میں کئی گھنٹے بیوی کو وقت دینے کے لیے ہیں بچوں کو گھنٹوں کے گھنٹے دینے کے لیے ہیں، دوستوں کے ساتھ خوش گپیاں لگانے کے لیے وقت ہے مگر وقت نہیں ہے تو اپنے خالق و مالک کو دینے کے لیے نہیں ہے۔ ہائے افسوس 24 گھنٹوں میں تمام لوگوں سے کم وقت 15,20 منٹ بھی اللہ کو دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

تہجد کے بغیر کسی کو واصل باللہ ہونا نصیب نہیں ہوسکتا۔ یہ نماز پڑھنا تو بہت ضروری ہے۔

Marfat.com

عمل اور اخلاص

عمل خالص اللہ کے لیے کیا جائے کسی غیر کا خیال دل میں نہ آئے ورنہ عمل کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ عمل کی قبولیت کے لیے بار بار اللہ سے التجا کرتے رہئے، آہ وزاری کرتے رہئے تاکہ ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت پاسکیں۔ حضرت بایزیدؒ ایک دفعہ سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ رات خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ نامۂ اعمال میں پوری سورۃ ہے مگر دو آیات نہیں ہیں اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پڑھتے ہوئے ایک آدمی پاس سے گزرا تھا اس کا خیال آ گیا تھا کہ یہ خوش ہوگا بس ان دو آیات کا اجر نہ ملا۔

حضرت حسین علیؒ واں بھچراں والے ساری ساری رات مراقبہ کرتے جو تھک جاتا وہ اٹھ کر چلا جاتا حتی کہ ان کے مراقبہ کی دعا بھی نہ ہوتی اور اکیلے ہی رہ جاتے تو تہجد کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ اگر یہ لوگ اتنے بڑے بڑے اعمال لے کر جائیں گے تو ہمارا کیا بنے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ کچھ محنت کرلیں اپنے دل میں یادالٰہی بسالیں۔ اپنے رب کو منالیں۔

بعض اوقات سستی اور غفلت زیادہ کھانے سے ہوتی ہے۔اس لیے کم کھانے کی عادت ڈالیں کم کھانے سے کم سونا نصیب ہوگا۔ یہ آزما کے دیکھ لیں کہ کم کھانے والا زیادہ عقلمند ہوتا ہے۔ تجربہ کرکے دیکھ لیں کم کھانے سے کم سونا نصیب ہوگا تو پھر ذکر اذکار کے لیے وقت مل جائے گا۔

آج کل کے مجاہدے

آج کل کے مجاہدے دو ہیں۔

(۱) کم کھانا (۲) باتیں کم کرنا

کم بولنے کا کیا مطلب ہے؟ کم بولنے کا مطلب ہے کہ صرف ضرورت کی بات کریں۔ دنیا کی باتیں کم کریں۔ جو تبلیغ کر رہا ہے وہ دین کی باتیں کر رہا ہے وہ کم باتیں کرنے والا شمار ہوگا۔ کیونکہ وہ دنیا کی باتیں نہیں ہیں بلکہ وہ دین کی دعوت دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ دنیا کی کم باتیں کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے تذکرے نہ کریں۔ غفلت نہ کریں۔ مثلاً دو بندے بیٹھتے ہیں ایک پوچھتا ہے آجکل خبر کیا ہے۔ دوسرا جواب دیتا ہے اور دنیا کی باتیں کرتا ہے۔ صدر نے یہ کہا وزیراعظم نے یہ کہا اور بیٹھے ہیں ملک کی تقدیر کا فیصلہ کرنے۔ اپنی تقدیر ہاتھ میں نہیں ہے اور ماسٹر مائینڈ بن کر بیٹھے ہیں۔ افسوس ہے زندگی کس لیے ملی ہے اور کیا کر رہے ہیں (ترجمہ: میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں)

Marfat.com

بیعت کی برکات

آج بیعت کر لینا دین کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ مستحب نہیں بلکہ اس کا درجہ بڑھ گیا۔ اس بیعت کی بہت برکات ہیں۔ اس بیعت کی برکات سے بلامبالغہ سینکڑوں لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ یہ ایک سنت عمل ہے لیکن اس سے فرائض زندہ ہوتے ہیں۔

دین داری اور عبادت کی حسرت رکھنے کی برکات

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے پڑوسی لوہار کو بھی وہی درجہ مل گیا جو کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کا تھا۔ پردہ میں جا کر لوہار کی بیوی سے پوچھا کہ کیا تیرا شوہر ایک عام مسلمان نہ تھا۔ اس نے جواب دیا تھا تو ایک عام مسلمان مگر وہ دو خاص عمل کرتا تھا۔ ایک خاص عمل یہ تھا کہ لوہا کو کاٹتے ہوئے اگر ہتھوڑا اوپر اٹھا ہوتا تھا مگر اذان کی آواز سنتا تو وہیں نیچے پھینک دیتا اور نماز کے لیے اتنی سی بھی دیر گوارا نہ کرتا کہ لوہے کو ایک اٹھی ہوئی چوٹ ہی لگا دیں۔ دوسرا عمل یہ کہ رات کو بچوں کے ساتھ چھت پر سوتے تھے اور آہ بھرتے تھے کہ اگر میں تھکا ہوا نہ ہوتا تو میں بھی عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کی طرح عبادت کرتا۔ یہ حسرت انہیں جنت میں حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے مقام تک پہنچا گئی۔ یہ حسرت و تمنا بڑی چیز ہے۔ نیکی کی حسرت رکھنا بھی بڑے کام کی چیز ہے۔

سب سے بڑی مصیبت رابطے کی کمی ہے

کسی نے عرض کیا کہ آپ سے کس طرح رابطہ رکھیں؟ ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے رابطہ رکھنا ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح ضرور رابطہ رکھ لیتے ہیں۔ انسان جہاں مرضی چلا جائے لیکن خط تو ہر کہیں پہنچتا رہتا ہے۔ پابندی سے خط لکھتا رہے تو رابطہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا۔ اصل وجہ یہ ہے کہ دلوں پر ذکر والی محنت نہیں کرتے جس سے دل غافل ہو گئے ہیں اس لیے رابطہ رکھنا مشکل نظر آتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ اگر رابطہ مضبوط ہے تو سالک دور ہونے کے باوجود دل کے قریب ہے۔

طالب کی سستی

ہمارے سلسلہ میں فیض بہت آسانی سے ملتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے فرمایا اس سلسلہ میں طالب کی سستی کے علاوہ کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی ہم اپنے آپ کو اللہ کے سپرد

Marfat.com

کردیں اور کہہ دیں (میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں)

آسان سلوک

ہمارے سلسلہ میں 90% سلوک توجہات سے طے ہوتا ہے۔ اس کے لیے محبت شیخ ادب شیخ اور اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کرنا بنیادی شرائط ہیں۔ اس کے علاوہ دس فیصد انسان کو محنت کرنی پڑتی ہے اور یہ سارے کام رابطہ شیخ سے آسان ہو جاتے ہیں۔ جن لوگوں کو فیض نہیں پہنچتا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے گناہوں کی وجہ سے اپنے دل کے دروازے بند کیے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے فیض رکتا ہے۔ سچی پکی توبہ کر کے اس گناہوں کے جال کو ختم کریں پھر دیکھیں کس طرح فیض پہنچتا ہے۔ گناہوں پر شرمسار ہوں اور سچی توبہ کرلیں تاکہ دل انوارات وتجلیات کو جذب کرنے والا ہو سکے۔

دل اور گناہوں کے سوراخ

تہجد میں رو رو کر اللہ تعالیٰ سے مانگئے فیض سب کی طرف پہنچتا ہے مگر دل میں گناہوں سے سوراخ کیے ہوئے ہیں جس سے فوراً ہی نکل جاتا ہے مثلاً ایک آدمی چھلنی لے کر دودھ لینے جائے تو دودھ والے کا قصور ہے کہ چھلنی والے کا قصور ہے۔ جب مشائخ کے پاس جائے تو اصلاح کی نیت لے کر جائے تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ ہمیشہ اپنے شیخ کے پاس اصلاح نیت سے جائیں۔

خطرناک غلطیاں

جو لوگ اپنے آپ کو شیخ کے سامنے پیش نہیں کرتے اپنے آپ کو شیخ کے سپرد ہی نہیں کرتے تو پھر پورا فائدہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آج تو بعض مرید تک سوچتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیخ کو کسی کی حقیقت کا کیا پتہ بس شیخ کو دو آدمی گھیرے ہوئے رہتے ہیں۔ جو بات پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ ایسی ایسی بدگمانی سے کام لیتے ہیں اسی لیے حضرت نے فرمایا کہ روحانیت میں گناہ اتنا خطرناک نہیں جتنی بدگمانی ہوتی ہے۔ لیکن شیخ محبت سے شفقت سے لے کر چل رہے ہوتے ہیں سوچتے ہیں کبھی نہ کبھی سمجھ جائے گا۔ فیض اخذ کرنے میں مرید کی طرف سے دیر ہوتی ہے۔ کبھی بے ادبی کی وجہ سے گر جاتا ہے تو فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔ کبھی بدگمانیوں کی وجہ سے فیض سے محروم رہتا ہے۔ جب شیخ کا تقویٰ، سنت، اتباعِ سنت،

Marfat.com

محبت الٰہی ایک دفعہ اچھی طرح دیکھ لیا تو پھر اپنے آپ کو بدگمانیوں کی آماجگاہ کیوں بننے دیتا ہے۔ ہمیشہ سوچے میری کم علمی کی وجہ سے مجھے شیخ کا عمل سمجھ نہ آیا۔ ضرور کوئی حکمت ہوگی۔

اللہ کی محبت اور مجنوں

مجنوں کا اصلی نام قیس عامری تھا۔ قیس کہتے ہیں عقلمند آدمی کو مگر لیلیٰ کی محبت میں ایسا مجنون ہوا کہ لوگوں نے اسے مجنوں کہنا شروع کر دیا۔ ہم سوچیں وہ ایک عورت کی محبت میں مجنوں ہوا اور یہ حالت ہوگئی کہ ہم اللہ کی محبت کا دم بھرتے ہیں مگر ہم اللہ کی محبت میں سچے کیوں نہیں ہوتے۔ ذرا اس بات کو غور سے سوچیں۔ یہی مجنوں ایک دن جا رہا تھا کہ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ ہم نے حکومت ان کے سپرد کر دی جن کو زیبا تھی، مجنوں کہنے لگا وہ تو لیلیٰ کو زیبا ہے۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا انت مجنون (تو مجنوں ہے) دیوانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضگی کی علامات

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے عیب اس کو نظر آتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو انسان کو اپنے عیب نظر ہی نہیں آتے۔ جس کو اپنے اندر خامیاں نظر نہ آئیں عجب کا مریض ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ سالک جب تک اپنے آپ کو کتے سے بھی کمتر نہ سمجھے وہ واصل باللہ نہیں ہوسکتا۔ یہ بات سمجھنے میں ہمیں کافی دیر لگی۔ مانتے تھے مگر نفس قبول نہیں کرتا تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور یہ بات کھل گئی۔ یہ پکی بات ہے۔ کتا ساری رات پہرہ دیتا ہے اور انسان ساری رات نرم بستر پر سوتا ہے۔ شب پاشیاں کرتا ہے مثلاً انسان نے رات جاگ کر گزاری ہو تو دن کو گھر میں کرفیو لگا دیتا ہے کہ تمہیں نہیں پتہ میں ساری رات جاگتا رہا ہوں۔ بیوی کسی کو کمرے کے قریب سے نہیں گزرنے دیتی۔ اس لیے کہ میاں رات کی ڈیوٹی کر کے آیا ہے لیکن کتا رات بھر جاگ کر بھی جہاں جگہ ملے سو جاتا ہے۔ اگر انسان کے حالات بگڑ جائیں پھر دیکھیں کیا کچھ ہوتا ہے اور کیا کچھ کہتا پھرتا ہے۔

ہلاکت ہی ہلاکت

خود پسندی کا گناہ بہت عام ہے۔ جس نے اپنے آپ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اللہ تعالیٰ کی اس پر پسندیدگی کی نظر نہیں پڑتی۔ (واقعہ) ایک دفعہ حضرت عائشہؓ شیشہ دیکھ کر خوش ہوئیں تو حضورﷺ نے ارشاد فرمایا عائشہ تو ہلاک ہوگئی۔ گویا خود پسندی سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

Marfat.com

عبرت انگیز واقعہ

اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے تو ہم ہدایت پر نہیں رہ سکتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے ایک عورت پر غلط نظر ڈالی اور اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور مرتد ہو کر مندر میں جا بیٹھا۔ اس لیے انسان ہمیشہ نیکی کرتا بھی رہے اور اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے ڈرتا بھی رہے۔

اللہ تعالیٰ کی ستاری

جیسے کوئی شیر سے ڈرتا ہے اس طرح اپنی "میں" اور تعریف سے بھی ڈرنا چاہیے ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔

(واقعہ) ایک بزرگ کہتے تھے کہ بکری میں میں کرتی ہے دیکھیں پہلے اسے ذبح کرتے ہیں پھر بوٹیاں بنتی ہیں دانتوں سے چبوایا جاتا ہے اور ہڈیاں تڑوائی جاتی ہیں آنتیں جو بچ جاتی ہیں اسے دھنیا روئی دھننے کے لیے اپنی لکڑی میں بطور تار کے لگا لیتا ہے۔ جب روئی دھنی جاتی ہے پھر تو تو کی آواز آتی ہے میں میں تو تو میں بدلنے کے لیے اتنا کچھ کرنا پڑا سبق یہ نکلا کہ میں میں اور عجب سے بچا جائے۔

واقعہ عبرت

ایک دفعہ حضرت ابراہیم ادھمؒ کے لیے پھولوں کی سیج بنائی گئی نوکرانی نے سوچا چلو سیج تو بن گئی دیکھیں کیسی بنی ہے وہ لیٹی اور اسے نیند آ گئی۔ بادشاہ ابراہیم ادھمؒ نے دیکھا تو غصے ہوئے اور اسے مارا پہلے وہ روئی اور پھر ہنسی پوچھا کیوں روئی تھی اور کیوں ہنسی تھی کہا کہ روئی اس لیے تھی کہ مار پڑی تھی اور ہنسی یہ سوچ کر تھی کہ میں تو تھوڑی دیر سوئی تو اتنی مار پڑی تو جو ہر روز سوتا ہے اسے کتنی مار پڑے گی؟

ساری زندگی کے تجربات کا نچوڑ

زندگی کا ایک مقصد بنائیے اور وہ مقصد یہ ہو کہ گناہوں سے پاک زندگی گزارنی ہے اس بات پر انتہائی زور دے کر فرمایا کہ میری ساری زندگی کا تجربہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو معصیت سے پاک کر لیا وہ مستجاب الدعوات بن جائے گا۔

راز کی بات

بزرگ اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے ہیں اس لیے ان کی دعائیں قبول ہوتی

Marfat.com

تھیں۔ دنیا کی تھوڑی سی محبت بھی دل میں نہیں ہونی چاہیے دنیا کی محبت سے پاک دل چاہئے تب بات بنے گی۔ حدیث پاک میں ہے (دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے) اس لیے کسی عارف نے کہا ہے دولت ہاتھ میں رکھنا جائز، جیب میں رکھنا جائز مگر دل میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے جس دل میں مال آنے کی خوشی نہ ہو اور نقصان سے غم نہ ہو وہ دل دنیا کی محبت سے پاک سمجھا جائے گا۔

عقیدت والے لوگ کون ہیں

ایک عقیدت مندوں کا گروہ ہوتا ہے اور ایک عشق والوں کا گروہ ہوتا ہے۔ دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ عقیدت مند تو سارے ہی ہوتے ہیں۔ یہ کچے دھاگے کی طرح ہوتے ہیں۔ ذرا سا وسوسہ شیخ کے متعلق کسی نے ڈالا یا خود بخود دل میں آیا تو بس پھر گئے اگر یہ دس دس گھنٹے بیٹھے رہیں پھر بھی اتنا ہی فیض ملے گا جتنا انکا تعلق ہے جتنی محبت ہے۔

عشق اور عقیدت والوں میں فرق

عشق والے اور عقیدت والے لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ عقیدت والوں کے شہر میں کوئی اور بزرگ آئے گا تو وہ ان سے بھی متاثر ہو جائیں گے اور پہلے کا ذکر بتایا ہوا چھوڑ کر اس کا ذکر شروع کر دیں گے۔ عقیدت والے لوگ وہ شیخ کے بھی معمولات کریں گے اور دوسروں کے بتائے ہوئے بھی کریں گے۔ عقیدت والے لوگ شیخ سے مشورہ کیے بغیر فلاں کتاب میں وظیفہ پڑھا ہے تو کرنے لگے بھلا ایسے اشخاص کو کہیں سے کیا ملے گا۔ اسے کیا فائدہ ہوگا کہ ایک ڈاکٹر کی دوائی استعمال کرنے کے دوران کسی اور ڈاکٹر کی دوائیاں استعمال کرتا پھرے۔ عقیدت والے کی دوسری پہچان یہ ہے کہ ساری زندگی پیر کو تولتا رہے گا اور شک کی نظر سے دیکھتا رہے گا۔ اور دل ہی دل میں اس کا امتحان کرتا رہے گا۔

یہ مرید عقیدت مند کی حالت ہے۔ بعض تھوڑے دنوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور بعض اتنے قریب لیکن عشق نہ کرنے کی وجہ سے فیض اتنا ہی پاتے ہیں جتنی محبت ہوتی ہے۔

عشق والے کی مثال

پچھلے دنوں کسی میاں بیوی کا فون آیا کہ پچھلے دس سال سے متواتر ہماری میاں بیوی کی کبھی تہجد فوت نہ ہوئی۔ ہر مصروفیت ہوتی ہے دیس بھی پردیس بھی گرمی بھی سردی بھی مگر تہجد

Marfat.com

کے پابند ہیں کئی دوسرے ہیں کہ تکبیر اولیٰ بھی نصیب نہیں ہوتی۔ عقیدت مند کچے دھاگے کی طرح ہوتا ہے جتنی موٹی تار ہوگی اتنا ہی کرنٹ آئے گا اگر کچے دھاگے کی طرح تعلق ہے تو وہ جلد ہی ٹوٹ جائے گا۔

عشق والوں کی کیا دلیل ہوتی ہے

وہ پہلے سوچتے ہیں شیخؒ سنت کے پابند ہیں یا نہیں جب وہ آزما لیتے ہیں تو پھر ان کا تعلق نہ دلیلوں کا محتاج ہوتا ہے اور نہ کسی کی تنقید سے متاثر ہوتا ہے۔ حضرت شیخ شبلیؒ کا واقعہ اپنے شیخ کے ساتھ یہ دلیل محبت والوں کی ہے۔ حضرت عبداللہ اندلسیؒ عیسائیوں کی بستی سے گزر رہے تھے اور کنویں پر وضو کرنے لگے۔ ایک لڑکی پر نظر پڑی اور مریدین سے کہا کہ تو کہتا کہ یہ تھا میرے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں جاؤ گھروں کو چلے جاؤ۔ مرید اٹھے یا نہ اٹھے وہ گاؤں کی طرف اٹھ کر چلے گئے۔ یہودی سردار سے بات کی اس نے کہا ہماری سور چرانا پڑیں گے۔ اگر کوئی ہم جیسا ہوتا تو کہتا کہ یہ تھا ہی ایسا۔ جی ہم نے دیکھا انہوں نے خود منہ سے کہا تھا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرت شبلیؒ محبت والے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ جب کسی کی زندگی میں تقویٰ، طہارت، اتباع سنت دیکھ لیا پھر شک کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک عرصہ کے بعد وہ دوبارہ حضرت شیخ کے پاس پہنچے وہ سور چرا رہے تھے۔ حضرت شبلیؒ نے پوچھا کچھ قرآن یاد ہے تو حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ صرف ایک آیت یاد ہے۔ پھر پوچھا کوئی حدیث یاد ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک حدیث یاد ہے حضرت شبلیؒ رو پڑے اور حضرت عبداللہ اندلسیؒ رو پڑے اور کہا یا اللہ میرا تیرے متعلق یہ گمان ہرگز نہ تھا۔ حضرت شبلیؒ وہاں سے چل پڑے اور ایک نہر کے کنارے دیکھا کہ حضرت شیخ نہا کر کھڑے ہیں، پوچھا حضرت یہ کیا معاملہ ہے حضرت شیخؒ نے فرمایا آزمائش ہوگئی تھی۔ میرے دل میں یہ خیال آیا یہ عیسائی کتنے بے وقوف ہیں کہ صلیب گلوں میں لٹکائی ہوئی ہے کہ دل میں یہ خیال کیوں آیا اس پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی صحبت میں ایک عالم بیٹھے تھے۔ انہوں نے حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے پوچھا کہ اس شعر کا کیا مطلب ہے؟

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبو و زرسم و راہ منزلہا

ولی کامل کے کہنے پر اب مصلیٰ کو شراب سے رنگین کر لو کیونکہ راہ حق پر چلنے

Marfat.com

منزل کے طور طریقوں سے بے خبر نہیں ہوتا ہے۔ حضرت نے اس عالم کو فرمایا کہ یہ لو پیسے اور طوائفوں کے اڈے پر جاؤ اور شب باشی کر دو وہ عالم حیران ہے کہ میں کیا کروں دوسرے دن پھر آئے حضرت نے پیسے دیئے اور کہا آج ضرور جانا۔ وہ عالم طوائفوں کے اڈے پر گئے اور کہا کہ کوئی باکرہ لڑکی چاہیے اسے کمرے میں بھیج دیا گیا آگے کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی جوان بیٹی ہے فوراً گلے لگ کر رونے لگی قصہ پوچھا کہ آپ یہاں کیسے پہنچی بیٹی نے کہا کہ تین دن پہلے آپ نے رخصت کیا تھا تو ڈاکوؤں نے راستے میں لوٹ لیا۔ قافلہ لوٹ آیا اور مجھے یہاں چکلے میں پہنچا دیا وہ مولانا فرمانے لگے تب یہ شعر میری سمجھ میں آیا۔

اگر کسی طالب علم کا زرلٹ آجائے اور پتہ چل جائے کہ فلاں دکان پر گزٹ ہے اور وہاں نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ وہ بازار میں دکان کی طرف جائے گا مگر اس سے پوچھا جائے راستے میں کیا کیا دیکھا تو وہ کہے گا میں نے راستے میں اور چیزوں کی طرف توجہ ہی نہیں دی۔ مجھے تو اپنے رزلٹ کا شوق تھا کہ دیکھیں میرا کیا بنتا ہے؟ اس طرح سچے سالک کو بھی ہر وقت اپنی آخرت کی فکر لگی رہتی ہے۔ دیکھیں آخرت میں میرا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ لہٰذا وہ عام باتوں میں الجھتا ہی نہیں ہے۔

خیال کو کس طرح بدلا جائے؟

ایک سالک نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ بازار میں سے بھلا کیسے بغیر ادھر ادھر توجہ کیئے گزرا جا سکتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ دودھ کا پیالہ بازار سے گزر کر فلاں آدمی کو دے آؤ اور دیکھنا دودھ گرنے نہ پائے۔ ساتھ ایک اور آدمی بھی کر دیا کہ اگر دودھ گرے تو اسے ایک تھپڑ رسید کرنا۔ یہ شخص اپنی منزل پر پہنچا کر واپس آیا۔ شیخ نے پوچھا راستے میں کیا کیا دیکھا عرض کیا کہ کچھ نہیں دیکھا دودھ کا خیال رہا یا تھپڑ لگنے کا خیال رہا۔ اگر ذمہ داری کا شدید احساس ہو تو خیالات ادھر ادھر کم بھٹکتے ہیں یا پھر ذمہ داری کا خوف ہو کہ پوچھ گچھ ہوگی تو خیالات نہیں بھٹکتے۔

مرید اپنے آپ کو سپرد نہیں کرتے اپنے آپ کو شیخ کے سپرد کرنے سے ڈرتے رہتے ہیں۔ سوچیں پیر مرید کو شریعت پر ہی چلائے گا اسے غلط کام کے لیے تو نہیں کہے گا۔ جو اپنے آپ کو سپرد کردے گا تو اس کے لیے دعائیں ہوں گی اور توجہات ہوں گی۔ اپنے آپ کو کامل طور پر سپرد نہیں کرتے اس لیے کہیں نہ کہیں فرق رہ جاتا ہے۔ بخاری نے اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے عمرہ کے دوران اس کے لیے بہت دعائیں کیں۔ اس

Marfat.com

وقت تو وہ ایک شخص نظر آتے ہیں۔ جب ان پر کام کھلے گا تو خوب کام کریں گے۔

سو فیصد سپرد کرنا

جو سو فیصد سپرد کرے گا تب کام بنے گا پھر اس کی طرف توجہ بھی پوری ہوگی۔ لوگ اپنے آپ کو سو فیصد سپرد نہیں کرتے کوئی پچاس فیصد سپرد کرتا ہے کوئی اسی فیصد سپرد کرتا ہے کوئی پچانوے فیصد سپرد کرتا ہے مکمل اعتماد نہیں کرتے تو پھر توجہات بھی مکمل نہیں لے پاتے ہم فیض دینا بھی چاہتے ہیں اور فیض لینا بھی چاہتے ہیں مگر پانچ فیصد جو سپردگی میں کمی رہ جاتی ہے اس کی وجہ سے کام مکمل ہونے میں کمی رہ جاتی ہے۔ جب تک کمپیوٹر کی 32 تاریں نہ جڑیں ایک کمپیوٹر دوسرے کمپیوٹر سے ہم کلام نہیں ہوتا۔ سو فیصد سپرد کرنے کا مطلب ہے کہ اپنا ظاہری اور پوشیدہ کام شیخ کے مشورہ سے کرنا چاہیئے تاکہ ہر کام میں خلوص پیدا ہوتا چلا جائے۔ اسی کو کہتے ہیں کہ سالک شیخ کے ہاتھ میں ایسے ہو جیسے مردہ بدست زندہ ہوتا ہے۔

قرب بالفرائض کیا ہے

شیخ کسی مرید کے ذمے کوئی خاص کام لگادے تو مرید کے لیے اس خاص کام کو کرنا دوسرے کاموں سے زیادہ اہم اور ضروری ہوتا ہے اس سے مرید کی ترقی جلدی ہوتی ہے اس لیے یہ کام اس مرید کے لیے قرب بالفرض کا درجہ رکھے گا جس طرح فرائض سے نوافل کی نسبت زیادہ ترقی ہوتی ہے اسی طرح شیخ کے سپرد کردہ کام سے بھی سالک کی بہت زیادہ ترقی ہوگی۔ شیخ الہام یا استخارہ وغیرہ کے بعد کوئی کام مرید کے ذمہ لگاتا ہے اس لیے وہ کام مرید کے لیے قرب بالفرائض کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت خواجہ عبدالمالکؒ کے ذمہ اپنے شیخ کی بکریاں چرانا تھا آپ نے یہ کام اس خوبی سے ادا کیا کہ بکریاں خود بھی چرتیں مگر حضرت خواجہ خود بھی اپنے ہاتھ سے گھاس توڑ توڑ کر بکریوں کے منہ میں دیتے جس سے بکریاں پیٹ بھر کر شام کو واپس آتیں۔ اسی کام سے آپ کی روحانی ترقی ہوئی۔ اس سے اپنے شیخ کا دل خوش کردیا اور آپ کا کام بن گیا۔

حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ نے اپنے ایک مرید حضرت مولانا اکبر علی کے ذمے مختلف مجالس کے ملفوظات لکھنے کو لگائے وہ یہ کام کرتے رہے۔ ایک دن حضرت خواجہ نے پوچھا کہ آپ کو ملفوظات لکھنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے یا مراقبہ وغیرہ سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ حضرت

Marfat.com

مولانا اکبر علی نے عرض کیا کہ آپ کے ملفوظات لکھنے سے بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ کے ذمے خواجہ لال شاہ دندویؒ نے سندات اوردوسرے لکھنے لکھانے کے ضروری کام لگائے تھے جس کی وجہ سے آپ منشی صاحب مشہور تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک بہت خوبصورت سند لکھ کر پیش کی جس کی وجہ سے حضرت لالؒ شاہ کا دل خوش ہو گیا اور آپ نے فرمایا واہ قریشی واہ۔بس یہی فرمانا تھا کہ حضرت قریشی پر جذب طاری ہوگیا۔

قرب بالفرائض کا مرتبہ اور اجر

جو کام شیخ جس سالک کے سپرد کردے اس کو وفاداری کے ساتھ کرے اور احسن طریقے سے نبھائے تو وہ اجر ملتا ہے جو کہ گویا فرائض پر ملتا ہے۔ حضرت مدنیؒ نے 18 سال مسجد نبوی میں درس حدیث دیا حتی کہ مدنی آپ کے نام کا حصہ بن گیا بلکہ نام سے زیادہ حضرت مدنی کا لفظ مشہور ہوگیا۔ مگر 18 سال کا درس موقوف کر کے حضرت کی صحبت میں پہنچے اور بیعت کی آپ کے ذمے شیخ کی خانقاہ کی سبزی وغیرہ لانا ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ کی خانقاہ کی خدمت کرنے سے وہی کچھ ملتا ہے جو مسجد نبوی کے درس حدیث سے ملتا تھا۔

اپنے کو پیر کے سپرد کرنے کی حکمت

اپنے آپ کو اللہ والوں کے سپرد کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے کیونکہ کوئی سچا پیر ایسا نہ ہوگا جو کہ مرید کو اتباع سنت کے بجائے اپنے پیچھے لگائے۔ شیخ مرید کو اتباع سنت دکھانے کے لیے ہمیشہ رہنمائی کرتا رہتا ہے اس لیے دل میں سچی تڑپ ہو کہ جو شیخ کہیں گے اسے کرنا ہے تب کام بنے گا بعض مرید ایسے ہیں کہ اپنا احوال تک شیخ کو نہیں بتاتے بلکہ شیخ سے چھپاتے ہیں۔ آپ اپنے احوال شیخ سے چھپاتے رہیں گے اللہ تعالیٰ اپنی معرفت تم سے چھپاتا رہے گا۔

اتباع سنت

پہلے پیر شریعت پر چلاتے تھے مرید بھی ایسے وفادار ہوتے تھے کہ سدھائے ہوئے اونٹوں کی طرح پیچھے چلتے رہتے تھے۔ ایک بزرگ نے بہت زیادہ مجاہدہ کیا۔ وضو کر کے اٹھے تو چکرا کر گر پڑے سہارا دے کر اٹھایا گیا۔ مرید بھاگ کر کھانا لے آیا۔ شیخ نے کہا کہ جب تو بھاگ کر گیا تھا تو میرے دل میں آیا کہ کھانا لائے گا۔ یہ کرکے اشراف نفس ہے۔ کھانا واپس لے جا میں نہیں کھاؤں گا۔ وہ سالک کھانا باہر آنکھوں سے اوجھل لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس

Marfat.com

لے آیا کہ حضرت اب تو کھا لیجئے اب تو آپ کی امید منقطع ہوگئی ہوگی اب تو یہ اشراف نفس نہیں ہے چنانچہ انہوں نے کھانا لے کر کھا لیا اتنے وفادار مرید تھے اور ایسے کامل مشائخ تھے۔

صاحب دل بزرگ

جب کسی کو مقام تسخیر حاصل ہوتا ہے تو پھر ہاتھ اٹھنے کی وجہ بنتی ہے اور کام بنتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت میاں جی عبداللہ کے بارے میں میرا ذاتی تجربہ تھا کہ جس کے لیے حضور ﷺ کی زیارت کی دعا کر دیتے تھے تو تین دن کے اندر اندر اسے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو جاتی تھی۔

ایک دفعہ حضرت میاں جی عبداللہؒ کی بہت خدمت کی ایک دن انہوں نے خوش ہو کر مجھ سے فرمایا مانگ اللہ سے کیا مانگتا ہے؟ میں نے جلدی جلدی 9 دعائیں مانگیں۔ 8 قبول ہو چکی ہیں ایک بھی انشاء اللہ قبول ہو جائے گی۔

اگر میں ساری عمر بھی سجدہ میں سر رکھ کر روتا رہتا تو شاید پھر بھی اتنی جلدی دعائیں قبول نہ ہوتیں کہ جتنی جلدی ایک اہل دل کی صحبت و خدمت کی برکات سے قبول ہو گئیں۔

حضرت جی کا ذاتی واقعہ

جب اللہ والوں پر کوئی خاص کیفیت آتی ہے تو وہ ساتھ والوں کو دعاؤں سے محروم نہیں کرتے۔ ایک دفعہ بزرگ کی صحبت میں بیٹھے تھے اس بزرگ نے فرمایا کہ رات ایک خاص کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اسی حال میں آپ کو میں نے بارگاہ الٰہی میں پیش کیا آپ کو قبول کرلیا گیا۔ ہم خود کچھ نہیں ہیں مگر بزرگوں کی دعائیں ہیں کہ لوگ بھاگ بھاگ کر آتے ہیں۔

ہم خود کچھ نہیں ہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ وہ ایسی ایسی مہربانیاں فرماتا ہے۔

شیخ سے دعائیں لینے کا طریقہ

مرید اتنا اتباع سنت میں ڈوبا ہوا ہو کہ شیخ کی نظر پڑے تو دل سے دعائیں نکلیں۔

دل سے دعائیں نکلیں گی تو کام خود بخود بنتے جائیں گے۔

صحبت کی برکات

ایک علم کتابوں سے حاصل کیا جاتا ہے ایک علم صحبت سے حاصل کیا جاتا ہے۔

مشائخ کی صحبت میں بیٹھ کر بات توجہ سے سننا چاہیے۔ اس سے بعض اوقات ایسے ایسے اشکالات دور ہو جاتے ہیں کہ بڑی بڑی کتابوں میں نہیں ہوتے۔ مشائخ طالبین کو ملفوظات سنایا

Marfat.com

کرتے تھے۔ جس سے دل میں محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے تو اس کے الفاظ میں تاثیر بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ بات دل کے درد اور تڑپ سے نکلتی ہے۔ حضرت خواجہ عبدالقدوسؒ کے بیٹے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے ایک مجمع میں بڑے علوم و معارف بیان کئے مگر کسی پر گریہ طاری نہ ہوا۔ جب حضرت نے بات شروع کی کہ رات ہم نے دودھ رکھا تھا بلی آئی اور پی گئی ہم نے سحری کرنی تھی بس اتنا سننا تھا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ پھر بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ زبان سے بات کی تھی تو دل سے توجہ ڈالی تھی۔ جس سے باتیں دل تک اثر کرتی چلی گئیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ اپنے دل کو بھی محبت الٰہی سے گرم کریں تاکہ صحبت میں بیٹھنے والوں پر بھی محبت الٰہی کے اثرات پڑیں۔

صحبت کے اثرات

بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں اور بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے سے بات دل تک اترتی چلی جاتی ہے۔ مشائخ کی صحبت میں ہر روز نئی باتیں نہیں ہوتیں وہی پرانی باتیں ہوتی ہیں۔ مگر ان میں تاثیر ہوتی ہے۔ یہ کوئی بچوں کا نام رکھنا نہیں ہے کہ ہر روز نئے سے نئے نام ہوں بچے چیونگم کو چباتے ہیں مگر تھکتے نہیں ہیں ہمیں بھی اس طرح اللہ والوں کی باتوں سے تھکنا نہیں چاہئے۔

توجہ کیا ہوتی ہے؟

توجہ کیا ہوتی ہے تصرف کیا ہوتا ہے؟ اللہ والوں کے دلوں میں جو عشق، محبت اور قوت ہوتی ہے اسے دوسرے بندے کے دل پر ڈالتے ہیں۔ اللہ والوں کے دل میں محبت الٰہی کا کرنٹ ہوتا ہے۔ جیسے آسمانی بجلی بغیر تار کے گرتی ہے اسی طرح اولیاء اللہ کے دلوں کے انوارات بجلی کی طرح دل پر گرتے ہیں اور انسان کی کیفیات اور حالات کو بدل دیتے ہیں۔

کیا نظر لگ سکتی ہے؟

حدیث شریف میں موجود ہے کہ ایک صحابیؓ کو نظر لگ گئی تو حضورﷺ نے نظر اتارنے کا طریقہ بتایا سوچیں جس نظر کے اندر کینہ، بغض، حسد، عداوت، غصہ ہو تو وہ اثر کر جاتی ہے تو جس نظر میں محبت ہو ہمدردی ہو مہربانی ہو کیا وہ نظر اثر نہیں کرے گی۔

Marfat.com

توجہ کے واقعات

آریہ سماج کی جب تحریک چلی تو ہندوؤں کے کچھ سادھوؤں نے مجاہدہ کے ذریعے کچھ تصرف حاصل کیا ہوا تھا۔ وہ مختلف دیہات میں جاتے اور مسلمانوں پر توجہ ڈال کر انہیں ہندو بناتے۔ یہ واقعہ حضرت شیخ الحدیث نے لکھا ہے علماء نے ان سادھوؤں کی طرف پیغام بھیجا کہ مناظرہ کرلو حق اور باطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ کیا تم سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہو۔ ہندوؤں نے مناظرہ کے لیے یہ شرط لگائی کہ پہلی صف میں ہمارے سادھو بیٹھیں گے۔ مسلمانوں نے بھی ایسا عالم منتخب کیا کہ جو بات کرنے کا دھنی تھا۔ مناظرہ شروع ہوا۔ مگر مسلمان عالم ایسے بول رہے تھے۔ جیسے کوئی بے ربط باتیں کر رہا ہو۔ ہندو مقرر نے چڑھائی شروع کردی۔ علماء کرام حیران مسلمان پریشان کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ مسلمانوں میں سے ایک آدمی بھاگا بھاگا حضرت مولانا خلیل احمدؒ کے پاس گیا جو کہ سٹیج کے پیچھے حوالہ جات ڈھونڈنے پر مقرر تھے۔ سب سے مشکل کام تو حوالہ جات دکھانا ہوتا ہے۔ اس آدمی نے حضرت مولانا کو صورت حال بتائی تو آپ نے وہیں بیٹھے بیٹھے مراقبہ کیا۔ مراقبہ میں دیکھا کہ پہلی صف میں ایک ہندو سادھو بیٹھا مسلمان مقرر کے دل پر توجہ ڈال رہا تھا جس کی وجہ سے وہ بے ربط باتیں کر رہا تھا۔ حضرت نے جب یہ محسوس کیا تو وہیں بیٹھے بیٹھے اس سادھو پر توجہ ڈالی تو وہ چیختا ہوا مجمع سے بھاگ گیا۔ مسلمان عالم کی زبان کھل گئی تو مسلمانوں نے مناظرہ جیت لیا۔ مسلمان جب گھروں کو واپس جا رہے تھے اور کچھ گاڑی کے ذریعے واپس ہو رہے تھے۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے ایک سادھو نے مولانا کے ایک مرید پر توجہ ڈالنی شروع کی۔ انہوں نے مراقبہ میں اپنے پیر کی طرف توجہ کی ادھر سے فیض آنے لگا۔ اگلے سٹیشن پر سادھو بھاگا اور دوسرے ڈبے میں چلا گیا۔

صوفی پیر کا واقعہ

ایک بڑے پیر تھے انہیں کسی کا کچھ سامان پہنچانا تھا۔ ایک تو میں نے روزہ رکھ لیا کہ کچھ کھانا نہیں پڑے گا۔ پیر صاحب کے ہاں ایک عجیب چیز دیکھی کہ ایک انگلی سے سلام کر رہے ہیں۔ یہ عجیب طریقہ تھا۔ میں نے امانت ان کے سپرد کی۔ اس نے مراقبہ کر کے مجھ پر توجہ ڈالنی شروع کردی۔ یہ عاجز بھی مراقبہ میں چلا گیا اور اپنا حصار کر لیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے باہر جھکڑ چل رہے ہوں اور میں شیشے کے گھر میں ہوں۔ اس نے مراقبہ میں پندرہ

Marfat.com

منٹ تک زور لگایا۔ الحمد للہ وہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور کہنے لگا کہ تیری نسبت بڑی مضبوط ہے۔ میں نے کہا کہ میرے شیخ کی نسبت بڑی مضبوط ہے۔ کہنے لگا کہ آپ بڑے پکے آدمی ہیں۔ الحمد للہ ہمارے مشائخ کی نسبت ایسی کامل ہے کہ دوسروں کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

واقعہ روس

ایک دفعہ ایکسچینج میں فون کرنے گئے کچھ انتظار کرنا پڑا تو فقیر مراقبہ میں چلا گیا۔ قریب بیٹھے ہوئے ایک ہندو سادھو نے توجہ ڈالنی شروع کردی۔ جب اس کی حرکت محسوس کی تو آنکھیں کھولیں اور اس کی طرف ذرا متوجہ ہوئے تو اس کا سب کچھ چھن گیا آخر کار وہ توبہ تائب ہوا وہ اور اس کی بیوی مسلمان ہوئے۔ سفر میں ساتھ رہے پوچھا ساتھ کیوں جا رہے ہو تو کہنے لگے کہ آپ کی خدمت کے لیے ساتھ جا رہے ہیں۔

تصرف و توجہ کے کام

تصرف اسی طرح ہوتا ہے جیسے الہام ہوتا ہے۔ توجہ و تصرف وغیرہ کے کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح اشارہ ملنے کے بعد کیے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ عبدالمالک فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو پورے شہر کو توجہ دوں اور تڑپا کر رکھ دوں مگر ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔ اولیاء اللہ کو جب تک انشراح نہیں ہوتا وہ یہ کام نہیں کرتے۔ انبیاء کرام کی قلبی کیفیت بڑی واضح ہوتی ہے مگر اولیاء کی اتنی واضح نہیں ہوتی۔

حضرت مولانا محمد قاسمؒ سے سوال کیا گیا کہ نیکوں کی محفل میں بیٹھنے سے فائدہ ہوتا ہے کیا نیکوں کے قریب قبر بنانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے حالانکہ عمل تو اپنے اپنے ہوتے ہیں؟

حضرت کو کوئی آدمی پنکھا کر رہا تھا۔ پوچھا آپ کو ہوا آ رہی ہے۔ اس نے کہا ہاں فرمایا جس طرح پنکھا تو مجھے کر رہا ہے مگر ساتھ والوں کو ہوا آ رہی ہے اس طرح نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت سے پوچھا گیا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے کشف میں کیا فرق ہوتا ہے؟

سوال پوچھنے والا حضرت کے ساتھ ایک مدرسہ کی عمارت میں جا رہا تھا۔ پوچھا کہ مدرسہ کی عمارت کتنی دور ہے۔ کہا کہ تقریباً دو فرلانگ دور ہوگی۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو

Marfat.com

حضرت نے پوچھا کہ اب کتنا دور ہے۔ کہنے لگا یقیناً دو قدم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہی فرق انبیاء اور اولیاء کے کشف میں ہوتا ہے کہ انبیاء کا کشف یقینی ہوتا ہے اور اولیاء کے کشف میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ انبیاء کرام کو چیزیں قریب سے دکھائی جاتی ہیں۔ اولیاء کرام کو دور سے دکھا دیتے ہیں۔ انبیاء کے کشف قطعی ہوتے ہیں۔ اولیاء کے کشف میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے۔

شیخ کی خاموشی

خاموشی شیخ کی گفتگو سے دوگنا فائدہ مند ہوتی ہے اس لیے خاموشی سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے مثلاً صحابہ کرامؓ گھنٹوں حضورﷺ کی صحبت میں خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ حضورﷺ کی توجہ ہوتی تھی۔ انوارات صحبت نبویﷺ صحابہ کرامؓ پر پڑتے تھے۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ بہت کم بولتے تھے۔ ایک آدمی نے کہا کہ آپ تقریر کریں ہمیں فائدہ ہو۔ فرمایا جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہ پایا تو وہ ہماری گفتگو سے بھی کچھ نہ پائے گا۔

شیخ کی توجہات؟

دلوں کی کدورتیں ایک توجہ کی بھی مار نہیں ہوتیں۔ یقین کرو کہ پوری توجہ ڈالیں تو مرید برداشت نہ کر سکے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ہاں کچھ مہمان آ گئے۔ قریب ہی ایک نانبائی تھا اس نے دیکھا تو وہ نان لے آیا۔ حضرت بہت خوش ہوگئے۔ فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو؟ اس نانبائی نے عرض کیا کہ اپنے جیسا بنا لیں۔ رحمت کا لمحہ تھا۔ حضرت خواجہؒ نے توجہ ڈالی وہ بالکل حضرت خواجہؒ کی طرح ہو گیا مگر اتنی توجہات کو برداشت نہ کر سکا اور تیسرے دن وفات پا گیا۔ مشائخ کی توجہات میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکات اور طاقت رکھی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کا ہو جاتا ہے۔

اللہ کی خوشی شیخ کی خوشی میں ہے

جب مشائخ توجہ ڈالتے ہیں تو لوگوں کے قلوب کھنچتے ہیں۔ اگر غور سے سنیں تو کانوں کے ذریعے بھی فیض دل تک پہنچتا ہے۔ اگر توجہ سے دیکھیں تو آنکھوں کے ذریعہ بھی فیض دل تک پہنچتا ہے۔ جب شیخ کے چہرے کو محبت سے دیکھیں گے تو دیکھنے سے بھی قلبی کیفیات بدلتی ہیں۔ ایک قلبی توجہ لینی ہو تو یہ خدمت اور شیخ کو خوش کرنے سے حاصل ہوتی ہے

Marfat.com

جو کام شیخ ذمے لگادے اسے توجہ سے کریں اور مکمل کر دیں۔ اس سے شیخ خوش ہو جائے گا۔ شیخ مقام رضا میں ہوتا ہے اور وہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی خوشی کو پیش نظر رکھتا ہے اسی لیے اللہ کی خوشی شیخ کی خوشی میں پوشیدہ ہے۔

معرفت کی دوکان

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے مولانا محمد علی مونگیریؒ سے پوچھا کیا آپ نے عشق و محبت کی دوکانیں دیکھی ہیں؟ عرض کیا کہ ہاں دیکھی ہیں نمبر ا حضرت شاہ آفاق کی دوکان دیکھی ہے نمبر۲ حضرت شاہ غلام علیؒ مجدد دہلوی کی دوکان دیکھی ہے۔

حضرت مولانا رشید احمدؒ کی بیعت کی وجہ

حضرت مولانا رشید احمدؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے عالم ہو کر حضرت حاجی صاحبؒ سے کیوں بیعت کی ہے؟ حضرت نے فرمایا مٹھائیوں کے اجزاء اور ناموں کا پتہ تو مدرسوں سے چل گیا تھا مگر حاجی صاحبؒ سے ذائقے کا پتہ چل گیا گویا قرآن و حدیث کا علم تو مدارس سے حاصل کر لیا مگر ان پر عمل اور اخلاص کا پتہ تو حضرت حاجی صاحبؒ کی صحبت میں آ کر چلا۔

کیفیات کے وارث

علماء کرام جیسے الفاظ نبویﷺ کے وارث ہیں اس طرح صوفیاء کرام کیفیات کے وارث ہیں مثلاً حضورﷺ نے فرمایا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں ڈالا ہے وہ میں نے ابو بکرؓ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔ کیفیات تو کتابوں میں محفوظ نہیں ہوسکتیں یہ کیفیات تو دل کے ذریعے ہی منتقل ہوسکتی ہیں۔

شدت طلب

لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانے مین جنیدؒ و بایزیدؒ نہیں ہیں اگر طلب سچی ہوگی تو کوئی شخص تمہارے لیے بایزیدؒ بنا دیا جائے گا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا رشید احمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی مجلس میں حضرت جنیدؒ و بایزیدؒ ہوں اور اسی مجلس میں حضرت حاجی صاحب بھی ہوں ہم تو حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف ہی توجہ کریں گے یاد رکھیں جیسی طلب ہوگی ویسا کچھ ہی ملے گا۔ جتنی طلب شدت سے ہوگی اتنا زیادہ فیض ملے گا۔

Marfat.com

واصل باللہ ہونے کا طریقہ

جب بندہ اپنے اندر زہد، تقویٰ، اتباع سنت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تب بات بنتی ہے سالک جب تک بالک نہ ہو اس وقت تک بات نہیں بنتی ہے۔ جیسے قرآن حکیم میں تین صحابہ کرامؓ کے بارے میں آیا ہے جو کہ جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جب تک سالک کی کیفیت اس طرح نہ ہو جائے اس کا واصل ہونا مشکل ہے۔ قرآن میں ہے ''زمین اپنی پوری فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی'' جب اللہ تعالیٰ کی طلب میں سالک کی یہ کیفیت ہو جائے پھر بات بنتی ہے۔

نصیحت

یہ چند دن زندگی کا قیمتی سرمایہ سمجھیں۔ دعائیں مانگیں کہ اے اللہ مجھے باطنی نعمت عطا فرما اور مجھے محروم نہ لوٹا۔ آپ لوگ ان دنوں دنیا کی باتیں اپنے اوپر حرام سمجھیں حتی کہ کسی کے چہرے کی طرف ہی بلا ضرورت نہ دیکھیں۔ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ یہاں بیٹری اتنی چارج ہو جائے کہ گھر پر بھی نیکی کے کام ہوتے رہیں۔ سالک جب تک بالک نہ بنے وہ واصل نہیں ہوتا۔ اتنی محنت کرو کہ خالق و مخلوق دونوں کو ترس آ جائے۔

اچھی نیت کی برکات

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولانا یحییٰؒ نہا رہے تھے اور شاگرد آپ کے جسم پر پانی ڈال رہے تھے۔ ایک جاہل وہاں سے گزرا اور کہا کہ ارے یہ مولوی اپنے لیے مسئلہ جائز کر لیتے ہیں اور ہمارے لیے ناجائز ہو جاتا ہے۔ کئی دفعہ اس طرح ہوا ایک دن اس جاہل نے پوچھ لیا کہ آج تو ضرور بتا دیں۔ فرمایا کہ تو پاک ہونے یا نہانے کے لیے پانی بہائے گا تو اسراف ہو سکتا ہے اور میں ٹھنڈک لینے کے لیے علاج کی نیت سے یہ پانی ڈلواتا ہوں اس لیے جائز ہے۔ میری یہ نیت ہوتی ہے کہ نہاؤں گا تو تازگی آ جائے گی۔ آج کل ٹوٹیاں اور کھلے پانی ہیں۔ بچتے بچتے بھی اسراف ہونے کا خطرہ ہے۔ اس لیے ہمیں بھی آج کل نہاتے ہوئے علاج کی نیت کرنی چاہیے۔ نیت کے بدلنے اور درست کرنے سے کام اچھا ہو جاتا ہے۔

شیخ کی خدمت

مولانا یحییٰؒ اپنے شیخ کی خوب خدمت کرتے تھے اور رمضان شریف میں صبح و شام

Marfat.com

کی اذان خود دیتے تھے۔ صبح کو اذان جلدی دیتے تھے اور شام کو اذان ذرا لمبی دیتے تھے تاکہ شام کے وقت میرے شیخ کو اچھی طرح افطاری میں کھانے کا وقت مل جائے اسی محبت شیخ میں فنا ہوئے تھے کہ شیخ کی سہولت کا خیال رکھنے کی کوشش کرتے۔

اولیاء اللہ کی خدمت

لوگوں سے پوچھا کہ آپ بتائیے کہ جہاں کوئی اللہ والا ہو تو خود بخود لوگ اپنے آپ کو اللہ والے کی خدمت کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ والے اپنے آپ کو دین کی خدمت میں لگا دیتے ہیں۔ ان کو عبادت کر کے ثواب ملتا ہے اور ان کو اللہ والوں کی خدمت کر کے ثواب مل جاتا ہے۔

محبت کرنا بھی سنت ہے

ایک دفعہ ایک آدمی نے اسی خانقاہ میں بیٹھ کر کہا کہ آپ کے مرید تو آپ سے اس طرح محبت کرتے ہیں جیسے صحابہ حضور ﷺ سے کرتے تھے انہیں یہی بات عجیب معلوم ہو رہی تھی۔ یہ اصول یاد رکھیں کہ جو شخص جس قدر اللہ سے محبت کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس سے محبت کرے گی۔

درخت سے صبر و استقامت سیکھو

اگر کسی نے کچھ سیکھنا ہے تو اردگرد کے ماحول سے بھی ہزاروں باتیں سیکھ سکتا ہے۔ صبر و استقامت سیکھنی ہے تو درخت سے سیکھو۔ خزاں کے موسم میں درخت کو دیکھو ٹنڈ منڈ کھڑا ہوتا ہے بہار میں سرسبز ہو گیا۔ اس پر پھل پھول آ گئے۔ درخت مر کر جیتا ہے انسان کے لیے اس میں سبق ہے کہ وہ صبر و استقامت کے ساتھ بار بار کوشش کرے۔

مخالفت اور استقامت

ولایت ایک ایسی چیز ہے جو کوشش اور محنت سے کمائی جا سکتی ہے۔ صبر و استقامت سے اگر انسان محنت و کوشش کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اپنے قرب کا مقام عطا کر دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر زندگی کے ہر شعبہ میں صبر و استقامت کو اختیار کیا جائے تو کامیابی ہی کامیابی ہے۔ مشکلات سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ مشکلات کے اوپر قدم رکھ کر اگلی منزل پر جانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مخالفتوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ یہ تو بعض اوقات بندے کو آگے اڑانے اور

Marfat.com

نیکی پر قدم بڑھانے کے لیے آتی ہیں۔

توفیق مانگتے رہنا چاہیے

بندے کو نیکی کی توفیق مانگتے رہنا چاہیے اگر اللہ توفیق نہ دے تو کسی کے بس کی بات نہیں جب بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کی توفیق ملتی ہے بلکہ ذوق شوق بھی ملتا ہے تو دعا بھی قبول ہوتی ہے۔

تصوف کیسے سیکھا جائے؟

یہ روحانیت کا راستہ کوئی کورس نہیں ہے کہ پاس کر لیا جائے بلکہ یہ فاصلہ باقاعدہ طے کرنا پڑتا ہے۔ قال اس راستے میں نہیں چلتا۔ بعض مشائخ بہت کم بولتے تھے مگر بڑی قوی نسبت کے مالک تھے۔ حضرت امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ہم نے تو تصوف قیل و قال سے نہیں بلکہ ترک لذات سے سیکھا ہے۔ حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے۔ ترجمہ: صوفی وہ ہے جس نے صوف کا لباس پہنا۔ دل کی صفائی کے ساتھ اور سنت کے طریقے کو لازم کر لیا اور دنیا کو پیٹھ پیچھے رکھا (تو بہتر ہے) یاد رکھیں اللہ تعالیٰ بہت مہربانی فرما دیتے ہیں بندے کو چاہیے کہ وہ عمل کے ۔لیے کوشش کرے اور کہتا رہے میری توفیق تو اللہ کی طرف سے ہے۔ اسی پر توکل کیا اور اسی کی طرف رجوع کیا۔

مراقبہ اور نیند

ایک شیخ الحدیث صاحب نے اپنا مسئلہ پیش کیا کہ مراقبہ میں سو جاتا ہوں کیا وجہ ہے؟ فرمایا اس وقت بندے پر سکینہ نازل ہو رہی ہوتی ہے۔ ظاہری جسم اس کا اونگھ محسوس کر رہا ہوتا ہے مگر حقیقتاً لطائف پرواز کر رہے ہوتے ہیں اس سے نہیں گھبرانا چاہیے۔ ہمارا کام بیٹھنا ہے یہ مراقبہ میں بیٹھنے کی توفیق ہی اس کو ہوتی ہے جسے قبول کرنا ہوتا ہے ورنہ اس پوزیشن میں بیٹھنا مشکل ہے۔ پہلے پہل کبھی گردن دکھتی ہے تو کبھی کندھوں میں درد ہوتا ہے۔ کبھی کمر تھک جاتی ہے۔ اسی لیے مراقبہ میں اگر نیند بھی آ جائے تو مراقبہ ہی شمار ہوگا کیونکہ مراقبہ کی نیت سے بیٹھا تھا۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ علماء کی نیند بھی عبادت ہے۔

مراقبہ اور مجاہدہ

حضرت سید زوار حسینؒ شاہ نے اپنا واقعہ خود سنایا کہ ایک بزرگ کے پاس گئے وہ مراقبہ میں چلے گئے حتیٰ کہ 3 گھنٹے مراقبہ میں بیٹھے رہے۔ ہم لوگوں میں سے کسی نے اٹھنے کے

Marfat.com

لیے سوچنا شروع کر دیا۔ اس بزرگ پر اس کی کیفیت منکشف ہو گئی۔ انہوں نے دعا کروادی اور پھر فرمایا بھائی جب آ ؤ تو مراقبہ کا تو شوق لے کر آیا کرو۔ سوچو 3 گھنٹے مراقبہ کیا اور اب بھی یہی کہتے ہیں کہ مراقبہ کا وقت لے کر آیا کرو یہ لوگ کتنا مراقبہ کرتے ہوں گے جو 3 گھنٹے کو تھوڑا سمجھ رہے ہیں۔

شیخ کی محبت

مرید ایسی ذکر وفکر والی زندگی گزارے کہ پیر بھی اس کی اداؤں پر عاشق ہو جائے۔ حضرت مولانا الیاس دہلویؒ کا قول ہے کہ مرید تب کچھ حاصل کرسکتا ہے کہ پیر کی جوتیوں اور چپاتیوں میں اسے کوئی فرق محسوس نہ ہو پیر کی جوتیاں بھی چپاتیوں کی طرح عزیز ہوں۔

شیخ کی خدمت کیسے کرے؟

ارشاد فرمایا کہ انسان شیخ کی خدمت اتنی عاجزی انکساری اور والہانہ انداز سے کرے کہ شیخ بھی اس خدمت کو دیکھ کر مرید پر عاشق ہو جائے۔ ایسے مرید پھر گویا شیخ کی مراد بن جاتے ہیں۔ قرآن میں دیکھیں جو مراد تھے انہیں کہہ دیا۔ (کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا) اور جو مرید تھے انہیں خود کہنا پڑا (اے میرے رب میرے سینے کو کھول دے)

آداب اور ترقی

انسان جتنا زیادہ آداب کا خیال رکھتا ہے اتنا زیادہ اسے عروج حاصل ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ مرید اللہ تعالیٰ کی خاطر شیخ کے آداب کا خیال رکھتا ہے اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ نبی ﷺ کی زندگی سے ہمیں آداب کی تعلیم ملتی ہے۔ نبی ﷺ نے معراج کی رات بہت زیادہ آداب کا خیال رکھا۔ آپ کے ادب کی تو خود اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ (نہ نگاہ بھٹکی نہ ادھر ادھر ہوئی)

حضور ﷺ نے معراج کی رات ایسے ادب کا خیال رکھا کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ آداب سے ہی انسان کو کامیاب اور ترقی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کامل آداب کی توفیق فرمادے۔

دل کا علاج

امریکہ میں ایک ہسپتال میں ہارٹ کے بہت بڑے ڈاکٹر نے مریض سے کہا کہ تیرا

Marfat.com

علاج یہ بھی ہے کہ تو صبح وشام بڑی محبت سے آدھا گھنٹہ اللہ اللہ کیا کر یہ عمل کرنے سے مریض کی حالت درست ہوگئی ڈاکٹر صاحب نے اس کی وجہ بتائی کہ تجربہ کیا گیا ہے کہ جس سے انسان کو محبت ہو تو اس کا ذکر کیا جائے تو دل کی پمپنگ بڑھ جاتی ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ خود محبوب کا ذکر کرنا تو بڑی بات ہے اگر محبوب کا کوئی نام بھی لے دے تو دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے۔

روحانی دوائیں

یہ معمولات روحانی دوائیں ہیں ان کو استعمال کریں۔انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ دوائی سے کوئی پیٹ نہیں بھرنا ہوتا۔ دوائی سے تو صرف بیماری ختم کر کے بھوک لگانی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ معمولات بھی اتباع شریعت کی بھوک لگائیں گے۔اتباع شریعت کا ذوق وشوق پیدا کریں گے۔

اچھی صحبت اور انقلاب

اگر انسان چاہتا ہے کہ میرے اندر بہت جلدی تبدیلیاں آ جائیں اور میرے اندر اچھی عادات جلدی پیدا ہو جائیں تو وہ کسی صاحب دل کی صحبت میں بیٹھے تو اسے وہ بہت کچھ ملے گا جو کہ بڑے بڑے بادشاہوں سے بھی نہیں مل سکتا۔

پیر پر اعتماد نہ کرنے کے نقصانات

پیر کو سچی بات بتانی چاہیے ورنہ مرید اپنا ہی نقصان کرے گا۔ سب سے بڑی نقصان کی یہ بات ہوگی کہ پیر کا اعتماد اس پر ختم ہو جائے گا۔ یاد رکھیں! آپ اپنی حقیقت نہیں کھولیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ پر معرفت نہیں کھولے گا۔ سچ بتانے میں مرید کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ پیر کے سامنے لگی لپٹی کے بغیر بات کرنی چاہیے۔

"سچی نسبت والے پیر کی یہ نشانی ہے کہ وہ جاہلوں کو بھی علم حاصل کرنے پر لگا دیتا ہے عالم کو عامل بنا دیتا ہے اور عامل کو مخلص بنا دیتا ہے۔"

پیر سے سچی بات کرنی چاہیے

ایک اور دوست سے اس کے حالات دریافت فرمائے اس نے کہا تین رات سے نیند نہیں آئی یہ ہے اور وہ ہے اس طرح کی کچھ باتیں کیں۔ کیا ماں کو بیٹی کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کیا باپ کو بیٹے کے حالات کا پتہ نہیں ہوتا؟ اسی طرح وہ پیر ہی کیا جس کو مرید کے

Marfat.com

حالات اور اصل حقیقت کا پتہ نہ چلے۔ اگر کسی تھانیدار کے سامنے سے چور بھی گزر جائے تو وہ اپنے تجربہ کی بنیاد پر اس کی چال اور چہرے کو ہی دیکھ کر بتا دیتا ہے کہ یہ چور ہے۔ اسی طرح پیر کو بھی مرید کے بولنے سے باتوں کا اور حقیقت حال کا پتہ چلتا رہتا ہے مگر یہ اس کا تحمل ہوتا ہے صبر ہوتا ہے وہ آدمی کو ذلیل نہیں کرتا اور اس کے منہ پر بہت سی باتوں کو کھولتا نہیں ہے مگر مرید کو خود ہی چاہئے کہ وہ پیر کے سامنے سچ سچ بتائے تاکہ علاج بروقت اور صحیح طریقے سے ہو سکے۔

عبرت انگیز واقعہ

ایک امام مسجد آئے اور مختلف باتیں کرتے رہے اور بتاتے رہے کہ میں خواب میں یہ دیکھتا ہوں وہ دیکھتا ہوں یہ چکنی چپڑی باتیں صرف اس لیے کرتے رہے کہ مجھے سبق آگے مل جائے اور غلط بیانی سے کام لیتے رہے۔ جب وہ بہت سی باتیں کر چکے تو فقیر نے کہا کہ کیا باتیں کرتے ہو سچ سچ بتاؤ کیا تم نماز میں برائی کرنے کے منصوبے نہیں بناتے۔ بس پھر تو اسے پسینے آ گئے۔ پھر تو اصل حقیقت بتانے لگا اور پھٹ پڑا اور کہا کہ میں عین نماز کے اندر برائی کرنے کے جال بنتا ہوں۔ اس لیے مریدین کو عقل سے کام لینا چاہئے اور پیر کے سامنے بالکل اسی طرح اصل حقیقت بیان کرنی چاہئے جیسے ڈاکٹر کے سامنے اپنی اصل حقیقت رکھتے ہو تاکہ پیر بھی صحیح اور بروقت علاج کر سکے۔

آداب شیخ کیوں ضروری ہیں؟

آداب کی رعایت نہ کرنے سے کتنا نقصان ہوتا ہے مشائخ بھی شعائر اللہ میں شامل ہیں اس لیے ان کے آداب کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ آداب کا لحاظ نہ رکھنے سے مشائخ کو اتنی ناراضگی نہیں ہوتی بلکہ جس طرح شعائر اللہ کا ادب نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اسی طرح مشائخ چونکہ شعائر اللہ میں شامل ہیں ان کے آداب کا خیال نہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے فیض بند ہو جاتا ہے۔

آداب کی اہمیت

تصوف و سلوک کتاب میں آداب مرشد کا ایک باب ہے اکثر سالکین یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے یہ آداب پڑھے ہیں مگر انہوں نے حقیقتاً نہیں پڑھا ہوتا۔ سمجھا نہیں ہوتا، استحضار

Marfat.com

آداب نہیں ہوتا جیسے قرآن حکیم میں ہے کہ بعض لوگ آپ کی باتیں سنتے ہیں مگر وہ حقیقتاً سنتے ہی نہیں بعض آپ کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں مگر وہ حقیقتاً دیکھ نہیں رہے ہوتے۔ یہی معاملہ اکثر لوگوں کا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ عوام الناس کا تو کیا رونا علماء کرام بھی آداب کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور عمل نہیں کرتے۔ سو میں سے ننانوے ان آداب کی اہمیت کو نہیں سمجھتے ہیں اس لیے کتنے لوگ ہیں جیسے آتے ہیں ویسے ہی چلے جاتے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ ہمیں ان آداب کا پورا پورا لحاظ رکھنا چاہئے تاکہ جلدی ترقی ہو۔

ذاتی واقعہ

ہمیں جو کچھ ملا شیخ کے ادب سے ملا ورنہ ہمارے پلے کیا تھا۔ ہمیں اپنے مشائخ کے آداب کا اتنا خیال تھا کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں کبھی اپنے شیخ کے چہرے کو بے وضو دیکھا ہو۔

بدگمانی کی تباہ کاریاں

ایک دفعہ حرم شریف میں ایک مرید نے کہا کہ آپ سے ذرا سی بدگمانی ہے۔ پوچھا بھائی بدگمانی ہے کوشش کریں گے کہ وہ دور ہو جائے۔ حرم شریف میں بیٹھ کر یہ شکوک وشبہات اور بدگمانی کی باتیں کرتا ہے کہنے لگا کہ آپ بیان کرنے کے بعد جلدی سے لوگوں کو بیعت کر لیتے ہیں سوچنے کا موقع نہیں دیتے۔ یا بیان کرتے دل موم ہو جائے تو اب ایک دن شیطان کو موقع دے دیا جائے تاکہ پھر وہ لوگوں کو بہکاتا پھرے۔ یہ اس کے دل کی بدگمانی تھی جس کی وجہ سے پیر کو تولتا پھرتا تھا۔ ہماری تو مریدوں سے محبت کا یہ عالم کہ ہر بات میں ان کا لحاظ رکھتے ہیں اور یہ پیروں سے چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے اور اپنی ناسمجھی سے بدگمانی پیدا کیے پھر رہے ہیں۔

لوگوں کی محرومی کی وجہ

مومن کا مقام پانچوں نمازوں کے بعد بلند سے بلند تر ہو رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے (جس کے دو دل برابر ہو گئے وہ گھاٹے میں ہے) اللہ والوں کے جو بلندی درجات ہو رہے ہوتے ہیں اسے لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبت کرنے والے بندوں کو ایسی بلندیاں اور قرب عطا فرما دیتے ہیں کہ کیا کیا بتائیں۔ لوگ اس کے شروع کو ہی تصور میں رکھتے ہیں اس کے بچپن کو ہی سوچتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے محروم رہتے ہیں۔

Marfat.com

پیر کو تولتے رہنا

کسی دوست نے عرض کیا کہ کیا فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی الرسول ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ آج کل فنا فی الشیخ کون ہے؟ وہ زمانے گئے۔ یہ پہلا ہی قدم ہے اگر اسی میں ہی اٹکے رہے تو پھر آگے کیا بنے گا۔ فقیر نے آج صبح یہی کہا ہے کہ ہر وقت پیر کو تولتے رہتے ہیں۔ اچھا تولتے رہو پھر بیٹھ کر روؤ گے۔ (واقعہ) حضرت تاج محمود امروٹیؒ فرمایا کرتے تھے اچھا مرید وہی ہے جو پیر کو اپنا عاشق بنا لے۔ مطلب یہ کہ جو پیر کی مراد بن کر رہے۔ علم عمل اور خدمت و اطاعت سے اتنا پیر کو خوش کرے کہ وہ مرید کا عاشق ہو جائے۔

بیعت اور سلوک کا مقصد

نوجوان کے اندر جو شدت شہوت ہوتی ہے وہ بوڑھے میں نہیں ہوتی اس لیے نوجوان کا عفیف زندگی گزارنا بڑی بات ہے۔ تمام سالکین خصوصاً جوانوں کو سمجھ لینا چاہئے بیعت سلوک کا مقصد گناہوں سے بچنا ہے نہ کوئی رنگ دیکھنا مقصد ہے نہ لوگوں میں عزت پانا مقصد ہے نہ اڑنا ہے نہ رونا ہے نہ رلانا ہے۔ ہم نے تو اپنے یار کو منانا ہے یاد رکھیں کہ نہ اچھا خواب نظر آنا مقصد ہے نہ کشف و کرامات مقصد ہے بلکہ صرف گناہوں سے بچنا اور شریعت کے مطابق زندگی گزارنا مقصد اصلی ہے۔

دل کے جاری ہونے کا کیا مطلب ہے؟

علماء کرام کے قریب دل کا حکم اعضاء پر جاری ہو جائے تو اسے دل کا جاری ہونا کہتے ہیں ایسے آدمی کے دل کے اندر دو ارادے نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی مضبوط ارادہ ہوتا ہے۔ ایسا انسان اپنے نفس کو تھام کر زندگی گزارتا ہے۔ تھام کر زندگی گزارنے کا کیا مطلب ہے؟ مثلاً کوئی سواری کو لیکر جا رہا ہے تو کسی نے سواری کو تھاما ہوا ہوتا ہے۔ گھوڑا تانگے میں آگے لگا ہوتا ہے مگر سوار نے اس کی لگام تھامے ہوئے ہوتی ہے۔ گھوڑا دوڑنا بھی جانتا ہے مگر لگام کسی کے قبضے میں ہوتی ہے اس لیے وہ مناسب رفتار میں جاتا ہے یہی نفس کا حال ہوتا ہے کہ گناہ کرنے کی طاقت ہوتی ہے مگر مومن خلاف نفس کام کرتا ہے گویا کہا جائے کہ اب اس کے دل کا حکم اس کے اعضاء پر جاری ہو گیا۔

Marfat.com

گناہوں کا محاسبہ

انسان پوری زندگی شریعت کے مطابق گزارے یہ نہ ہو کہ کبھی آنکھوں سے گناہ کر رہا ہے کبھی کانوں سے گناہ کر رہا ہے۔ کبھی زبان سے گناہ کر رہا ہے بلکہ ہر روز یہ ارادہ کر کے زندگی گزارنے کی کوشش کرے کہ آج معصیت کے بغیر دن گزاروں گا۔ اللہ والوں کی زندگی بڑی قابل رشک ہوتی ہے کہ وہ گناہوں سے بچ بچ کر زندگی گزارتے ہیں اور پھر شام کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمیں گناہوں سے بچا کر رکھا۔ ہمارے مشائخ ہر بات کا محاسبہ کرتے ہیں۔ دن کے وقت اتنی ساری باتوں کو لکھتے رہتے تھے اور رات کو محاسبہ کرتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے تھے کہ اس امت میں ایسے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ 20،20 سال فرشتوں کو ان کے گناہ لکھنے کا موقع نہ ملا۔

اولیاء اللہ اور فہم و فراست

اپنے چاہنے والوں کو ایسی فہم و فراست عطا فرمادیتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا نور بصیرت عطا فرمادیتے ہیں کہ وہ حق کو خوب اچھی طرح پہچان جاتے ہیں۔ بعض لوگ اللہ والوں کے سامنے آدھا خواب بیان کرتے ہیں اور جو حصہ خراب ہوتا ہے اسے بیان نہیں کرتے۔ حقیت حال اللہ تعالیٰ اپنے اللہ والوں پر کھول دیتے ہیں۔

لقمہ حلال اور اولیاء اللہ

اصحاب کہف بھی اولیاء اللہ میں سے تھے وہ جب جاگے تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے رہے پھر اپنے میں سے کسی کو کھانا لانے میں بہت احتیاط کرتے ہیں۔ کھانے میں احتیاط کرنے اور مشتبہ کھانے کے نقصانات کے ضمن میں ایک واقعہ سنایا۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ غلام علیؒ مجدد دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ کسی نے مشتبہ کھانا کھلا دیا تو ایک ماہ شیخ سے توجہات لیتا رہا تب کہیں جا کر اس کا اثر زائل ہوا۔ سوچیں ہمیں اس زمانے میں لقمے میں کتنی احتیاط کرنی چاہیئے۔

مومن کی شان

سالکین اپنے آپ میں صوفی بنے پھرتے ہیں مگر وہ بیوی کو ننگی گالیاں دیتے ہیں اور بیوی کی ذرا سی بات سے غصے میں آجاتے ہیں۔ یاد رکھیں مومن کی گفتگو نرم الفاظ سے ہوتی

Marfat.com

ہے۔ وہ سخت بات کر رہا ہوتا ہے مگر نرم لہجے میں کر رہا ہوتا ہے۔ اصحاب کہف نے بھی جس ساتھی کو کھانا لانے کے لیے بھیجا تھا اسے یہی کہا تھا کہ نرمی سے کام کرنا۔ حدیث پاک میں بھی ہے (جو نرمی سے محروم ہے ہر نیکی و خیر سے محروم ہے) قرآن حکیم میں ہے ''آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان کے لیے نرم ہیں اور اگر تندخو اور سخت دل ہوتے تو وہ صحابہؓ آپ کے اردگرد سے بکھر جاتے''

تصوف کیا ہے؟

مردِ مومن کو چاہیے کہ خوشی میں بھی کوئی ایسی بات نہ کرے جو شریعت کے خلاف ہو اور نہ غمی میں کوئی ایسی بات کرے جو شریعت کے خلاف ہو یہی تصوف ہے۔

تصوف کے منکرین سے دو سوال

۱- کیا نماز میں دنیاوی خیالات آتے ہیں یا نہیں آتے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ 90 سال کی عمر ہے مگر نماز میں وسوسے آتے ہیں۔ اگر پوچھیں تو کہیں گے کیا کریں وسوسے بہت آتے ہیں۔

۲- اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر بتاؤ کہ زندگی سے گناہ ختم ہو گئے ہیں وہ اقرار کرے گا کہ بہت سے گناہ اب بھی ہوتے رہتے ہیں۔ تصوف و سلوک کے یہی دو بڑے مقصد ہوتے ہیں کہ سالک کی زندگی سے گناہوں کا کھوٹ نکال دیا جائے اور نماز میں خیالات و وسوسے آنے ختم ہو جائیں اور حضوری نصیب ہو جائے۔

دو دعائیں ہمیشہ کرتے رہیں

لوگوں کے بے شمار خطوط آتے ہیں اور ان میں خواب بھی اچھے اچھے لکھے ہوتے ہیں مگر ساتھ یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ فلاں فلاں گناہ ابھی نہیں چھوٹ رہا مگر بعض سالکین کو خواب تو اچھے نہیں آتے اور نہ خوابوں کا تذکرہ ہوتا ہے مگر گناہوں کے چھوٹنے کا ذکر ہوتا ہے۔ پس اصل مقصد گناہوں سے بچنا ہے۔ دو دعائیں ہمیشہ کرتے رہیں۔ وساوس سے پاک نماز نصیب ہو جائے۔ زندگی سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔

گناہ چھوٹنے کی دعائیں کریں

حضرت رابعہ بصریہؒ تہجد میں دعا کیا کرتی تھیں کہ تو آسمان کو زمین پر گرنے سے

Marfat.com

روکے ہوئے تو مجھ پر شیطان کو مسلط ہونے سے روک دے۔ یہ دعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں اس کا بھی طریقہ ہے کہ ہر روز اٹھے تو یہ تمنا ہو کہ آج میرا دن گناہوں سے پاک گزرے۔ جب آپ گناہ کرنا چھوڑ دیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی دعائیں رد کرنا چھوڑ دے گا۔ جب آپ ویسے بن جائیں گے جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ویسے معاملہ فرما دیں گے جیسے آپ چاہیں گے۔

تصوف کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ علیہ جب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت ہوئے تو حضرت سے پوچھا حضرت یہ تصوف کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اپنے آپ کو مٹا دینے کا نام تصوف ہے۔ مٹانے کا کیا مطلب ہے؟ انسان ہر وقت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سالک جب تک بالک نہ بنے تو واصل نہیں ہوتا۔

شیخ کو اپنے حالات ضرور بتانے چاہئیں

ہر وہ چیز جہاں آپ رہبری چاہتے ہیں شیخ کو بتانا چاہیے کم از کم دعائیں تو مل جائیں گی۔ شیخ کو اچھے حالات سنائیں یا نہ سنائیں لیکن برے حالات اور خراب حالات ضرور سنانا چاہئیں۔ اگر سنانے کی ہمت نہیں تو کاغذ پر لکھ کر شیخ کو دے دینا چاہیے تاکہ وہ حالات میں آپ کی رہبری کر سکے ورنہ کم از کم دعائیں تو ضرور ملیں گی۔

رابطہ کی برکات

آپ نے فرمایا کہ ہمارے ایک دوست ہیں بہت فون کرتے ہیں بہت زیادہ رابطہ رکھتے ہیں۔ گھر میں میاں بیوی شیخ کی محبت کی باتیں بڑے والہانہ انداز سے کر رہے تھے اور انہیں ایک فیکٹری خریدنے کے سلسلہ میں ایک مسئلہ درپیش تھا اور کہا کہ اگر حضرت کا پتہ ہوتا کہ کہاں ہیں تو ان سے رہنمائی حاصل کر لیتے۔ حضرت کا تین منٹ بعد فون آ گیا اور جو وہ مشورہ لینا چاہتے تھے انہیں مل گیا۔ یہ رابطہ کی برکات ہیں۔

مخلص کون ہے؟

مخلص آدمی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ مخلصین کے اعمال کو رائیگاں نہیں

Marfat.com

فرماتے۔ اعمال اخلاص سے کرنے ہیں اور پھر پوری زندگی اس اخلاص کی حفاظت کرنا چاہیے۔ حضرت عائشہؓ کا واقعہ ہے کہ جب صدقہ خیرات کرتی ہیں تو جسے صدقہ خیرات دیتی وہ دعائیں دیتے آپؓ انہیں دعاؤں کو دہرا دیتیں کہ کام برابر ہو جائے اور کہتیں رضا الٰہی تو اللہ تعالیٰ سے مانگتی ہوں۔ جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے وہی اخلاص والا عمل ہے۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ کہتے پھرتے ہیں جو ہمارے ساتھ اچھا ہم اس کے ساتھ اچھے یہ تو عبادت نہیں یہ تو تجارت ہے۔ اچھا اور مخلص تو وہ ہے جو بروں سے بھی اچھا ہو۔

ہمت سے کام کریں

ہر عمل اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کرنا چاہیے۔ کسی بھی عمل میں کسی مخلوق کو خوش کرنے کا خیال نہ آئے بلکہ ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا خیال ہو۔ ایسے نیک عمل بندے کی گمشدہ چیز ہوتے ہیں۔ یاد رکھیں نیکی کو چھوٹا سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے اور برائی کو چھوٹا سمجھ کر کرنا نہیں چاہیے۔ مومن ہر وقت دیکھتا ہے کہ میرا عمل اخلاص والا ہے یا نہیں۔ ہمارے اندر برے آدمی جتنی تو ہمت ہونی چاہیے اگر برا آدمی برائی کو نہیں چھوڑتا تو پھر نیک آدمی کو بھی ہمت سے کام لینا چاہیے اور نیکی کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔

سالک پھسلتا کہاں ہے؟

جو کام شیخ نے کسی مرید کے ذمہ لگا دیا اس پر استقامت دکھائی تو اس کا کام بن جائے گا۔ انسان جب مستی کرتا ہے تو شیطان اس کو بہکا دیتا ہے تو انسان غافل ہو جاتا ہے اور وہ کام چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اگر مرید استقامت دکھائے تو ہمارے مشائخ اتنے کامل ہیں کہ ان کی ایک توجہ سے سالک کا کام بن جاتا ہے۔

سالک کے لیے انتہائی ضروری باتیں

سالک وقوف قلبی کا سب سے زیادہ اہتمام کرے جس طرح کھانا انسان نہیں بھولتا اس طرح وقوف قلبی کو اپنے کھانے پینے سونے اور دوستوں سے ملنے جلنے سے زیادہ اہم سمجھے اگر شیخ کی صحبت میں ہے تو شیخ کے قلب کے ساتھ رابطہ رکھنا ضروری ہے اگر کسی اور مجلس میں ہے تو کوئی سانس غفلت میں نہ گزرے یہ گویا خلوت در انجمن ہے اگر راستہ چل رہا ہے تو نظر بر قدم ہونی چاہیے تاکہ نظر ادھر ادھر بھٹکنے نہ پائے اور ارد گرد کی چیزوں میں الجھ کر نہ رہ

Marfat.com

جائے۔ اکثر اوقات یہ بھی کہتا رہے کہ یا اللہ اپنی محبت، معرفت، رضا، لقا نصیب فرما۔ مختصر یہ کہ سالک کو چاہئے کہ ہر دم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔ ایسے بھی لوگ ہیں کہ ان کے حالات سن کر حیرانی ہوتی ہے۔ ایک آدمی کا واقعہ سناؤں کہ اس کو فنا فی اللہ اتنا تھا ایک دفعہ ڈاکٹر کے پاس جانا ہوا ڈاکٹر صاحب نے نام پوچھا دو تین منٹ گزر گئے اب اسے اپنا نام ہی یاد نہیں آ رہا تھا آخر کار عبداللہ ہی لکھوا دیا نام جو بھی ہو مگر سوچا اللہ کا بندہ تو ہوں یہی سہی۔

خاموش مشائخ

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے مشائخ بظاہر خاموش ہوتے ہیں مگر ان کے دل کی توجہ بڑی قوی ہوتی ہے۔ کسی نے کہا کہ مشائخ ٹھنڈے ہوتے ہیں ہائے ہو نہیں کرتے جواب دیا کہ جو اللہ ٹھنڈے اور گیلے درخت سے آگ پیدا کر دیتا ہے وہ ہم ٹھنڈوں سے بھی آگ پیدا کر دیتا ہے۔ ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ خاموشی کے ساتھ ہر دم ہر گھڑی اللہ کو یاد رکھیں۔

ادب کیا ہے؟

بول چال میں بیٹھنے اٹھنے میں ملنے جلنے میں خوبصورت انداز اختیار کرنے کو ادب کہتے ہیں ادب کے اندر خوبصورتی بھی ہوتی ہے اور کشش بھی ہوتی ہے۔ ایسا آدمی دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ مثلاً بات کرنے میں مخاطب کے لیے تو کا لفظ استعمال کرنے کی بجائے آپ کا لفظ استعمال کرنے سے محبت بڑھتی ہے۔ بعض لوگ تم اور تو استعمال کر کے باتیں کرتے رہتے ہیں یہ بے ادبی میں شامل ہے۔

گفتگو میں آداب

ایک بادشاہ نے خواب دیکھا کسی نے تعبیر بتلائی کہ آپ اپنے سامنے بیوی بچوں کو مرتے دیکھو گے اس کو کوڑے لگوائے گئے۔ دوسرے نے تعبیر دی کہ آپ کے بیوی بچوں میں آپ کی عمر سب سے زیادہ ہوگی۔ اسے انعام دیا اور خوش ہوئے حالانکہ دونوں نے موت ہی کی بات کی تھی۔

ادب اور خوبصورتی

ادب کے ساتھ آدمی کی شخصیت میں کشش آ جاتی ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں با ادب با نصیب اور بے ادب بے نصیب۔ یہ ادب صرف لوگوں کو ہی نہیں اچھا لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی

Marfat.com

اچھا لگتا ہے مثلاً ایک فرنیچر کو پالش کی ہو اور دوسرے فرنیچر کو پالش نہ کی ہو کوئی خاص فرق نہیں ہے حالانکہ دونوں بناوٹ میں برابر ہیں مگر پالش کے بعد کشش اور خوبصورتی ہوتی ہے۔
مثلاً حضرت عمرؓ نے نبیؐ کی خدمت میں سامان پیش کیا۔ حضورﷺ نے پوچھا کیوں مال دے رہے ہیں عرض کیا میں یہ سامان اس لیے دے رہا ہوں کہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مال پیش کیا نبیؐ نے پوچھا یہ مال کیوں دے رہے ہو عرض کیا اللہ تعالیٰ اسی کو قبول کرلے اور اجر عطا فرمائے۔ حضورﷺ نے فرمایا تم دونوں مین وہی فرق ہے جو آپ لوگوں کی گفتگو میں فرق ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے مال کا تذکرہ پہلے کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے پہلے اللہ کا تذکرہ کیا مال کا بعد میں تذکرہ کیا۔ یہ گفتگو کے آداب ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ سے ایک انتہائی غریب آدمی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے کہیں مجھے میری زندگی کا رزق اکٹھا ہی دے دیں۔ چند دن تو سہولت سے گزریں بس اس کا رزق اسے چند بوری گندم دے دیا گیا۔ کچھ دن کے بعد دیکھا کہ اس آدمی کا بڑا لمبا دستر خوان ہے۔ لوگوں کو خوب کھلا پلا رہا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور پر اللہ رب العزت سے اس کی حکمت پوچھی تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ جس کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

اس نے رزق میں سے صدقہ کیا لوگوں کو کھلایا اس نے نفع مند سودا کیا تو ہم نے اسے اور دیا۔

کتنے شوہر ایسے ہوں گے کہ بیوی سے نا انصافی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔
سب سے بہتر انسان وہ ہے جو اہل خانہ سے بہتر سلوک کرتا ہے۔ فرمایا (نکاح نصف ایمان ہے) آدھا ایمان نماز، روزہ، وغیرہ اور بقیہ آدھا ایمان بیوی کے ساتھ عدل و انصاف ہے۔
دیکھیں اس طرح اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا کتنا آسان ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب خاوند اپنی بیوی کو دیکھ کر مسکراتا ہے اور بیوی خاوند کو دیکھ کر مسکراتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ لیکن شیطان بڑا ملعون ہے۔ یہ انسان کو گھر میں خوش رہنے ہی نہیں دیتا۔

عورت کا خاوند اس کی جنت بھی ہے اور دوزخ بھی ہے اگر خاوند اپنی بیوی سے خوش ہے تو جنت کے آٹھوں دروازے عورت کے لیے کھول دیئے جائیں گے۔

اگر ہم اپنے گھر والوں کو نماز کے لیے ایک دفعہ کہیں دو دفعہ کہیں پھر بھی وہ نماز نہ پڑھے تو ہمیں کتنا غصہ آتا ہے۔ تمہیں اتنی دفعہ کہا ہے کہ نماز پڑھو لیکن تم نے نہیں پڑھی۔
سوچیں ذرا کہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً ساڑھے سات سو دفعہ نماز کے لیے حکم فرمایا جب بھی ہم حکم

Marfat.com

عدولی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا غصہ کتنا بھڑکتا ہوگا۔ آج لوگ ناپائیدار عزت کو چاہتے ہیں ایک عزت مال و دولت اور کرسی سے ملتی ہے جو ناپائیدار ہوتی ہے اور ایک عزت اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق سے اور اس کی یاد سے ملتی ہے جو پائیدار ہے۔ اصل عزت تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ عزت وہی پائیدار ہے جو نیک اعمال سے ملتی ہے۔ اللہ کی فرمانبرداری سے ملتی ہے۔ اللہ کی محبت سے ملتی ہے۔ عزت کا یہ معیار اگر انسان کے سامنے ہو تو وہ دنیاوی عیش و عشرت والی عزت کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرے گا مگر یہ چیز ذرا مشکل ہے۔ ہمت سے کام لینا پڑتا ہے۔

دستر خوان پر جب کھانے لگے ہوتے ہیں تو سب کھانوں کا مزہ جدا جدا ہوتا ہے۔ اس طرح نوافل کا مزہ جدا ہے اور قرآن والا مزہ کچھ اور ہوتا ہے۔ درود شریف کا مزہ اور ہوتا ہے۔ ہمیں عبادتوں کے مزوں سے بھی واقفیت ہونا چاہیے۔ جب ان مزوں سے واقف ہوئے تو کھانوں کے مزے بھول جائیں گے ہمیں ایسی عبادت کرنی چاہیے کہ عبادت کرتے وقت دل کو سکون مل رہا ہو جو عبادت اس دنیا میں مزہ نہیں دے گی تو اس دنیا میں اجر بھی نہیں دلا سکے گی۔ اگر ہم اپنے ایمان پر محنت کریں تو دل زندہ ہو جائے۔ دل میں ایمان و یقین کی گرمی ہو تو عمل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ آج ایمان و یقین میں ضعف آ گیا ہے جس کی وجہ سے امت مسلمہ زوال کا شکار ہو رہی ہے۔ صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ تھا اور اللہ کے بھروسے پر دریاؤں میں گھوڑے ڈال دیتے تھے اور دریا انہیں راستہ دے دیتے تھے۔

نمازوں کی حضوری نصیب ہونا

سلف صالحین کی نمازیں ایسی ہوتی تھیں کہ نماز کے وقت ڈھول بھی بجاتے رہو تو انہیں خبر نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ نماز میں حضوری اتنی ہوتی تھی کہ اردگرد کی بھی خبر نہیں ہوتی تھی۔ بارگاہ الٰہی میں پیشی کا تصور ایسا تھا کہ نماز پڑھتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ مسلمان سجدہ کرتا تھا تو زمین کانپ جاتی تھی۔ انسان بننے کے بعد انسان میں وہ تبدیلیاں آتی ہیں کہ ایٹم بم کے پھینکنے سے بھی وہ تبدیلیاں نہیں آیا کرتیں۔ اپنے آپ کو بنانے پر انسان کو زور لگانا چاہیے تب انسان کامل بنتا ہے۔ جب کسی کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے اور فرمانبردار بن کر اپنی اصلاح کرواتا ہے تو پھر ایمان میں جان آ جاتی ہے۔

ایمان کا معیار

اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان کا ایک معیار ہے جو عمومی طور پر نظر نہیں آتا۔ ہمارا لوگوں

Marfat.com

کے سامنے ایک چہرہ ہوتا ہے اور اندر کا چہرہ اور ہوتا ہے مثلاً ایک جگہ پر 100 فٹ پر پانی نکلتا ہے اگر 60 فٹ کے سینکڑوں بور بھی کردیئے جائیں تو پانی نہیں نکلے گا۔ اسی طرح ایمان کا بھی معیار ہے جس پر رحمت اترتی ہے۔ کلمہ پڑھنے سے تو ہماری مسلمانی کا آغاز ہوتا ہے اور ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے محنت کی ابتداء شروع ہوتی ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ علم حاصل کرنا ضروری ہے مگر ہم گھر میں صرف کتابیں خود ہی پڑھ لیں گے یہ علم حاصل ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اس سے انسان کو پکا علم حاصل نہیں ہوتا۔ اگر خود ہی ایک مسئلہ غلط سمجھ لیا تو پتہ نہیں اس کا بنے گا کیا؟ قدم قدم پر انسان سے غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ آج حالت یہ ہے کہ جنہیں اردو صحیح پڑھنی نہیں آتی وہ کہتے پھرتے ہیں ہمیں استادوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خود ہی کتابوں سے علم حاصل کرلیں گے۔ اصل میں استاد بیزار ماحول بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ طالب علم اور استاد کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جب طالب علم اور استاد کے درمیان دوری ہو جائے گی تو پڑھنے والا اب جو چاہے سمجھتا رہے اب اس کی مرضی کتاب اس کے سامنے ہے جو چاہے سمجھتا پھرے۔ استاد سے تو سمجھا نہیں کہ غلطی دور ہوسکے۔

بہت ہی نقصان دہ چیز جو آج امت میں پیدا ہو رہی ہے وہ ہے فجر کے بعد سونا۔ اس لیے ایک روایت میں آتا ہے کہ جو فجر کے بعد سوتا ہے اس کی عقل ختم کردی جاتی ہے۔ آپ دیکھیں کہ جو عورتیں فجر کے بعد سوتی ہیں ان کی عقل میں وہ گہرائی نہیں رہتی اور ان سے اچھے اچھے کام آسانی سے نہیں ہو پاتے لہٰذا اس عادت کو ہمیشہ ختم کرنا چاہئے اور بعض کتابوں میں پڑھا کہ جو فجر کے بعد متصل سوتا ہے تو اس کے رزق سے اللہ برکت نکال لیتے ہیں۔ رزق سے برکت نکلے یا انسان کے ذہن سے برکت نکلے بات تو ایک ہی ہوگی کہ انسان کی زندگی میں پریشانیاں ہوں گی لہٰذا اس عادت کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ایک آدمی ساری رات جاگتا رہا۔ اب اس کو فجر کے بعد سونا پڑ رہا ہے تو کوئی بات نہیں کبھی کبھار ایسا ہو جانا نقصان دہ نہیں ہے عادت نہیں بنانا چاہئے مثلاً ایک بچی ہے جو امتحان کی تیاری کرتی رہی اس کو تیاری کے دن ملے ہوئے تھے۔ وہ پڑھ رہی تھی اور پڑھنے کا سلسلہ دیر تک رہا۔ اگر یہ بچی فجر کے بعد سو جاتی ہے تو ایک آدھ دفعہ سو جانا یہ خلاف سنت نہیں ہاں اس کو فجر کے بعد سونے کی عادت نہیں بنا لینی چاہئے۔ مثلاً رمضان میں عورتیں مردوں سے جلدی اٹھتی ہیں کھانے بناتی ہیں اور پھر فجر کے بعد ان کو نیند آتی ہے تو وہ سو جاتی ہی۔ یہ چیز خلاف سنت نہیں کہلاتی مگر عادت نہیں بنانی چاہئے۔

Marfat.com

حضرت امام ابن تیمیہ کا ایک شاگرد تھا وہ بادشاہ کے پاس گیا اور رو رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ بھئی کیوں روتے ہو کہنے لگا کہ ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا کیا ہے اس شاگرد نے کہا کہ پورا کرنے کا وعدہ کریں۔ بادشاہ نے دیکھا کہ چہرے پر نور ہے۔ نوجوان ہے۔ چہرے پر شرافت ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا نوجوان بتاؤ کیا بات ہے۔ میں تیری بات پوری کردوں گا۔ کہنے لگا آپ مجھے جیل بھجوا دیں۔ کہنے لگا آپ نے میرے استاد کو کسی وجہ سے جیل میں ڈال رکھا ہے۔ میرے سبق قضا ہو رہے ہیں۔ میں درخواست لے کر آیا ہوں کہ مجھے بھی جیل بھجوا دیں اس لیے کہ میں جیل کی تنگی تو برداشت کر لونگا مگر اپنے استاد سے سبق بھی پڑھ لیا کروں گا۔ اب سوچیئے اتنے شوق سے ہمارے اکابرین نے سبق پڑھے ہیں۔

امام محمدؒ جب ایک جگہ سے دوسری جگہ گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے تو ان کے کئی شاگردان کے ساتھ ساتھ چلتے تھے اور اس سفر کے وقت بھی ان سے کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ پڑھنے کا اتنا ذوق وشوق تھا کہ ہمارے لیے نصیحت ہے۔ آپ علم کے وقت میں علم کی طرف خوب متوجہ رہیں اور عبادات کے وقت میں خوب ڈٹ کر عبادت کیا کریں۔ نمازوں کا وقت ہو تو نمازوں کو خوب سنوار کر پڑھیں۔ نماز کو بھی جلدی میں ایسے پڑھنا جیسے کوئی عبادت کو گھسیٹ رہا ہوتا ہے یہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ ہر نماز کو ایسے سنوار کر پڑھیں کہ گویا یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ نماز کو اہتمام سے پڑھے۔

نماز میں تعدیل ارکان کا بڑا خیال رکھنا چاہیئے ارکان کیا ہیں؟ انسان جو نماز کے ارکان کو ادا کرتا ہے۔ انہیں نہایت سکون کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنے کو تعدیل ارکان کہتے ہیں۔ رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ وغیرہ سب آرام آرام سے ادا کرنے کو تعدیل ارکان کہتے ہیں۔

جس انسان میں تعدیل ارکان جتنی زیادہ ہونگی اتنا ہی زیادہ اللہ اس کے دل کو سکون عطا فرمائے گا۔ آج چونکہ نماز میں تعدیل ارکان نہیں اس لیے زندگیوں میں پریشانی نظر آئے گی۔ جو آدمی یا عورت کہے کہ میں پریشان ہوں تو آپ اس کی نماز کو دیکھیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ نماز ایسے پڑھ رہا ہے کہ جیسے صرف اٹھک بیٹھک میں ورزش ہو رہی ہے۔ ادھر رکوع کیا اور ادھر جلدی سے سجدہ ہو گیا۔ نہ رکوع کے بعد تسلی سے کھڑے ہوئے نہ سجدوں کے درمیان تسلی سے بیٹھے۔ وہ تسلی سے تعدیل ارکان نہیں کرتا ہوگا۔ بھاگ دوڑ والا کام کرتا ہوگا اس لیے بے سکونی رہتی ہوگی۔ انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ بے سکونی کی وجہ کیا ہے۔ جو نماز کو اس طرح گھسیٹے گا وہ پرسکون کیسے رہے گا۔ سوچیں جو نماز ہی ایسی پڑھتا ہو وہ کتنا بے سکون ہوگا۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نماز کے چور ہوتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ کچھ لوگ مال کے چور ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ نماز کے چور ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے حیران ہو کر پوچھا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی چوری کیا ہے۔ فرمایا جو جلدی جلدی نماز پڑھنے والا ہو اور ارکان کو ٹھیک طرح ادا نہ کرتا ہو وہ نماز کا چور ہے۔

اگر عقل اپنی بیمار ہو تو نقص پیر میں نظر آتے ہیں۔ اس لئے اپنی عقل درست کر لے اور پیر کے ساتھ عشق اور محبت والا معاملہ رکھیں۔ پھر دیکھیں کتنا فیض پہنچتا ہے۔ بدنظمی اور بدگمانی روحانیت میں زہر کی طرح ہیں۔ جب عشق و محبت کا معاملہ ہوتا ہے پھر بدگمانی قریب نہیں آتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے محبت کی دعا کرتے رہنا چاہیئے۔

جب کسی چیز پر نگاہ ڈالیں تو سوچا کریں کہ ایک دن اسے مجھ سے جدا کر دیا جائے گا۔ ایک بادشاہ نے محل بنوایا جب تیار ہو چکا تو کہا سب لوگوں کو بلا کر دکھاؤ تا کہ دوست خوش ہوں اور دشمن حسد کی آگ میں جلیں۔ ادھر ایک اللہ والے بھی آ نکلے۔ بادشاہ نے کہا کوئی ہے جو اس سے عیب نکالے۔ سب نے کہا کوئی عیب نہیں ہے وہ اللہ والے بولے دو عیب اس میں رہ گئے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کون سے ہیں؟ فرمایا پہلا عیب یہ ہے کہ یہ محل ہمیشہ نہیں رہے گا۔ دوسرا عیب یہ ہے کہ تو بھی ہمیشہ اس میں نہیں رہے گا۔

ہر انسان کو ایک نہ ایک دن اس دنیا سے ضرور جانا ہے۔ عقلمند وہ ہیں جو وہاں تیاری کر کے جائیں۔ انسان کے تصور میں بھی نہیں ہوتا اور ایک دم اسے موت دبوچ لیتی ہے۔ انسان کو موقع نہیں دیتی کہ وہ سوچے سمجھے اور غور کرے۔ غور کرنے کے لیے یہی زندگی کے چند لمحات ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھایا اور غفلت میں زندگی گزار دی تو پھر سوائے افسوس اور پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ ایک پل میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ بیوی نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوتا کہ وہ اپنی زندگی میں خاوند کی آنکھوں پر انگوٹھے رکھے گی تا کہ انہیں موت کے بعد اچھی طرح سے بند کر سکے۔ یہ موت کے واقعات ہمارے لیے عبرت کا تازیانہ ہیں۔ آج وہ وقت آ پہنچا ہے کہ ہم پوری کی پوری کوشش دنیا کے لیے صرف کر دیتے ہیں۔ اس دنیا سے تو بالآخر ہمیں رخصت ہونا ہے۔ اس دنیا میں بڑے بڑے متکبر آئے وہ بھی چلے گئے۔ نہ قارون رہا، نہ فرعون رہا، نہ شداد رہا، نہ افلاطون رہا، نہ جالینوس رہا۔ دنیا نے ہر ایک سے بے وفائی کی۔ بڑے بڑے پہلوان آئے اور موت نے انہیں قبروں میں گاڑ دیا۔

Marfat.com

کتنے لوگ ہیں جو کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ گھر دفتر، دکان کا کام ہمارے بغیر نہیں چل سکتا لیکن لے جانے والے فرشتے لے جاتے ہیں۔ کیا ان کے بعد دنیا کا کام رک جاتا ہے؟ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے مجھے اس شخص پر جسے یقین ہے کہ مرنا ہے اور پھر بھی ہنستا ہے۔ ارشاد فرمایا حضرت امام حسن بصریؒ پر موت کا اتنا غم طاری رہتا تھا کہ چل کر آتے تو یوں معلوم ہوتا گویا والد کو دفن کر کے آ رہے ہیں۔ اگر بیٹھتے تو ایسے لگتا کہ گویا کوئی مجرم ہے جس کی پھانسی کے احکامات جاری ہو چکے ہیں۔ جو آدمی موت کی تیاری سے غافل رہا اسے بھی جانا ہے اس لئے تیاری کر لینی چاہیے ہمیں باہر کے ملک جانا ہو تو کاموں کو سمیٹتے ہوئے ایک ہفتہ لگ جاتا ہے۔ جب کھڑے کھڑے دنیا سے جانے کا پروانہ ملے گا تو پھر کاموں کو کیسے سمیٹیں گے۔ سلف صالحین ہمیشہ موت کے لیے فکر مند رہتے تھے۔ وہ دن بھر اتنی عبادت کرتے تھے کہ رات کو سونے کے لیے بستر کی طرف جاتے ہوئے ایسے چلا کرتے تھے جیسے کوئی تھکا ہوا اونٹ چلتا ہے۔

ہم اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیتے ہیں کہ ہمیں فلاں مصروفیت ہے، فلاں کام ہے، آخر مراقبہ بھی تو کام ہی ہے۔ اس کو کام کیوں نہیں سمجھتے۔ حقیقت یہی ہے کہ انسان جس عمل کو اہم سمجھتا ہے، پہلے اسے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ذکر اور مراقبے کو بھی آخرت کے کاموں میں اہمیت دینی چاہئے۔ جنت میں بھی ایک بات جنتی کو غمزدہ کردے گی۔ زندگی کے وہ لمحات جو ذکر کے بغیر گزر گئے۔ غفلت کا شکار ہوگئے۔ اسے حسرت ہوگی کہ کاش وہ وقت بھی ذکر میں گزر جاتا۔ ہمیں حقیقی مزہ تب آئے گا جب گرم کھانے سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی لذت نصیب ہوگی اور سب کاموں پر ترجیح دینے لگ جائیں گے۔

ایسی عادت اپنانی چاہئے کہ کھانا پینا چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دیں لیکن ذکر مراقبہ، درود، تلاوت، استغفار کبھی نہ چھوٹیں۔ معمولات کو اہمیت دیں گے تو تبھی ان کی پابندی نصیب ہوگی۔ کسی عارف کا قول ہے جس نے اپنے والد کا جنازہ اٹھایا ہو اور پھر بھی اسے عبرت حاصل نہ ہو تو اس کا دل سخت ہو چکا ہے۔ بعض اہل اللہ ایسے ہوں گے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ کر مسکرائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر مسکرائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے خاص بندوں میں شامل فرمائے۔

حضرت قریشی صاحبؒ جب موسیٰ زئی تشریف لے جاتے تو اڑھائی سو کلومیٹر کا سفر پیدل طے کرتے۔ وہاں جا کر رات کو پیر بھائیوں میں نہ سوتے کہ کہیں میری ریح کے اخراج

Marfat.com

سے انہیں تکلیف نہ ہو۔ جو بستر وغیرہ بھی ملتا وہ انہیں دے دیتے۔ جب مجلس میں بیٹھتے تو جوتوں میں ہی بیٹھ جاتے اور یہ سمجھتے کہ میرے پیر بھائی اصحاب کہف کی طرح ہیں اور میں ان کے کتے کی طرح ہوں۔ جس طرح اصحاب کہف کے کتے کو اصحاب کہف کے صدقے جنت میں داخل کردیں گے اسی طرح مجھے بھی ان پیر بھائیوں کے صدقے بخش دیا جائے گا۔ سبحان اللہ عاجزی ہوتو ایسی ہو۔

اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ میں بادشاہ بن گیا ہوں تو کیا بالفعل وہ بادشاہ بن جائے گا؟ ہرگز نہیں! اس طرح اگر خواب میں کسی ولی کو دیکھ لیا تو لوگ عمل چھوڑ بیٹھتے ہیں اور پیر بھائی کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں۔ دماغ آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ حالانکہ ولی جتنا زیادہ مقرب الٰہی بنتا جائے گا اتنا زیادہ عاجز بنتا جائے گا۔ عاجزی وانکساری مقرب الٰہی ہونے کی نشانی ہے۔

شیخ کے پاس بیٹھ کر ذکر اور وقوف قلبی وغیرہ نہ کرے بلکہ رابطہ قلبی رکھے۔ سایہ پیر بہتر از ذکر حق، یعنی پیر کا سایہ ذکر سے بہتر ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں کہ پیر عالم علویؒ اور سفلی، دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیے اس سے اخذ فیض آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے جو آدمی اس لیے اسباق کر کے مجھے خلافت مل جائے تو وہ شرکِ طریقت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ حضرت جی نے فرمایا نسبت کی تمنا اور دعا تو کر سکتا ہے مگر خلافت کا خیال بھی دل میں نہیں آنے دینا چاہئے کیونکہ یہ ایک انتظامی معاملہ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے منتخب کرلے۔ حضرت مجددؒ نے عجیب بات لکھی ہے کہ جو چیز بخشی ہو وہ حضور کے طفیل بخشے تو اس سے وفات شدہ آدمی کو اور زیادہ قرب نبیؐ حاصل ہوتا ہے۔ اس سے اسے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

تصوف وسلوک کا مقصد یہ نہیں ہے کہ مقدمات اور دوسری نیاوی فتوحات ملا کرتی ہیں۔ بلکہ اس کا نچوڑ یہ ہے کہ اصلاح ہو جائے گی تصوف وسلوک سے اصلاح کی تڑپ پیدا ہوتی ہے اورانسان پوری کوشش کرتا ہے کہ میری اصلاح ہو جائے۔ اصلاح کی تڑپ پیدا ہونا بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔ حقیت میں کامیاب وہی ہے جو اپنے نفس کا تزکیہ کر لیتا ہے اور موت سے پہلے پہلے اپنا حساب خود کر لیتا ہے۔ ہر عمل کا محاسبہ کرتا ہے اور اصلاح کے لیے سرگرم رہتا ہے۔ جو کیفیات کا طالب ہوتا ہے وہ طالب مولانا نہیں ہوا کرتا۔ حضرت مجددؒ نے فرمایا جیسے بچوں کو گیند دے دیا جاتا ہے ک وہ کھیلیں اسی طرح بعض سالکین کو کشف دے دیا جاتا ہے کہ وہ اسی میں مگن رہیں۔ ان چیزوں کی تمنا نہیں کرنی چاہئے بلکہ تمنا صرف اور صرف

Marfat.com

اصلاح کی ہونی چاہیے۔

فنائیت کے مقام پر سالک کو ہر چیز ذکر کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ہوا، درخت، پتے وغیرہ حتیٰ کہ جسم کے اعضاء بھی ذکر کرتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت کو کشف سمعی حاصل ہوا کہ ہر چیز ذکر کرتی ہوئی سنائی دیتی تھی حتیٰ کہ مٹی کا ڈھیلہ استعمال کرنا مشکل ہو گیا۔ کشف تو ہندوؤں کو بھی مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی صحبت کو ضائع نہیں کرتے بس یوں سمجھ لیں کہ انہیں ہڈی دے دی جاتی ہے کہ اسے چوستے رہیں۔ اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ایک طالب علم نے آ کر بتایا کہ راستے میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر لوگوں کو ان کے دلوں کی باتیں بتانا شروع کر دیں۔ اس طالب علم نے بھی ایک پیچیدہ بات سوچی اس نے وہ بھی بتا دی۔ اس کے بعد اس نے اپنی دکان کے کارڈ تقسیم کیے اور چلا گیا تا کہ لوگ آئیں اور وہ ان سے دولت بٹور سکے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت امیر معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ افضل ہیں۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حضرت امیر معاویہؓ کے گھوڑے کے ناک میں جو گرد گئی تھی وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بہتر ہے کیونکہ انہیں نسبت صحابیت حاصل تھی۔

مطالعہ میں ہمارے لوگ کمزور ہوتے ہیں۔ کتابوں سے کچھ نہ کچھ پڑھتے رہنا چاہیے جس میں مسائل ہوں۔ علم اور مطالعہ باعمل عالم کے مشورے سے کیا جائے تو بہت فائدہ دیتا ہے۔ اگر مشورہ نہ ہو تو بھٹکنے کا اندیشہ رہتا ہے "بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا"

توبہ کا اصل طریقہ یہ ہے کہ انسان دل سے نادم ہو قبولیت توبہ کی علامت ہے۔ کہ دوبارہ وہ اس گناہ سے بچ جائے۔ حلال وحرام واضح ہے۔ جس میں شبہ پڑ جائے اس سے پرہیز کرے مشتبہ چیز سے بچنا تقویٰ کہلاتا ہے۔

حدیث ہے (مفہوم) میں مزامیر کو توڑنے کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ موسیقی کانوں کا زنا ہے۔ اب کوئی قرآن کو موسیقی پر پڑھنا شروع کر دے اور یہ سمجھے کہ قرآن پڑھ رہا ہے تو بھی یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب سب سنتیں دنیا سے اٹھ نہ جائیں گی اور بدعات سے دنیا بھر نہ جائے گی۔ بدعات آہستہ آہستہ بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ہمارے اسلاف بدعت کا بہت رد فرماتے تھے۔

خاص طور پر مال کی محبت ایسی ہے کہ انسان کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے اتنا تو

Marfat.com

فارغ وقت ہونا چاہئے بلکہ نکالنا چاہئے کہ فرائض و واجبات تو پورے کر سکے اس کے بعد انشاء اللہ سنت سے بھی محبت پیدا ہو جائے گی۔ نیکی اور سنت پر عمل کرنے سے بعض اوقات آزمائش بھی ہوتی ہے۔ جب کوئی نوجوان داڑھی رکھتا ہے تو کوئی مولوی کہہ رہا ہے کوئی ملاں کہہ رہا ہے تو اس سے دل برداشتہ نہ ہو فرمایا عام طور پر کئی نوجوان داڑھی رکھنا چاہتے ہیں مگر دوست اور گھر کی عورتیں مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند سے پوچھا گیا کہ کھانا کیسا کھانا چاہئے فرمایا اچھا کھا اور کام بھی اچھے کر۔ ایک آدمی حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کے پاس آیا جو پورا بکرا اور ٹب روٹیوں کا کھا جاتا تھا۔ مگر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتا تھا۔ حضرتؒ نے خادم سے فرمایا اسے دو روٹیاں اور دو ہڈیاں دے دو ان سے یہ بھی نہ کھایا گیا یہ حضرتؒ کا تصرف تھا اور وہ شخص آپ کا مرید ہو گیا۔

عام لوگوں کے لیے 5 نمازیں اور سالکین کے لیے 9 نمازیں ضروری ہیں تاکہ نفل نمازوں کے ذریعے فرض نمازوں کی کمی کوتاہی دور ہوتی رہے۔ نماز میں انسان کو زیادہ پریشانی خیالات سے ہوتی ہے۔ خاص طور پر بُرے خیالات سے پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ خیالات کا آنا برا نہیں ہے بلکہ ان کا لانا یا دل میں جمانا اور ان سے لذت لینا برا ہے۔ خیالات کو جام نہیں ہونے دینا چاہئے جیسے ٹریفک کا سپاہی ہے اگر ٹریفک کو جام کرتا رہے تو اس کی پیٹی اتار دی جائے گی۔ اسی طرح خیالات ذہن میں آئیں تو انہیں نکال دینا چاہئے۔ خیالات تو آتے جاتے رہتے ہیں۔ سورج نکلنے کے بعد پہلے پہر میں اشراق پڑھ سکتے ہیں اور دوسرے وقت میں چاشت دونوں کو اکٹھا کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اگر دفتر وغیرہ جانے کی مجبوری ہو کہ چاشت کی نماز علیحدہ پڑھنی مشکل ہوگی تو بامر مجبوری اس طرح کر سکتے ہیں۔

افضل تہجد تو یہ ہے کہ دو نیندوں کے درمیان پڑھے۔ عشاء کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ سب کو اجر مختلف ملے گا۔ دو رکعت نفل پڑھتے ہوئے دوسری نیتیں بھی ساتھ کر سکتے ہیں۔ نیت اصلاح، نیت توبہ، نیت حاجت، نیت شکر، 5 نیتیں بھی کر سکتے ہیں۔ مغرب کے دو نفلوں میں اوابین کی نیت کرے چار اور پڑھ لے تو اوابین کی نماز بھی ساتھ پوری ہو جائے گی۔

دین کے بارے میں کبھی بھی خود سے رائے مجلس کے سامنے نہیں دینی چاہئے۔ اس میں احتیاط ضروری ہے۔ دین میں رائے دینا بڑی جرأت ہے۔ قرآن حدیث کو پہلی کا قاعدہ نہیں ہے کہ جو چاہے اپنی رائے بیان کرتا پھرے۔ اس بات کا خیال رکھا کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔ کہیں ضیافت والے دن اس کی پوچھ نہ ہو جائے کہ قرآن و سنت میں اپنی

Marfat.com

رائے کو کیوں دخل دیا۔ اس میں بہت بے احتیاطی کی جاتی ہے۔ اکثر لوگ بغیر علم کے ہی دین میں رائے زنی کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ یہ بے وقوفی کی علامت ہے جہاں فتویٰ کے معاملات آ جاتے ہیں تو وہاں خاموشی اختیار کریں کیونکہ یہ معاملات بڑے نازک ہوتے ہیں۔ جب کوئی مسئلہ بتاتا ہے تو وہ اپنے اوپر ذمہ داری لے رہا ہوتا ہے اور بے علمی کی وجہ سے کوئی ذمہ داری سر لیں گے تو خود بخود عذاب کو دعوت دینے والی بات ہے۔ اس لیے دین میں احتیاط ضروری ہے۔ اگر کسی حلال وحرام میں شک ہو تو احتیاط کرے اگر کوئی پوچھے تو بتا دے ویسے از خود اپنی آراء نہ بتاتا پھرے فائدہ میں رہے گا اور آخرت کی باز پرس سے بچ جائے گا۔ اپنی ذات کے لیے جس قدر ہو سکے احتیاط کرے۔ ایک آدمی حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پاس آیا اور کہا میری بکری چوری ہو گئی ہے۔ حضرت امام صاحبؒ کی احتیاط کا عالم یہ تھا کہ 7 سال بکری کا گوشت کھانا چھوڑ دیا کہ کہیں وہ اس چوری شدہ بکری کا گوشت نہ ہو۔ تقویٰ احتیاط کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حلال وحرام کے معاملے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کی جائے۔

ضروری مصروفیات تو ہونی چاہئیں لیکن غیر ضروری کاموں میں پڑ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ خاموش رہنا سونے کی طرح قیمتی ہے اور بولنا چاندی کی طرح قیمتی ہے۔ خاموش رہنا بڑا کام ہے۔ (جو خاموش رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا) اپنی اصلاح کی خاطر اپنے آپ کو تو موردِ الزام ٹھہرا لے مگر دوسروں کو کبھی بھی الزام نہ دے۔ ایک نارمل بندہ 5,6 گھنٹے نیند کر لے تو کافی ہے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ والے تین گھنٹے سوتے ہیں تو ان کی نیند کیسے پوری ہو جاتی ہے تو یہ اللہ کے نام کی برکت ہے۔ ارشاد فرمایا: جس کے ذمہ زکوٰۃ ہو، اس کے صدقات نافلہ قبول نہیں ہوتے۔ اسی طرح فرائض رہتے ہوں تو نفل قبول نہیں ہوتے اس لیے فرائض کی ترغیب دینا ضروری ہے۔ اپنی زندگی کے فرائض پہلے ادا کرنے چاہئیں۔ نوافل بعد میں۔ کسی نے سوال پوچھا تہجد کی کتنی رکعات ہیں جواب دیا تہجد کی نماز کی کم سے کم 4 رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ رکعات اپنی ہمت کی بات ہے۔ جس کو چاہیں معمول بنا لیں کسی نے پوچھا نیند اور سستی کا کیا علاج ہے؟ فرمایا نیند اور سستی ایسی چیزیں ہیں کہ جنہیں چاہیں تو ہمت کر کے کم کر لیں چاہیں تو زیادہ کرتے چلے جائیں۔ بار بار دعائیں مانگنے سے بھی کام آسان ہو جاتا ہے۔

عام طور پر مرید لوگ پیر کو بدبختی بناتے ہیں اور جاہل پیر ان سے ڈرتا ہے کہ کچھ کہوں گا تو مریدی سے ٹوٹ جائیں گے۔ پیر کو چاہیے کہ مریدوں کو ضرور ٹوکتا رہے تاکہ

Marfat.com

اصلاح ہوتی رہے۔ گناہ تو زہر کی مانند ہیں اس لیے صغیرہ گناہ سے بھی بچنا چاہیے جو دوسروں کے عیوب پر نگاہ ڈالتا ہے تو وہ اپنے عیوب سے اندھا کر دیا جاتا ہے۔ کسی کی بات اس کی پیٹھ پیچھے اس طرح کرنا کہ اگر وہ سن لے تو اسے برا لگے یہ غیبت ہے۔ اجتماعی غیبت کرنا یہ اور زیادہ برا ہے۔ کسی نے شہر بھر کی غیبت کردی۔ کہ یہ لوگ تو ایسے ہیں اور ایسے ہیں کسی کے دھوکے سے کسی کو متنبہ کرنا یہ غیبت نہیں ہے۔ کسی کا تذکرہ تبصرہ کے طور پر کرنا غیبت لیکن اصلاح کی غیبت نہیں۔ اگر قوی امید ہو کہ اصلاح ہو جائے گی خواہ مخواہ کسی کو ذلیل کرنے کے لیے کسی کا تذکرہ نہیں کر سکتے۔ غیبت کافروں کی نہیں ہوتی۔ اگر کافروں کی بات کی جائے تو غیبت نہیں ہے۔ کفار کے ساتھ دلی دوستی نہیں ہونی چاہیے چاہے وہ پڑوسی ہی کیوں نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے دلی دشمنی ہونی چاہیے۔ اگر پڑوسی کا حق ہے تو ادا کرنا چاہیے۔

اگر انسان ضد اور جہالت کی عینک اتار کر دیکھے تو اوہام کی حقیقت کھل جائے گی۔ خالی گھڑے ہوئے خیالات سے نجات نہیں ہوگی۔ یہ بھی سوچیں کہ میرے دل میں سکون ہے یا نہیں اور اگر سکون نہیں ہے تو کہیں نہ کہیں کمی ضرور ہے۔ کسی مذہب کے بڑوں کو برا نہ کہو ورنہ وہ تمہارے بڑوں کو برا کہیں گے۔ بہر حال اصلاح کی نیت ہونی چاہیے۔

شہوت کی نظر سے کسی کو نہ دیکھے خواہ عورت ہو، لڑکا ہو، خواہ کوئی ہو کسی پر نظر نہ پڑے۔ ہر نظر پہلی نظر کے بعد شہوت ہی کی نظر ہے۔ پہلی نظر کے بعد ہر نظر جرم ہے۔ ایک مرید نے اپنے شیخ کو لکھا کہ کیفیات ختم ہوگئیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ بدنظری ہو رہی ہے پھر بار بار یہی لکھا کہ بدنظری ہو رہی ہے تو مرید نے اپنی زندگی کا بڑے غور سے جائزہ لیا اور خوب غور و فکر کیا تو بات سمجھ آئی کہ پڑوسی کی بیٹی 12,14 سال سے گھر میں آ رہی ہے۔ جو چھوٹی عمر سے اب بڑی ہوگئی تھی ایسا جب معاملہ سمجھ آیا تو اللہ تعالیٰ سے خوب معافی مانگی پھر کیفیات بھی لوٹ آئیں۔

شیطان کی چال یہ ہے کہ ابتدا میں چھوٹے گناہ میں پھنساتا ہے پھر بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (واقعہ) بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا۔ بڑا عبادت گزار تھا۔ شیطان نے بہت دفعہ اسے ورغلانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر کار اسے عورت کے فتنے میں مبتلا کر کے آزمائش میں ڈال دیا۔ حدیث کا مفہوم ہے "عورت شیطان کا وہ تیر ہے جو کبھی خطا نہیں جاتا" واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک دفعہ دونوں بھائیوں نے جہاد پر جانے کا ارادہ کیا وہ اپنی بہن کو کسی آدمی کے پاس چھوڑنا چاہتے تھے۔ انہوں نے راہب سے

Marfat.com

درخواست کی کہ ہم بہن کو آپ کے پاس چھوڑنا چاہتے ہیں لیکن اس راہب نے انکار کردیا پھر انہوں نے اصرار کیا تو وہ راہب اپنے ساتھ والے مکان میں اس لڑکی کو رکھنے میں راضی ہوگیا شیطان پہلے بالکل معمولی سی برائی میں پھنساتا ہے جو بظاہر برائی بھی محسوس نہیں ہوتی لیکن اس کے اثرات بہت دیر کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ راہب شیطان کی چال کو نہ سمجھ سکا او اس کے جال میں آ گیا۔ راہب کھانا دروازے کے باہر رکھ دیتا وہ لڑکی اٹھالیتی کچھ دن گزرے شیطان نے راہبَ کے دل میں بات ڈالی کہ اس طرح کسی کو پتہ چل جائے گا۔ کھانا دروازے کے اندر رکھا کرو۔ چنانچہ اندر کی طرف کھانا رکھ دیتا۔دروازے کے پاس کھڑا ہو کر اس کو پند و نصائح کرتا رہتا اور وہ اس پر عمل بھی کرتی اور کچھ نیک عمل شروع کردیئے پھر شیطان نے ایک اور پٹی پڑھائی کہ مکان کی چھت پر جا کر نصیحت کی باتیں سمجھائی چاہئیں۔ دونوں اپنے اپنے مکان کی چھت پر کھڑے رہیں گے اور نصیحت کا پروگرام چلتا رہے گا۔ کچھ دن اس طرح ہوا پھر جب کھانا دینے جاتا لڑکی دروازے پر کھانا لینے آ جاتی۔ گویا اب راہب کا احترام کرنے لگی تھی۔ پھر دروازے میں کھڑے کھڑے نصیحت کی باتیں ہوتی رہیں۔ چند دن گزرے تو دروازے کے اندر نصیحت ہونے لگی۔ پھر ایک دن وہ لڑکی بیمار ہوگئی تو راہب اس کی تیمارداری میں لگ گیا۔ اس تیمار داری میں شیطان نے ایسا کاری وار کیا کہ گناہ میں مبتلا کردیا۔ ایک دن چارپائی فالتو نہ تھی۔ ایک ہی چارپائی باقی تھی دونوں ایک ہی جگہ بیٹھ گئے اور گناہ میں ملوث ہو گئے۔ کچھ عرصہ گزرا تو وہ لڑکی حاملہ ہوگئی۔ حمل کی مدت پوری ہوئی بچہ ہوا تو راہب کو ڈر محسوس ہوا کہ اس کے بھائیوں کو پتہ چلے گا میرا تو کوئی ''بندوبست'' کردیں گے۔ شیطان نے نئی راہ دکھائی کہ بچے کو قتل کردیا جائے۔ بچے کے قتل پر عورت نے شور مچایا تو راہب نے اس عورت کا بھی کام تمام کردیا۔ پھر دونوں کو دفن کردیا بھائی جہاد سے واپس آئے تو انہیں بتایا کہ بیمار ہوکر مرگئی بے چاری بڑی نیک تھی۔ اب شیطان نے بھائیوں کے دل میں شبہ ڈال دیا کہ راہب نے لڑکی کو مار دیا ہے۔ شبے کی تصدیق کے لیے انہوں نے تفتیش کی اور سراغ مل گیا۔ قبر کو کھدوایا تو بات یقینی ثابت ہوگئی۔ بھائیوں نے راہب پر مقدمہ کردیا۔ مقدمہ چلنے کے بعد پھانسی کی سزا ہوئی۔ جب تختہ دار کے پاس لے گئے تو شیطان پھر آیا اور کہا کہ کلمہ کفر کہہ دو میں تمہیں چھڑوا لوں۔ راہب نے جان بچانے کے لیے سوچا کہ اس کی بات مان لیتا ہوں بچ گیا تو پھر کلمہ پڑھ لوں گا۔ جونہی اس نے شیطان کی اطاعت کی ادھر سے جلاد نے تختہ کھینچ دیا۔ ساری زندگی عبادت و پرہیزگاری سے بسر کرنے والا شخص بھی شیطان کے چنگل میں پھنس

Marfat.com

کر کافر ہو کر مر گیا۔ اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کی دعا مانگنی چاہیئے۔ یہ دعا کرنی چاہئے کہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں اب ابتداء میں شیطان نے معمولی سے گناہ میں پھنسایا جو بظاہر گناہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا اور پھر عبادت گزار راہب کو ایمان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ اس طرح معمولی معمولی باتوں سے شیطان عورتوں سے تعلقات بنواتا ہے اور پھر بڑے گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اس طرح دوسرے گناہوں کی بھی ابتداء پہلے بالکل چھوٹے سے گناہ سے کرواتا ہے جو بظاہر گناہ محسوس بھی نہیں ہوتا اس کے بعد بڑے بڑے گناہوں میں پھنسا دیتا ہے۔

جس کو برے اور فضول قسم کے دوست بنانے کی عادت ہو وہ کبھی نہ کبھی گمراہ ہو جائے گا اور جس کو ایسے دوستوں کا شوق اور عادت نہ ہو خواہ وہ کتنا ہی نالائق ہو سیدھی راہ پائے گا۔ کسی کا قول ہے کہ سانپوں کے بچے کبھی دوست نہیں بنتے۔ خواہ انہیں اپنے چلو سے دودھ پلاتے رہیں۔ یعنی برے دوست کو جب کبھی موقع ملے گا سانپ کے بچے کی طرح ضرور نقصان پہنچائے گا۔ اچھے دوست اور اچھی صحبت کی مثال عطر کی سی ہے کہ پاس بیٹھو گے تو خوشبو آئے گی اور برے دوست اور بری صحبت کی مثال بھٹی کی سی ہے اس کے پاس بیٹھنے سے دھواں ہی ملے گا۔ کپڑے بھی جلیں گے۔ یعنی ہر طرح سے نقصان ہی نقصان ہے۔

بری عورت پر کبھی اعتماد نہ کرے چاہے جتنی بوڑھی ہو جائے اور نفس پر بھی کبھی اعتماد نہ کرے خواہ کتنا ہی مزکی ہو جائے۔ عورت کی ہاں اور ناں پر اعتماد نہ کرے کیوں اس کی ہاں اور ناں کو بدلتے دیر نہیں لگتی۔ دولت خاموش رہ کر عورت کے دل پر وہ اثر کر دیتی ہے جو وعظ ونصیحت سے بھی نہیں ہوتا۔ عورت کی جو جتنی تعریف کرے گا وہ اسے پسند کرے گی۔ خواہ وہ گھر کا بھنگی ہی کیوں نہ ہو۔ عورت راز خود نہیں رکھ سکتی بلکہ حفاظت کے لیے دوسرے کے پاس رکھ دیتی ہے۔

حکیم لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ شیر کا تیرے پیچھے بھاگنا اتنا خطرناک نہیں جتنا تیرا قدم عورت کے پیچھے اٹھنا کیونکہ شیر اگر تیرے تک پہنچ گیا تو جسم ختم کرے گا۔ نامحرم عورت تیرے ایمان کو تباہ کر دے گی جس کی وجہ سے آخرت میں تو خسارہ ہی خسارہ میں رہے گا۔ دنیا میں بھی تو ذلیل ہو جائے گا۔

مفہوم حدیث ہے کہ جو نظر کی حفاظت کرتا ہے اسے عبادت میں حلاوت نصیب ہو جاتی ہے۔ اگر نظر کی حفاظت کریں تو کم مراقبہ سے بھی دل جاری ہو جائے گا لیکن اگر بدنظری

Marfat.com

کریں تو کئی گھنٹے کا مراقبہ بھی ایک نظر سے ضائع ہو جائے گا۔ بدنظری سے بچنا تصوف کی ابتداء ہے۔ عشق مجازی والے کا علاج یہ ہے کہ وہ اللہ والے کے پاس جائے تو اسے تریاق مل جائے گا۔

عشق مجازی کے علاج کا ایک واقعہ

کسی کی محبوبہ کو جلاب دے کر اس سے گند نکال دیا گیا اور ایک ڈبے میں جمع کرتے رہے۔ پھر عاشق کو دکھایا اور کہا کہ تیری محبوبہ سے یہی چیز الگ کی گئی ہے۔ یہ چیز اس کے اندر تھی تو وہ خوبصورت تھی تم اس پر عاشق تھے۔ اب کیوں اس کی طرف نہیں دیکھتے کیا اس کا حلیہ بگڑ نہیں گیا ہے۔ تمہاری محبوبہ میں سے سوائے بدبودار گند کے اور تو کوئی چیز نہیں الگ ہوئی اب کیوں نفرت کرتے ہو تم تو اسی گند کے عاشق تھے۔ فرمایا سمجھنے والوں کے لیے یہی نصیحت کافی ہے۔

تصور شیخ مختلف طبائع کے لیے مختلف ہے۔ سب کے لیے نہیں ہے جن پر صحبت شیخ کا غلبہ ہوتا ہے۔ انہیں خود بخود ہر وقت خیال رہتا ہے۔ وہ تصور میں ہی اپنے محبوب و شیخ سے باتیں کرتے ہیں اور صحبت کے لیے تڑپتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ خراب ہو جائے تو پورے اعضاء خراب ہو جاتے ہیں اور وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ وہ دل ہے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

دل کے مریض ہمیشہ خطرناک ہوتے ہیں۔ خواہ جسمانی مریض ہوں یا روحانی مریض ہوں۔ اس لیے ضروری ہے کہ دل کے امراض کا علاج کروائیں۔ حسد بغض تکبر، عجب، بدگمانی، غیبت وغیرہ گناہوں سے کس کو انکار ہے مگر ان کی اصلاح کی فکر نہیں ہے۔ سوچتے ہیں خود بخود اصلاح ہو جائے گی۔ اگر فکر نہ کی تو قیامت میں تو خود بخود اصلاح نہیں ہو گی۔ دل کی مثال زمین کی طرح ہے۔ اگر قرآن حدیث سے نہ سینچا جائے تو دل بنجر زمین کی طرح ہو جاتے ہیں۔ لمبا عرصہ دل سے غافل رہے تو یہ بگڑ جاتا ہے۔ بنتا ہے تو اہل اللہ کی صحبت سے اور قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی برکت سے۔ اگر دل بن گیا تو سمجھیں انسان بن جائے گا۔ اگر دل بگڑ گیا تو جسم تندرست ہونے کے باوجود انسان بگڑ جائے گا اور بے سکونی کی زندگی بسر کرے گا۔

Marfat.com

دل ایک ہے اور ایک ہی کے لیے ہے یہ نہیں کہ دو دل ہوں ایک اللہ کو دے دیا جائے اور دوسرا نفس و شیطان کو دیدیا جائے۔ بلکہ دل ایک ہی ہے اور ایک اللہ ہی کے لیے ہے۔ ایک آدمی حضرت حسن بصریؒ کے پاس آیا کہ آپ کی نصیحت کا دل پر اثر نہیں ہوتا۔ شاید دل سویا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا دل سویا ہوا نہیں بلکہ ایسا دل جو نصیحت سے اثر لینے والا نہ ہو دل مویا ہوا ہوتا ہے کیونکہ سوئے ہوئے کو تو جھنجھوڑ کر اٹھا سکتے ہیں لیکن مردہ نہیں اٹھتا۔

نوجوان جو لا الہ کی ضربیں لگاتے تھے، وہ اب کہاں نظر آتے ہیں۔ مال پیسے نے بندے کے دل کے لیے کلوروفارم کا کام کیا ہے۔ تلاوت نماز تسبیحات لیے ہوئے مدت گزر جاتی ہے اور انسان کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ میرا رابطہ اتنے عرصہ سے میرے پروردگار سے ٹوٹ گیا ہے۔ اس رابطہ کے جوڑنے کی کوئی فکر ہی نہیں ہوتی۔ مال و دولت کمانے کی فکر ہے۔ بیوی بچوں کی فکر ہے۔ خاندان کی فکر ہے مگر فکر نہیں ہے تو پروردگار عالم سے رابطہ رکھنے کی نہیں ہے۔ انسان اتنا اندھا ہو جاتا ہے کہ سب کو اہمیت دیتا ہے مگر جو سب سے اہم ہے اسی اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلقات خراب کیے پھرتا ہے مگر صد افسوس یہ ہے کہ اسے تعلقات کی خرابی کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ سینکڑوں دفعہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ مگر دل اور ضمیر ایسے مر چکے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا احساس بھی دل سے مٹ چکا ہوتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرتے ہی نہیں ہیں۔

اگر انسان اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تو شکر پیدا ہوگا۔ لوگ دنیا کے بارے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھتے ہیں اور دین کے بارے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھتے ہیں حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ دین میں اپنے سے زیادہ نیک کو دیکھیں تاکہ نیکی کا جذبہ پیدا ہو۔ جو جہاں کہیں ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے کیا ملا؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آنکھیں دیں اندھے کو دیکھیں جسے امی ابو کہتا ہے لیکن اسے دیکھ نہیں سکتا۔ ایک آدمی جا رہا تھا۔ سخت گرمی تھی پاؤں میں چپل نہ تھی۔ ننگے پاؤں چلنا پڑ رہا ہے۔ اتنے میں اس کی نظر ایک ایسے معذور آدمی پر پڑی جس کے پاؤں ہی نہیں تھے۔ بیساکھیوں کے سہارے چل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر دل میں ندامت محسوس ہوئی کہ میرے تو پاؤں سلامت ہیں پھر بھی شکوہ کر رہا ہوں۔ اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اعضاء تو سلامت دیئے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں کی قدر کرنی چاہئے۔

مکان والے کو چاہئے کہ انہیں دیکھے جو دربدر پھرتے ہیں اور کوئی مکان سر چھپانے کے لیے نہیں ہوتا۔ یہ بات سوچیں گے تو دل میں شکر کے جذبات پیدا ہوں گے۔ مفسرین نے

Marfat.com

فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین میں کمال درجے کا شکر ہے۔ نرم بستر، گرم کھانا اور آرام ملنے پر دل سے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ موت کے علاوہ سورۃ فاتحہ میں ہر چیز کا علاج ہے۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ ہماری تو ریح بند ہو جائے تو کہیں کے نہیں رہتے۔ اگر پیشاب بند ہو جائے تو میں نے پہلوانوں کو بھی روتے ہوئے دیکھا ہے۔ جس کا سانس اکھڑ جاتا ہے اور جنہیں دمے کی بیماری ہوتی ہے سوچیں کہ کتنی تکلیف میں ہوتے ہوں گے۔ گونگے سے پوچھیں کہ بولنے کی کیا قدر و قیمت ہے۔ نعمتیں چھننے سے پہلے ان کا احساس شکر پیدا کرلیں بہتر ہے۔

بعض اوقات سادہ باتوں میں بھی بہت نصیحت ہوتی ہے۔ ذرا غور کرنے کی بات ہے اگر غور وفکر نہ کریں تو بڑی بڑی باتوں اور واقعات سے بھی نصیحت حاصل نہیں ہوتی۔ اس لیے عبرت حاصل کرنے کے لیے غور وفکر ضروری ہے۔ گوجرانوالہ میں ایک آدمی کا بچہ ہوا۔ وہ بچہ بہت زیادہ روتا تھا۔ وجہ سمجھ نہیں آتی تھی۔ کہ بچہ روتا کیوں ہے۔ جب ڈاکٹروں نے چیک کیا تو پتہ چلا کہ اس کے پاخانے کا سوراخ نہیں ہے۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کر کے پاخانے کی جگہ بنائی لیکن مسلسل پاخانہ نکلتا رہتا تھا۔ وہ سوراخ بند نہیں ہوتا تھا۔ دنیا کے سارے ڈاکٹر مل کر بھی پاخانہ خارج ہونے کی جگہ نہیں بنا سکتے۔ انسان کی بے بسی اظہر من الشمس ہے۔ پھر یہ اکڑتا کس بات پر ہے۔ ہماری زندگی کا ہر ہر لمحہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے گزرنا چاہئے۔ الحمد للہ تو ہر وقت ہماری زبان پر جاری ہونا چاہئے۔ ہر نعمت پر الحمد للہ الحمد للہ ہی زبان سے نکلے ناشکری کے کلمات سے بچیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جب بندے کی پکڑ کرتے ہیں تو تگنی کا ناچ نچا دیتے ہیں۔ بڑے بڑے بول بولنے سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ ایک وکیل جو دہریہ بھی تھا اور بڑی باتیں بناتا تھا۔ بس اس کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ آ گئی۔ ایسی ابکائیاں آنے لگیں کہ اس میں پاخانہ نکلتا تھا۔ منہ کے راستے پاخانہ آنے لگا۔ بڑا تفصیلی واقعہ ہے لیکن مختصراً کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی ہی سخت ہے۔

آنکھیں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ اپنی نظر کی ہمیشہ حفاظت کرنی چاہئے۔ نظر کو بھٹکنے سے بچالیں نظر کسی غیر محرم پر مت ڈالیں ورنہ باطنی بصیرت چھین لی جائے گی۔ اس کے علاوہ گناہ معصیت کا سبب بھی بنتے ہیں۔ ہمارے ایک دوست ہیں۔ ان کو یہ بیماری لگی ہوئی ہے کہ آنکھوں کے پپوٹے اوپر کو اٹھ گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آنکھیں دھوئی جاتی ہیں لیکن پریشانی یہ ہوتی ہے کہ بار بار پانی ڈالنے سے آنکھوں میں زخم بن گئے ہیں۔

Marfat.com

آنکھیں بہت نازک چیز ہیں۔ آنکھوں کی پلکیں گرد و نواح کو تھوڑی دیر کے بعد صاف کرتی رہتی ہیں۔ جب کوئی آنکھ کی تکلیف ہوتی ہے تو پھر احساس ہوتا ہے کہ آنکھ کا پانی معمولی سی چیز ہے مگر کتنی اہم ہے۔ اس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ اگر ایک نعمت کی تفصیل میں چلے جائیں تو بیان نہیں کر سکتے۔ امریکہ کے فورڈ ویگن بنانے والے مالک نے اعلان کیا کہ اگر مجھے کوئی آدھی روٹی کھانے کے قابل بنا دے تو میں اسے اپنی آدھی دولت دے دوں گا۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ نعمت دے دیتے ہیں مگر استعمال کرنے سے روک دیتے ہیں کہ انسان نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر ترستا رہتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے ڈرتے رہیں۔

اگر کسی کے دانت میں درد ہو جائے تو کہے گا مذاق رہنے دو مجھے کوئی بات اچھی نہیں لگ رہی۔ ایک دفعہ رابعہ بصریؒ نے ایک نوجوان کو سر پر پٹی باندھے ہوئے دیکھا پوچھا یہ کیوں باندھی ہے تو اس نے کہا کہ سر میں درد ہے۔ کہنے لگیں کہ تو نے 30 سال صحت کی زندگی بسر کی شکر کی پٹی نہ باندھی ایک دن درد ہوا تو فوراً شکایت کی پی باندھ لی۔ بھائی بھائی کا شکر ادا نہیں کرتا، بیٹا باپ کو آنکھیں دکھاتا ہے اور بیوی کو کوئی چیز نہ ملے تو بس ناشکری کر جاتی ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے۔

"جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ رب تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا"

اگر انسانوں کا شکر ادا کرنا ہے تو جزاک اللہ خیرا کہو اور اگر اللہ کا شکر ادا کرنا ہے تو الحمدللہ کہو۔ اللہ تعالیٰ نے سب نعمتوں سے بڑھ کر ہمیں اسلام کی نعمت عطا کی ہے۔ اگر گناہگار بھی ہیں تو اکیلا ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دیں گے اور مہربانی کا معاملہ فرماتے ہوئے جنت میں داخل کریں گے۔ ہمیں تو ان دو جانی نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

آج یہ پختہ ارادہ کرلیں کہ شکر کی عادت اپنانی ہے۔ اگر مشق کریں گے تو عادت پڑ جائے گی۔ اگر شکر کرو گے تو ضرور بالضرور اور زیادہ دیں گے (القرآن الحکیم) اگر ہمیں کوئی پین بھی پکڑا دے تو شکریہ ادا کریں بلکہ چھوٹی سے چھوٹی بات پر شکریہ کہنے کی عادت ڈالیں تاکہ پھر یہ عادت پختہ ہو جائے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی جان نے مجھے بتایا کہ ایک گاؤں میں بوڑھے باپ نے بیٹے سے کہا کہ مجھے پیشاب کروا دو اس نے نہیں کروایا۔ پھر کہا کہ ایک گھونٹ پانی ہی پلا دو تو اس نے جوتے میں گندی نالی سے پانی ڈال کر اس کے منہ میں ڈال دیا۔ (استغفر اللہ)

Marfat.com

جو لوگ بچوں کو مسجد میں یا دینی مدارس میں جانے سے روکتے ہیں وہ بچے پھر دنیاوی، تعلیمی اداروں میں دنیا کی تعلیم تو پالیتے ہیں لیکن ماں باپ کی خدمت کرنے کے قابل نہیں ہوتے اور اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں۔

ایک بزرگ ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے نماز میں اتنا لمبا سجدہ کیا لوگوں نے کہا اتنا لمبا سجدہ؟ فرمایا کہ مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ گویا میں نے اللہ تعالیٰ کے قدموں میں سر رکھ دیا ہے۔ سر اٹھانے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ اللہ والوں کی یہ شان ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ادب سے بات کرنی بھی نہیں آتی۔

ایک دفعہ فیصل آباد ایک کارخانہ میں گیا۔ ایک فورمین سے پوچھا کیا حال ہے کہنے لگا کہ پہلے تو وہ (اللہ تعالیٰ) 5 منٹ میں سن لیتا تھا اب پتہ نہیں کہاں چلا گیا، اب تو میں نے نمازیں بھی پڑھنی چھوڑ دی ہیں۔ دیکھیں ہمارا کیا حال ہے۔ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے متعلق ادب سے بات بھی نہیں کرنا آتی۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ یہ سب بے ادبیاں اس لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار نہیں ہے۔

میرے شیخ کی عادت شریفہ تھی کہ سب کے درمیان بھی ٹوک دیتے حتیٰ کہ وعظ کے درمیان بھی ٹوک دیتے اس کی مثال مالی کی طرح ہے کہ اگر پودوں کی کانٹ چھانٹ نہ کرے تو کیسے بھلے لگتے ہیں۔ اگر شیخ چوک میں کھڑا کر کے جوتے مارے تو مخلص مرید جوتا اٹھا کر دے اور یہ بھی نہ پوچھے کہ کیوں مار رہے ہیں۔ مرید کی اسی طرح اصلاح ہے اور مرید کی "میں" اسی طرح مٹے گی یہ میں کاٹنا بہت مشکل کام ہے جو انسان بنتا ہے یا بنایا ہے وہ پتہ پاتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ گھر میں رو رہے تھے اور دعا کر رہے تھے اے اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ میرے مال میں سے بھی اسی طرح تصرف فرمائیں۔ جس طرح اپنے مال میں تصرف فرماتے ہیں۔ وہ سچے مرید تھے۔ دل کی التجا اللہ نے پوری فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈال دیا اور آپ حضرت ابوبکرؓ کے مال میں اس طرح تصرف فرماتے جس طرح اپنے مال میں تصرف فرمایا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ابوبکرؓ کے مال نے اتنا فائدہ دیا کہ اتنا کسی کے مال نے نہیں دیا۔

آج کل کے پیروں کی یہ حالت ہے کہ مریدوں کو پڑھاتے ہیں کہ پیر کی خدمت کرو اور پیسے دو ہم تمہیں آگے بخشوا دیں گے۔ ایک واقعہ بیان فرمایا حضرت ابوالحسن خرقانی کے

Marfat.com

پاس محمود غزنوی بیٹھے ہوئے تھے اور مال پیش کر رہے تھے۔ حضرت نے لینے سے انکار فرما دیا اور روٹی کے چند سوکھے لقمے جو آگے رکھے تھے وہ محمود غزنوی کو پیش کیے وہ ان کے گلے میں اٹکنے لگے تو انہوں نے پانی سے بڑی مشکل سے ان سوکھے ٹکڑوں کو حلق سے اتارا فرمایا جس طرح یہ سوکھے ٹکڑے تیرے گلے میں اٹک رہے ہیں اسی طرح یہ مال بھی میرے اندر اتر نہیں سکتا۔ محمود کو پھر بھی بات سمجھ نہ آئی۔ پھر اصرار کیا کہ مال رکھ لیں۔ حضرتؒ نے جلال میں آ کر تھیلی کو پکڑ کر نچوڑا تو خون نکلنے لگا۔ فرمایا کیا تو لوگوں کا چوسا ہوا خون مجھے پلانا چاہتا ہے۔ محمود نے یہ دیکھا تو آپ کے قدموں میں گر گیا اور معافی مانگنے لگا۔

حضرت خرقانیؒ کی خانقاہ میں مریدین صفائی میں لگے ہوئے تھے۔ ایک مرید حضرتؒ کی جوئیں نکال رہا تھا۔ اتنے میں محمود غزنوی آ گیا اور ایک آدمی دوڑا کہ حضرت کو بادشاہ کی آمد کی اطلاع دیں جو خادم جوئیں نکال رہا تھا اسے اشارہ کیا تو وہ ایک دم اچھل پڑا۔ حضرتؒ نے پوچھا کیا ہوا اس نے کہا بادشاہ آ رہا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا اوہو میں سمجھا کوئی بڑی جوں تیرے ہاتھ لگی ہے۔ ارشاد فرمایا وہ امیر اچھا جو فقیر کے دروازے پر ہو اور وہ فقیر برا جو امیر کے دروازے پر ہو۔

محمود غزنوی کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ بخشش کیسے ہوئی، کہا کہ ایک دفعہ میں حضرتؒ خرقانی کی خانقاہ کی مٹی کو برکت کے لیے چہرہ پر مل لیا تھا۔ اس کی برکت سے معافی ہو گئی۔ ایک اور آدمی تھا اس کی وفات کے بعد کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا کیسے بخشش ہوئی کہا کہ ایک دفعہ حضرت بایزیدؒ کو ولی سمجھ کر چہرے پر نظر ڈالی تھی۔ تو اس عمل کی وجہ سے بخشش ہو گئی۔ حضرت کبھی مٹی پر نماز پڑھ لیتے اور ایسے ہی مٹی لگی ہوئی مریدین میں آ جاتے اور کچھ پرواہ نہ کرتے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ یہ عاجزی اولیاء اللہ کی خاص نشانی ہے۔

ایک دنیا دار پیر تھا۔ ایک مرید اس کے پاس آیا اور خواب بیان کیا۔ مرید نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ پیر کے ہاتھ پر شہد لگا ہوا ہے اور مرید کے ہاتھ پر گند لگا ہوا ہے۔ پیر نے کہا کہ بالکل سچا خواب دیکھا ہے کہا ہم تو اللہ والے ہیں اور تم دنیا کے کتے ہو مرید نے کہا ذرا آگے بھی تو سنئے کہ آپ میرا ہاتھ چاٹ رہے ہیں اور میں آپ کا ہاتھ چاٹ رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا اس پیر کا مرید تو سچی طلب والا تھا اور خواب بھی سچا تھا۔ پیر کی نظر مرید کے مال پر تھی۔ یہ حرص اور لالچ ایسی بلا ہے کہ انسان کی روحانیت کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیتی ہے۔

مفہوم حدیث ہے کہ پانچ کی پانچ سے پہلے قدر کرو۔ زندگی کی قدر موت سے

Marfat.com

پہلے۔ جوانی کی قدر بڑھاپے سے پہلے۔ مال کی قدر غربت سے پہلے۔ فرصت کی قدر کرو مشغولی سے پہلے۔ صحت کی قدر کرو بیماری سے پہلے۔ جن لوگوں نے اعتکاف کیا ہے اس بات کی تصدیق کریں گے کہ 9 دن گزرتے دیر نہیں لگی صرف یہی نہیں بلکہ انسان کی زندگی بھی اس طرح گزر جاتی ہے۔ صحت ایسی نعمت ہے کہ جس کے ملنے پر کئی اور نعمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ بیماری بھی ایک نعمت ہے۔ یہ درجات کو بڑھاتی ہے لیکن اگر ناشکری کریں اور اعمال چھوٹ جائیں تو وہ بیماری وبال جان بن جاتی ہے۔ بیماری میں بھی زبان پر شکر اور اعمال محفوظ ہوں تو یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

بندے کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ اس پر اجر ملتا ہے۔ حدیث شریف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھی۔ حضرت عائشہؓ حیران ہو کر پوچھنے لگیں کہ یہ آیت تو بڑی مصیبت اور غم پر پڑھی جاتی ہے۔ فرمایا چراغ کا بجھ جانا بھی مومن کے لیے مصیبت ہے اور اس پر اجر ملتا ہے۔ اس سے اندازہ کریں کہ بڑی مصیبتوں کا کتنا زیادہ اجر ملے گا۔ بیماری کے زمانے میں جو اعمال چھوٹ جاتے ہیں تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ صحت کے زمانے کے اعمال کے برابر لکھتے رہو۔ تکلیف کف وجہ سے جو آواز نکلتی ہے اس پر فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ ہر آواز اور آہ پر سبحان اللہ اور الحمد للہ لکھتے رہو۔

جو بیماری رحمت بن کر آئے اس میں سکون ہو اور اعمال کا ناغہ بھی نہ ہو، بے چینی بھی نہ ہو تو یہ رحمت ہے۔ بعض دفعہ انسان برے اعمال کرتا ہے۔ پھر ان کو بھول جاتا ہے۔ چنانچہ اس پر کوئی مصیبت بھیج دیتے ہیں اور اس مصیبت کو بہانہ بنا کر بخش دیتے ہیں۔ آدمی بعض خاص مقامات حاصل کرنے کے لیے دعا کرتا ہے اور اس میں اتنی استطاعت نہیں ہوتی کہ وہ مقام حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ کوئی پریشانی کوئی مصیبت بھیج دیتے ہیں کہ وہ قرب کی ان منازل کو پہنچ جائے۔

بعض اوقات بیماری کی وجہ سے انسان کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح موسم خزاں میں درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں ہم تو کمزور لوگ ہیں۔ ہم صحت والی رحمت مانگتے ہیں کیونکہ بیماری والی دہری رحمت برداشت نہیں کر سکتے۔ حضرت ایوبؑ کے جگہ جگہ زخم ہو گئے تھے اور ان میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ اگر کوئی کیڑا نیچے گر جاتا تو کیڑے کو اٹھا کر جسم میں رکھ لیتے کہ تیری غذا تو میرے جسم میں ہے۔ صحت کے بعد کسی نے پوچھا کہ آپ کی زندگی کا بہترین دور کونسا تھا۔ فرمایا وہ وقت جب کہ بیمار تھا اور یہ عالم ہوتا تھا کہ صبح کو بھی، اللہ

Marfat.com

تعالیٰ میری مزاج پرسی فرماتے اور شام کو بھی مزاج پرسی فرماتے۔ اس پوچھنے کی لذت اب تک نہیں بھول سکی۔ اللہ رب العزت کا مزاج پرسی کرنا میرے لیے سکون کا باعث تھا۔

الحمد للہ! ایسے نوجوان ہیں جو کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں اور تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کر رکھی ہے۔ اپنی نظر کی حفاظت کرتے ہیں۔ ایک بندہ گھر میں رہ کر کہے کہ میں غیر محرم کو نہیں دیکھتا تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ وہ شخص جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہے، اور ان کی طرف سے تکلیف ملنے پر صبر کرتا ہے۔ وہ اس شخص سے بہتر ہے جو سب سے کٹ کر تنہا زندگی گزارتا ہے۔ باہر ہجوم میں نکل کر اللہ کی حدود کا خیال رکھا جائے، نظر کی حفاظت کی جائے، شریعت کا لحاظ رکھا جائے تب بات بنتی ہے۔ سنت عمل یہ ہے کہ ہر عمل کے بعد استغفار کرے۔ اعمل و استغفر عمل بھی کرو اور استغفار بھی کرو کیونکہ اگر نیک عمل میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو وہ پوری وہ جائے گی اور عمل قبول ہو جائے گا اور برا عمل ہو تو اللہ تعالیٰ توبہ کی برکت سے بخش دیں گے۔

نماز کے اختتام پر اللہ اکبر اور استغفر اللہ تین دفعہ کہے تو نماز کی کمی دور کر دی جاتی ہے۔ ایک مار کا ڈر ہوتا ہے ایک خشیت ہوتی ہے۔ خشیت ایسا خوف ہوتا ہے کہ جو شخص جتنا اللہ تعالیٰ کی عظمتوں سے واقف ہو جاتا ہے اتنا ڈر زیادہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بادل کے آجانے پر بھی ڈرتے تھے کیونکہ پہلے اس طرح بادلوں سے پتھروں کی بارش ہو جایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ بیان فرمایا کہ ایک محدث درس دے رہے تھے۔ اوپر سے بادل گزرا تو خاموش ہو گئے۔ شاگردوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا مجھے خوف ہوا کہ کہیں اس سے پتھروں کی بارش نہ شروع ہو جائے۔

بزرگ ساری رات عبادت کرتے لیکن صبح کو استغفار کرتے اور کہتے کہ ہم نے عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ حضرت امام اعظمؒ ساری رات عبادت کرتے اور صبح اپنی داڑھی پکڑ کر فرماتے اللہ ابو حنیفہؒ تیرا مجرم ہے اس سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی موت کے بعد ان کے پڑوسی کے بچے نے اپنے ابا سے پوچھا وہ ستون جو چھت پر ہوا کرتا تھا وہ کہاں چلا گیا؟

باپ نے بتایا کہ وہ اعظم اعظمؒ تھے جو ساری رات کھڑے عبادت میں گزار دیتے تھے وہ تو اب وفات پا گئے ہیں۔ اب تو وہ ستون قیامت نہیں دیکھے گا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی خشیت مانگا کریں جس سے انسان گناہ سے رک جائے ہم تو

Marfat.com

گناہ کو مکھی کی طرح سمجھتے ہیں بس ہاتھ مارا اڑا دی۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہے کیونکہ نافرمانی نافرمانی ہی ہوتی ہے خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو۔ ہمارے دلوں میں خشیت اس لیے پیدا نہیں ہوتی کیونکہ دل پر گناہوں کی چادر چڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ بعض اوقات معمولی غلطی پر انسان کی پکڑ ہو جاتی ہے اس لیے ہم کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہنا چاہیے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ کو بلا بھیجا۔ حضرت حذیفہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے نام بتا دیئے تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا مجھے ایسا علم ملا ہے کہ بتاؤں تو گلوں پر چھری پھر جائے پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آپ سے منافقین کے نام نہیں پوچھتا لیکن اتنا بتا دو کہ ان میں عمرؓ کا نام تو نہیں ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ آہ وزاری کرتے رہنا چاہیے کہ ہمیں نیکی اور پرہیز گاری کی نعمتیں مل جائیں۔ اعتکاف کرنے کے باوجود بھی ہماری بخشش نہ ہوئی۔

تو افسوس کرنا چاہیے۔ اعتکاف کرنے والوں کو یقین ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر مل جائے گی۔ اگر اعتکاف میں بھی ہم نے لایعنی کام نہ چھوڑے تو پھر ہمارا کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس اتنے شاگرد ہوتے تھے کہ ایک دفعہ دواتیں گننے لگے تو 40 ہزار دواتیں تھیں۔ ایک مجمع میں 1200 مکبرین کو گنا گیا۔ گویا 1200 ہارن فٹ گئے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود بوقت موت اشارہ کر کے فرمایا کہ مجھے مٹی پر لٹا دو شاگردوں نے پہلے توقف کیا مگر بعد میں لٹا دیا تو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اپنے رخسار کو زمین پر رگڑنے لگے اور بار بار فرمانے لگے اے اللہ عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما دے اے اللہ رحم فرما دے۔

ہماری مثال تو ایسی ہے جیسے کسی کے پاس پونجی کم ہو اور اسے سامان زیادہ خریدنا ہو۔ شیطان کوشش کرتا ہے کہ ہمیں لایعنی باتوں میں مصروف کر دے اور واپسی کے گھر جانے کی تیاری میں سستی اور غفلت کرائے۔ ہمیشہ کام کرتے وقت بات کرتے وقت یہ سوچیں کہ یہ کام یہ بات قبر حشر میں ہمارے کام آئے گی۔ اگر دل کہے کہ کام نہیں آئے گی تو اسے چھوڑ دیں۔ اگر آخرت میں معافی کے بغیر چلے گئے تو اپنے پیر و مرشد کے سامنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔

سلف صالحین چالیس سال کی عمر ہونے پر بستر لپیٹ دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اتنی عمر گزرنے کے بعد ہمیں رب تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ ٹانگیں پھیلا کر سوئے رہیں۔ سلف صالحین وقت گزرنے کے ساتھ عبادت کا وقت اور بڑھا دیا کرتے تھے۔ ایک بزرگ نے اپنے

Marfat.com

بیٹے کو بلا کر نصیحت کی کہ اس گھر کے فلاں کونے میں گناہ نہ کرنا کیونکہ اس میں میں نے 6 ہزار دفعہ قرآن ختم کیا ہے۔ تن آسان شخص تو دنیا میں بھی کامیاب نہیں ہوتا بھلا وہ آخرت میں کیسے کامیاب ہوسکتا ہے۔ ہمارے پیر و مرشد فرمایا کرتے تھے کہ اتنی عبادت کرو خالق اور مخلوق کو تم پر رحم آنے لگ جائے انگریزی زبان کا ایک مقولہ ہے کہ دوست کے گھر راستہ لمبا نہیں ہوا کرتا۔ ہر انسان کے کچھ کام اپنی ذات کے لیے ہوتے ہیں اور کچھ دوسروں کے لیے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے مصلیٰ، تسبیح، مراقبہ کو ہی کافی نہیں سمجھتے بلکہ دوسروں کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں یہ بھی بڑی بات ہوتی ہے۔ آج کسی کے پاس بیٹھ کر دیکھو چند دن بعد توبہ توبہ کرنے لگو گے۔ مقولہ ہے۔ برتن میں جو چیز ہوتی ہے اس کو انڈیل جائے تو وہی چیز باہر آئے گی جو اس کے اندر ہوگی۔

کسی کو کچھ دیر کے لیے تو دھوکہ دے سکتے ہیں یا کچھ لوگوں کو کچھ دیر کے لیے دھوکا دے سکتے ہیں لیکن سب لوگوں کو ہمیشہ کے لیے دھوکہ نہیں دے سکتے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آخرت کی پیشی کی فکر ہمیشہ دامن گیر رہے۔ انسان گناہ اس وقت کرتا ہے۔ جب آخرت سے بے فکر ہو جاتا ہے۔ صحابہؓ کرام کو ہر وقت آخرت کی فکر لگی رہتی تھی۔ وہ کسی مشیخیت کا اندازہ لگانے کے لیے اس کی دنیا دیکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے سامنے کسی کی تعریف کی گئی فرمایا کیا تو نے اس کے ساتھ سفر کیا ہے کاروبار کیا ہے جواب دیا نہیں فرمایا شاید تم نے اسے مسجد سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا کیونکہ مسجد میں تو سبھی نیک نظر آتے ہیں۔ انسان کی اصلیت کا اندازہ تو دنیا کے کاموں سے چلتا ہے۔ کہ وہ دنیا کے کاموں میں دین کا کتنا خیال رکھتا ہے۔

ماں باپ سے بیٹے کی بات پوچھ لیں بہن سے بھائی کی بات پوچھ لیں۔ بیوی سے خاوند کی بات پوچھ لیں بچاری کے آنسو پر گریں گے۔ مگر آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ آج تو یہ حال ہے کہ جس کے اوپر احسان کر دو تو وہ دشمن بن جائے گا۔ ہماری توقعات تو یہ ہیں کہ ساری دنیا ہمارے حقوق پورے کردے لیکن ہم دوسروں کے حقوق پورے کرنے کی فکر نہیں کرتے۔ آج تو یہ حال ہے کہ جتنا قریب ہے۔ اسے شریک بلکہ دشمن خیال کرتے ہیں یہ عجیب منطق ہے کہ جو جتنا قریب ہے وہ اتنا ہی متنفر ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ ہم خودغرضی اور مفاد پرستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اللہ والے تو دشمنوں کے دل بھی تنگ نہیں کرتے تمہیں یہ حق کس نے دیا کہ دوستوں سے ہی برسر پیکار ہو جاؤ۔

تسبیح کرنا اور مصلیٰ پر بیٹھنا عبادت کا ایک حصہ ہے۔ پوری عبادت نہیں ہے۔ انسان کی

Marfat.com

اصل آزمائش تو دوسروں سے سلوک کرنے کے وقت ہوتی ہے۔ مسلمان کی پوری زندگی ہی عبادت ہونی چاہئے۔ مسلمان اگر ہر کام اتباع سنت کے مطابق کرے اور رضائے الٰہی کے لیے کرے تو یہ سب کچھ عبادت بن جائے گا۔ قیامت میں ایک بندہ ڈھیروں نیکیاں لے کر آئے گا۔ لیکن لوگوں کے ساتھ جو برائیاں کی ہوں گی تو لوگوں کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی۔ اور وہ خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ اس طرح جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا۔ اگر ہمیں ہر معاملہ میں آخرت کی فکر ہو تو ہم یہ ظلم و زیادتی نہ کریں۔ آخرت سے غفلت تمام گناہوں کی بنیاد بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ہر معاملہ میں ہو تو زندگی اس دنیا میں بھی جنت کا نمونہ بن جائے گی۔

اللہ والوں کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ انسان تو کیا وہ جانوروں کے بھی حقوق ادا کرتے ہیں۔ دوسروں کے حقوق ادا کرتا رہے اور خود بہتر سلوک کی توقع نہ رکھے۔ یہی مومن کی نشانی ہے۔ دوسروں کا فائدہ سوچنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا پیارا کام ہے۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ ایک واقعہ بیان فرمایا حضرت خواجہ باقی باللہؒ نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ایک ٹھٹھری ہوئی بلی آپ کے کمبل میں لپٹی ہے تو بقیہ ساری رات ایسے مصلے پر ہی بیٹھے رہے کیونکہ آپ کا یہ معمول تھا کہ دو نیندوں کے درمیان اٹھ کر نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔ یہی سنت بھی ہے۔ جو لوگ جانوروں کا اتنا خیال رکھتے ہوں وہ انسانوں کا کتنا خیال رکھتے ہوں گے۔ حضرت عمرؓ بن عاص فاتح مصر کے خیمے میں کبوتر نے گھونسلہ بنا لیا تھا۔ آپؓ نے خیمہ یونہی چھوڑ دیا تاکہ کبوتر کو تکلیف نہ ہو۔ اسی جگہ پھر ایک شہر فسطاط کے نام سے آباد ہو گیا جو جانوروں پر اتنا مہربان ہو انسانوں کا کیسا خیر خواہ ہوگا۔

حضرت مولانا رومؒ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک کتا سویا ہوا تھا۔ آپ اس وقت تک کھڑے رہے جب تک وہ کتا نیند پوری کرتا رہا جب کتا سو کر اٹھا اور اس نے راستہ چھوڑا تو آپ گزرے۔ پھر آپ نے مثنوی لکھی۔

جن کے متعلق کہنے والوں نے کہا نیست پیغمبر وے دارد کتاب۔

جو شخص دوسرے کے عذروں کو جتنی جلدی قبول کر لیتا ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اتنی جلدی اس کے عذروں کو قبول کرے گا۔ پھلدار درختوں کو بھی اگر پتھر ماریں تو بدلے میں وہ پھل دیتے ہیں۔ ہم سے تو درخت اچھے ہیں۔ جس ہتھیلی نے پھول کو مسل دیا پھول نے اس ہتھیلی کو بھی خوشبودار بنا دیا۔ اگر ان چیزوں میں ایسا اخلاق ہے تو انسان کا مرتبہ تو بہت اونچا ہے ہمیں تو اس سے آگے بڑھ جانے کی ضرورت ہے مجھے یہ مثال بڑی اچھی لگتی ہے کہ ایسے

Marfat.com

انسان سے گند اور گوبر جس فصل میں ڈال دیا جائے یہ اسے فائدہ پہنچاتا ہے۔ اگر ہم اپنے ساتھیوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو ہم سے یہ گوبر کتنا اچھا ہے جو فصل کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

ایک بزرگ نے اپنی بیوی کے ساتھ بہت اچھا معاملہ کیا لیکن بیوی نے ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے سب اعمال ضائع کردیئے۔ ناشکری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بہت بڑا گناہ ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کاموں سے بچیں۔ عورت کے ساتھ جو جتنا اچھا سلوک کرے عموماً ناشکری بنی رہے گی۔ حالانکہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر ایک دوسرے کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ عورتوں کی اس خرابی کی یہ بھی وجہ ہے کہ ہم انہی صحیح تعلیم کے مواقع فراہم نہیں کرتے۔ تعلیم و تربیت کے بغیر انسان وحیوان میں بہت کم فرق رہ جاتا ہے۔ عورت خاوند کی زندگی میں اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتی لیکن جب خاوند وفات پا جائے تو کہتی ہے میرے سر پر میرا سائیں جو نہ ہوا اس لیے لوگ میرے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔ اے عورت تیرا خاوند تیری جنت کا دروازہ ہے۔ چاہے تو اسے کھول لے چاہے تو اسے بند کرے۔ یہ اختیار تیرے پاس ہے۔ جس طرح سے چاہے کرے۔

جو نیک عورت نیک اعمال کرنے والی ہو اور خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہو تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ ایک بیوی اپنے بزرگ خاوند سے اچھا سلوک نہیں کرتی تھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ کوئی ایسی چیز عطا فرمادے تاکہ میری بیوی کو معلوم ہو اور یہ کچھ قدر کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پرواز عطا کردی۔ وہ اڑ کر گھر کے اوپر سے گزرے بیوی نے دیکھا لیکن پہچان نہ سکی پھر جب وہ بزرگ گھر واپس آئے تو بیوی کہنے لگی بزرگ بنا پھرتا ہے۔ بزرگ تو وہ تھا جو اڑ کر گزرا تھا۔ بزرگ بولے نیک بخت وہ میں تو تھا۔ فوراً کہنے لگی تبھی ٹیڑھے میڑھے اڑ رہے تھے۔ ہم نے اصل میں عورتوں کی تعلیم کا کوئی بندوبست صحیح طور پر کیا ہی نہیں۔ مردوں کو تو مولوی صاحب نے یا تبلیغ کرنے والوں نے یا کسی پیر صاحب نے دین کی راہ دکھا دی لیکن عورتیں کیسے درست ہوں۔ ان کی کیسے اصلاح ہو۔ انہیں تو ایسا کوئی ماحول ہی میسر نہیں ہوتا اور نہ ہم ان کے لیے نمونہ بنتے ہیں۔ اس میں ان کا بھی کیا قصور ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بنگال کے دورہ پر گئے، آپ کے ہاتھوں سات لاکھ مسلمان ہوئے اور 80 لاکھ بیعت ہوئے۔ حضرتؒ جب دورے سے واپس گھر آئے اور والدہ

Marfat.com

کو بتایا کہ میرے ہاتھوں اتنے اتنے لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے اتنے خوش نظر آ رہے تھے۔ ماں نے فرمایا اس میں میرا بھی حصہ ہے۔ میں نے تجھے کبھی بغیر وضو کے دودھ نہیں پلایا تھا۔ یہ اس کا اثر ہے۔ آج یہ حالت ہوگئی ہے کہ بہت سی مائیں تو اپنا دودھ پلاتی ہی نہیں ہیں اور اگر پلاتی ہیں تو پورا تقویٰ وطہارت کا اہتمام نہیں کرتیں۔ بعض مائیں جس وقت ٹی وی اور وی سی آر دیکھتی ہیں، ساتھ ہی بچوں کو دودھ پلا رہی ہوتی ہیں۔ جو مائیں ٹی وی دیکھتے ہوئے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں بھلا وہ بایزیدؒ بسطامی، مجدد الف ثانیؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کیسے پیدا کر سکتی ہیں۔ باوضورہ کر کام کرنے کی بہت برکات ہوتی ہیں۔

ایک بزرگ کا دریائے دجلہ سے چندقدم دور وضوٹوٹ گیا وہیں تیمّم کر لیا پوچھنے پر فرمایا کہ مجھے کوئی بھروسہ نہیں کہ دریا کے پانی کے پہنچنے تک زندہ رہوں گا یانہیں، اللہ والوں کو ہر وقت اپنی آخرت کی فکر لگی رہتی ہے۔ وہ ہر وقت موت کے لیے تیار رہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے محبوب رب تعالیٰ سے ملنے کے لیے بے تاب ہوتے ہیں۔ ہمیں تو پرانے بزرگوں کی باتیں اچھی لگتی ہیں اور ہمیں اس پر فخر ہے۔ بزرگوں کی باتوں میں بھی نور ہوتا ہے بلکہ حضرت حکیم الامت نے فرمایا بزرگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی نور دلوں میں بھر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کی 21 پشتوں کے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کے قصہ کے ضمن میں فرمایا گیا ہے کہ دو یتیم بچوں کی یہ دیوار تھی اس لیے اس کے بنانے کا حکم دیا کیونکہ ان کے باپ نیک تھے۔

زندگی ایک مہلت ہے جس نے اس مہلت کی قدر کی وہ کامیاب ہوا۔ سلف صالحین وقت کو خرچ کرنے میں ایسا معاملہ کرتے تھے جیسا کوئی کنجوس کرتا ہے۔ جس طرح کوئی کنجوس شخص پیسے کو وہاں خرچ کرتا ہے جہاں زیادہ فائدے کی امید ہو اس طرح سلف صالحین اپنے ایک ایک لمحے کو ایسی عبادت میں گزارتے جس میں اجر زیادہ ہو۔ ان کا کوئی لمحہ لایعنی باتوں میں نہیں گزرتا تھا۔ وہ لوگ اپنی زندگی بسر کرتے تھے کہ فرشتے ورطہ حیرت میں پڑ جاتے تھے۔ ان بزرگوں کے ساتھ بھی نفس وشیطان لگے ہوتے تھے۔ لیکن وہ ان پر قابو پا کر تقویٰ و پرہیز گاری کی زندگی بسر کرتے تھے۔ لوگ اللہ والوں کی زندگیوں پر حیران ہوتے ہیں حالانکہ حیرانگی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ بیچ دیا ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے غلاموں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے ہر وقت اللہ کو اپنے سامنے موجود سمجھتے تھے۔ یہی سمجھتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور بیٹھے ہیں۔

Marfat.com

ایک باریش باخدا آدمی سے کسی نے پوچھا آپ کی عمر کتنی ہے؟ اس نے جواب دیا یہی دس بارہ سال ہوگی۔ سننے والا حیران رہ گیا۔ فرمایا اس بات پر حیران ہونے کی ضرورت نہیں یہی عمر ہے جس میں میں نے اپنے رب سے صلح کی ہے یہی زندگی پہلے تو شرمندگی تھی۔ جو زندگی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں گزرے وہی اصل زندگی ہے۔ جو وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزرے اس پر جو افسوس ہوگا وہ جنت میں بھی پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ مفہوم حدیث ہے جنت میں بھی ان لمحات پر افسوس ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر دنیا میں گزارے ہوں گے۔ اس لیے انتہائی ضروری ہے کہ ہم ہر وقت اللہ کی یاد میں زندگی بسر کریں بزرگ نصیحت بھی وصیت کے رنگ میں کرتے ہیں۔ وہ تقریر دل پذیر نہیں کیا کرتے بلکہ درد دل سے بات کیا کرتے ہیں جو دل سے بات نکلتی ہے پھر دل پر جا کر اثر کرتی ہے۔

کل افسوس بھی کریں گے تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو وہ بھولا ہوا نہیں کہلاتا۔ جو زندگی میں موت سے پہلے پہلے توبہ کر لیتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں۔ اس لیے ہمیں جلد سے جلد توبہ کر کے خوش نصیب بن جانا چاہئے۔ اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پھر بڑی مشکل سے موقع ملے گا۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں بعض لوگ ایسی توبہ کرتے ہیں کہ اگر وہ توبہ شہر بھر میں تقسیم کر دی جائے تو پورے شہر کے گناہگاروں کی بخشش ہو جائے ایسی توبہ النصوح ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو رحم آ جائے۔

موت سے پہلے پہلے کم از کم ایسا چہرہ تو بنالو کہ بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے کے قابل ہو جائے اگر چہرہ ہی سنت کے مطابق نہ بن سکا تو بقیہ زندگی کو کیسے سنت کے سانچے میں ڈھالیں گے۔ انسان آج کل، آج کل کرتا جاتا ہے اور لینے والے پہنچ جاتے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے تھے کہ انسان کے کفن کا کپڑا بازار میں پہنچ جاتا ہے اور وہ غافل پھر رہا ہوتا ہے۔ ہمیں ہر وقت اپنی قبر آخرت کی فکر کی تیاری کرنی لازمی ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے غافل ہوگئے اور اللہ تعالیٰ سے تعلقات خراب کر لیے پھر سوچیں ہم تعلقات کس سے بنانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے ہم شاندار بنگلوں میں بھی خوش نہیں رہ سکتے۔ جسے شک ہو وہ ذرا غافل امراء کی زندگی کا نظارہ کرے۔

وہ جوان کہاں ہیں جو ساری رات عبادت کرتے اور صبح استغفار اس طرح کرتے جیسے وہ رات بھر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ ایسے جوانوں کی دعائیں قبول ہوتی تھیں ایسے جوان ہاتھ اٹھاتے تھے اور لوگوں کی زندگیاں بدل دیتے تھے۔ وہ جوان دنیا سے

Marfat.com

محبت نہیں کرتے تھے۔ دنیا ایک پُل کی طرح ہے کوئی عقل مند پُل پر گھر نہیں بنایا کرتا۔ سلف صالحین کسی گناہ کو چھوٹا نہیں سمجھتے تھے ارشاد فرمایا ہمارے آخرت میں دو پیپر ہوں گے۔ ایک ''اے'' پیپر قبر میں ہوگا اور دوسرا ''بی'' پیپر آخرت میں ہوگا اور وہ بھی لیک آؤٹ کردیا گیا ہے۔ قبر میں تو یہ پیپر ہوگا کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟

علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے ضلال (گمراہی) ہوا کرتا ہے۔

زرپرستی، زن پرستی، شہوت رستی، یہ خدا پرستی نہ ہوئی یہ تو نفس پرستی ہوگئی۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ (القرآن)

بہت کچھ جان لینے پر کوئی بخشش نہیں ہوگی۔ جان لینا اور بات ہے اور مان لینا اور بات ہے جو سگریٹ نوشی کرتا ہے وہ دوسروں کو نصیحت بھی کرتا ہے کہ مُضر ہے کمپنی بھی لکھتی ہے کہ مضرِ صحت ہے معلوم یہ ہوا کہ مضرِ صحت ہونے کا علم گو ہے مگر سگریٹ نوشی نے جڑ پکڑ لی ہے اس کو چھوڑنا مشکل ہو رہا ہے۔ یہ علم کے باوجود گمراہ ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ چیز ہمارے لیے نقصان دہ ہے۔ پھر بھی اس کو اختیار کیے ہوئے ہے۔

نامحرم پر نظر ڈالنا اللہ تعالیٰ کے غصے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لیے اس گناہ سے بالکل بچنے کی کوشش کریں۔ معمولی شرمندگی سے بچنے کے لیے جھوٹ بولے دیتے ہیں بلکہ بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ بلا وجہ ہی مذاق کے طور پر جھوٹ بولتے پھرتے ہیں۔ علم کے حاصل کرنے والے مغرور نہ ہوجانا جب تک اس میں خلوص پیدا نہ ہو جب تک تواضع پیدا نہ ہوجائے علم بہت کم فائدہ مند ہوا کرتا ہے۔ علم کا تکبر وغرور بہت ہی باریک راستہ سے آتا ہے کہ انسان کو اس کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ جب تک کوئی رہبر و مرشد رہنمائی نہ کرے اس وقت تک علم کے تکبر سے بچنا بہت مشکل ہے۔

حضرت بایزیدؒ کو ان کی ماں نے دوسرے شہر تعلیم کے لیے بھیجا وہاں کچھ دیر تعلیم حاصل کی گھر کی محبت اور ماں کی محبت کی خاطر چھٹی لے کر آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ماں نے پوچھا کون ہے کہا بایزید ہوں اندر ہی سے ماں نے کہا تم کون سے بایزید ہو؟ میرا بایزید تو ''تعلیم'' حاصل کرنے کے لیے گیا ہوا ہے بس وہیں سے لوٹ گئے اور اس وقت واپس ہوئے جب عالم بن چکے تھے۔ ماں نے یہ جدائی دین کی خدمت کے جذبے سے برداشت کی کیونکہ اگر بچہ شروع ہی سے بن جائے تو بعد میں بڑی آزمائش میں نہیں پڑنا۔ جس گھر میں باپ نصیحت کرے اور جھڑکے لیکن ماں جھڑکنے نہ دیتی ہو تو اس گھر میں کبھی تربیت نہیں ہو

Marfat.com

سکتی۔ تربیت کے لیے دب کر رہنا ضروری ہے۔ ورنہ ادب نہیں سیکھ سکتے۔ جو مائیں تربیت درست انداز سے کرتی ہیں وہ پیار بھی بہت کرتی ہیں اور شیرنی کی آنکھ سے بھی دیکھتی ہیں۔ ابتدائی تربیت میں بچوں کو شروع میں واقعات، کہانیاں سنائی جاتی ہیں اور تھوڑی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی فطری طریقہ تعلیم ہے۔ معصوم بچے پر ایک دم زیادہ بوجھ ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ مومن مائیں مومن بچے پیدا کرتی ہیں۔

تہجد کے وقت فرشتے ندا کرتے ہیں کہ ہے کوئی سوال کرنے والا جس کو عطا کیا جائے۔ بندہ اگر دعا مانگے اور دل کا تار اللہ تعالیٰ سے جوڑے بڑی توجہ سے اور دل کھول کر مانگے، مانگ مانگ کر تھک جائے۔ تھک تھک کر بھی پھر مانگے جب تھک کر مانگتا ہے تو پھر دعا قبول ہو جاتی ہے۔ مالی کا کام ہے کہ وہ پانی کی مشکیں بھر بھر کر باغ کو دے اور یہ مالک حقیقی کا کام ہے کہ پھل اور پھول لگائے یا نہ لگائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنا کام کرتے رہیں۔ ہم دعا مانگتے رہیں اگر نہیں مانگیں گے تو پھر نقصان اپنا ہی ہوگا۔

حضرت رابعہ بصریہؒ تہجد کے وقت یہ دعا مانگتیں کہ اے اللہ دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے ہیں اب تیرا ہی در کھلا ہے اور تجھی سے مانگتی ہوں۔ اپنے آپ کو مٹا دینا عاجزی و انکساری کرنا یہ چیز بھی قسمت والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جس شاخ پر زیادہ پھل ہوتے ہیں وہ زیادہ جھکی ہوتی ہے۔ تواضع والا بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ متکبر کی دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے۔

دعا حسن ظن سے مانگے۔ ایک واقعہ ارشاد فرمایا ایک دفعہ کہیں قحط پڑا ایک غلام کو دیکھا کہ خوشگوار تروتازہ چہرہ ہے۔ کوئی فکر نہیں ہے ایک فقیر نے وجہ پوچھی غلام نے کہا مجھے قحط کی کیا پرواہ ہے میرا آقا بڑا مالدار ہے۔ اس فقیر نے کہا میں بھی تو اس کا بندہ ہوں جو ہر چیز کا مالک ہے۔ پھر مجھے بھی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بھی اپنے رب سے حسن ظن رکھتا ہوں۔ وہ مجھے بھی دے گا۔ حدیث مبارکہ ہے۔ میں بندے سے گمان کے مطابق معاملہ طے کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ میرے لیے یہی عزت کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے اور میرے لیے یہی فخر کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں۔ اسی طرح اگر ہم مانگیں اور حسن ظن سے مانگیں دل کھول کر مانگیں دیکھیں پھر اللہ تعالیٰ کس طرح جھولیاں بھر بھر کے دیتا ہے۔

اللہ نے اپنے بندوں کو معاف کرنے کے لیے قسمیں اٹھا رکھی ہیں۔ اس لیے وہ

Marfat.com

ضرور معاف کرے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے (اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ لیا ہے)۔ سوچیں کہ وہ خود کتنا زیادہ معاف کرنے والا ہوگا۔ سینکڑوں بندے روزمرہ زندگی میں ایک دوسرے کو معاف کرتے رہتے ہیں۔ پھر بھلا ان تمام بندوں کا پروردگار کتنا زیادہ معاف کرنے والا ہوگا۔ انسان میں ہزاروں خامیاں ہیں مگر پھر بھی اسے معاف کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ وہ پروردگار تو پاک صاف اور مہربان ہے۔ سوچیں ذرا وہ کتنا زیادہ معاف کرنے والا ہوگا۔ کمی ہماری ہے کہ ہم اس سے معافی مانگتے نہیں ہیں بلکہ بعض دفعہ تو مانگنا یاد ہی نہیں رہتا اور غافل بنے رہتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں۔ بلکہ کوئی بھی حاجت اور ضرورت ہو تو اسی پروردگار سے سوال کریں۔ اس سے بڑھ کر کوئی بھی بڑا ذریعہ نہیں ہے۔ دنیاوی ذرائع پر کبھی بھی اعتبار نہ کریں کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا جب تک اللہ رب العزت کی مدد شاملِ حال نہ ہو۔

وقت بہرحال گزر جایا کرتا ہے۔ اگر نیکی کمائے گا تو بھی اور اگر برائی کمائے گا تو بھی۔ شجر دیکھ لے گا۔ یہ نیکی کمانے کا زمانہ ہے۔ اس نیکی کی فصل کو کاشت کرو گے تو آخرت کی کٹائی ہوگی۔ حضرت نوحؑ نے لمبی عمر پائی۔ اللہ تعالیٰ نے وفات کے بعد پوچھا کہ تو نے زندگی کو کیسے پایا۔ انہوں نے فرمایا جیسے مکان میں ایک دروازے سے داخل ہوا اور دوسرے سے باہر نکل گیا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس تھوڑی سی عمر میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں اکٹھی کرلیں تاکہ قیامت میں سرخرو ہوسکیں۔ اوقات کو بے کار ضائع کردیا تو پچھتاوا ہی پچھتاوا ہوگا۔

ہمیں اللہ تعالیٰ ایسی طبیعت عطا کردے کہ سنت طبیعت کا تقاضا بن جائے اور خلافِ سنت کرنا ایسا ہو جیسے سر پر پہاڑ آ پڑا ہو۔ سنت کا غم کرنے والے بہت کم ہیں اور سنتوں کو ذبح کرنے والے بہت زیادہ ہیں۔ پہلے زمانے میں احد پہاڑ کے برابر ایمان والے بھی اپنے ایمان کے بارے میں لرزاں و ترساں رہتے تھے اور ہم ٹمٹماتے ایمان والے اس زمانے میں اپنے ایمان کی حفاظت سے ہی بے فکر ہیں۔ ساری دنیا سے آگاہی حاصل کرنے والا اپنے آپ سے آگاہی حاصل نہیں کرتا۔ جس نے اپنے نفس کی برائی پہچان لی پس اس نے گویا اپنے رب کو پہچان لیا۔

ہمیں بندگی کرتے کرتے مرنا ہے اور مرتے مرتے بھی بندگی کرنا ہے۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہم غافل ہو جاتے ہیں۔ اپنی اچھائی برائی کا تجزیہ نہیں کرتے۔ ایک واقعہ کہ ایک آدمی کے پاس سے گزر ہوا نہ فرض ہے نہ سنت ہے اور حرام کے مال کی پرورش

Marfat.com

پانے والا ہے کسی نے پوچھا کیسی گزر رہی ہے۔ اس نے کہا جو گزر رہی ہے واہ واہ ہے فرمایا یہ واہ واہ نہیں بلکہ آہ آہ ہے۔ اس دنیا میں تو عیش کر رہے ہیں۔ اصل مسئلہ تو اخروی زندگی کا درپیش ہے۔ ارشاد فرمایا کامیابی اور واہ واہ اس کے لیے ہے جس نے آخرت کے لیے تیاری کرلی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے لیے نیک اعمال کا ذخیرہ کرلیا۔

سلف صالحین اپنے کلام کو لکھ لیا کرتے تھے اور رات کے وقت اس کا جائزہ لیتے کہ کیا ٹھیک تھا کیا غلط تھا۔ ہمیں ہمیشہ اپنی گفتگو کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ عقلمند کی زبان دل میں ہوتی ہے اور بے وقوف کا دل بھی زبان میں ہوتا ہے۔ زبان ایسی چیز ہے جس کی تاثیر دلوں میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیتی ہے۔ زبان کی نرمی جہاں اثر کر سکتی ہے وہاں تلوار کی تیزی بھی کام نہیں کرتی۔ اس لیے زبان کا استعمال ہمیشہ سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے۔ سخت کلمات بولنے سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے۔

زندگی کی باقی اشیاء تو پھر بھی کبھی نہ کبھی مل جایا کرتی ہیں لیکن زندگی پھر نہیں مل سکتی ہے۔ نازک اندم نازنین اور وقت کے اطباء بھی اپنی زندگی کو بڑھا نہیں سکتے۔ ہر روز ہر دن ہمارا ارادہ ہو کہ آج ہم نے گناہوں کے بغیر دن گزارنا ہے کاش ہماری زندگی میں کوئی ایک دن تو ایسا ہو جس میں ہم گناہ نہ کریں۔ جو وقت گزر چکا تو گزر چکا اب ہر دن یہ نیت کریں کہ ہم نے کسی صورت بھی گناہ کی طرف نہیں جانا اگر ارادہ ہی نہ ہو تو پھر کیا ہو سکتا ہے۔ نیت اور ارادہ میں اخلاص کی دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں اور ارادوں کو خالص کردے۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

غافل آدمی تو جیتے ہوئے بھی ہارا ہوتا ہے۔ کاش یہ جسم جو دنیا کے کاموں میں تھکتا ہے یہ عبادت میں تھکے۔ پھر زندگی کا حقیقی مزہ آئے گا۔ اسٹیشن، ایئرپورٹ وغیرہ پر ایک مخلوق ہے کہ دنیا کے لیے جاگ رہی ہے۔ اس امید پر کہ ہمیں 50 روپے مل جائیں گے۔ کیا ہم نے رات کو 50 روپے کے برابر بھی نہیں سمجھا۔ جب دودھ زمین پر انڈیل دیا جائے پھر رونے کا فائدہ نہیں ہے۔ اس طرح اگر زندگی کی مہلت ختم ہو جائے تو پھر رونے کا فائدہ نہیں ہ۔ آج ہم اپنی زندگی کے تمام نقصان کی کمی پوری کر سکتے ہیں۔ ہمیں تو ہر لمحہ توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ ہم تو ایسے ہیں کہ نیکیاں تو جو چند ایک ہوتی ہیں انہیں یاد رکھتے ہیں مگر گناہوں کی کثرت کو بھول جاتے ہیں۔ بڑے بڑے گناہ بھی یاد نہیں رہتے کہ کیے بھی ہیں یا نہیں۔

حضرت خواجہ سراج الدینؒ کے خلیفہ حضرت فتح علیؒ جو کہ بالکل ان پڑھ تھے۔ لیکن

Marfat.com

بڑے بڑے علماء ان کے مرید تھے۔ جب خلافت ملی تو انہوں نے کہا حضرت مجھے تو کچھ نہیں آتا۔ فرمایا بس اللہ تعالیٰ کام کر دے گا۔ انتہائی خدمتگار تھے۔ سون سکسر کے علاقے میں حضرتؒ کو بہت سی زمین لوگوں نے خانقاہ کے لیے دے رکھی تھی۔ اس میں ایک چٹان تھی اگر توڑ دی جاتی تو کافی زمین آباد ہو جاتی کیونکہ دریا کا راستہ مختصر ہو جاتا۔ بس حضرت فتح علیؒ نے اکیلے ہی اس چٹان کو توڑ دیا۔

ایک دفعہ حضرت فتح علیؒ گارا بنا رہے تھے۔ سخت گرمیوں کے دن تھے اور عین دوپہر کے وقت گارا بنا رہے تھے۔ پسینے سے شرابور کام میں لگے ہوئے تھے۔ اتنا خلوص کہ گرمی کا بھی خیال نہیں اور اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ حضرت سراج الدینؒ کی نگاہ پڑی تو اسی وقت انہیں بلا کر خلافت کی ذمہ داری سونپ دی۔ بعض مشائخ استخارہ کے بعد خلافت دیتے ہیں۔ بعض الہامی کیفیت کے بعد اور بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح اشارہ پا کر خلافت دیتے ہیں۔

مسجد کے بنانے والے ایسے ہیں گویا جنت میں اپنا گھر بنا رہے ہیں۔ حدیث ہے کہ مسجدیں بیت اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے جس نے اذان سنی اور نماز کے لیے نہ آیا تو اتنا نقصان ہوگیا جیسے کسی کے گھر بار وغیرہ کو آگ لگ گئی۔ یہ ایک نماز کا نقصان ہے۔ پانچ نمازوں کا سوچیں کہ کتنا نقصان ہوگا۔ پہلے زمانے میں پڑوسی خواتین مسجد کی صفائی کا اپنے خاوند کے ساتھ تہجد کے وقت فجر سے پہلے انتظام کرتیں یہ ان کے دل کی صفائی کا باعث ہوتا تھا جو اللہ تعالیٰ کے گھر کو صاف رکھنے کی کوشش کرے گا اللہ اس کے دل کو روشن کر دے گا۔ اور دل کی روشنی تمام روشنیوں سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دل کی روشنی کی دعا کریں۔

اگر انسان میں بندگی نہ ہو تو وہ گندا ہوتا ہے۔ ایک بزرگ اپنی جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ گند کے قریب سے گزرنے لگے تو کھڑے ہو گئے۔ لوگ حیران کہ حضرتؒ یہاں آ کر رک گئے کسی نے دریافت کیا آپ یہاں آ کر کیوں رک گئے۔ اس گندگی نے مجھ سے زبان حال سے گفتگو کی ہے۔ اے انسان! تو اپنی حقیقت کو سمجھ لے کہ میں کتنی خوشنما میوے تھی۔ تیری تھوڑی دیر کی صحبت نے مجھے بدبودار بنا دیا۔ میں ذائقہ دار پھل اور کھانے کی چیز تھی مگر تھوڑی دیر تیرے اندر رہ گئی تو بدبودار ہی بدبودار بن گئی۔ بندہ تو وہی ہے جس میں بندگی ہو ورنہ وہ گندگی کا ڈھیر ہے۔

جوانی کا نشہ شاید شراب کے نشے سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ جوانی اگر مستانی دیوانی

Marfat.com

بن جائے تو بہت نقصان دہ ہوتی ہے۔ مال کو اگر اپنی خواہشات کے لیے خرچ کیا تو وہ وبال بن جاتا ہے۔ مال و دولت کا بھی ایک نشہ ہوتا ہے۔ جب تک کسی کامل کے ہاتھ نہ لگیں تب تک یہ نہیں اترتا کتنے لوگ تھے جو نیکی کے لیے آج کل آج کل کرتے رہے اور دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اگر سوچیں تو جو ہم کماتے ہیں وہ اکثر دوسروں کے لیے ہوتا ہے مگر گناہ کا وبال کسی اور کے سر پر نہیں ہوتا وہ ہم نے اپنے سر لے لیا ہوتا ہے۔

دنیا کو جو دھکیل دے دنیا اس کے پیچھے چلتی ہے۔ مال و دولت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اس کا استعمال اسے اچھا یا برا بنا دیتا ہے۔ یاد رکھو ہمیں اسے اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنانا ہے۔ مال کی مثال پانی اور کشتی کی سی ہے۔ اگر مال دل کے اندر آ جائے تو یہ بھی ایمان کی کشتی کے ڈوبنے کا سبب بن جاتا ہے۔ حلال کا مال ایمان کی کشتی کو چلانے میں مدد دیتا ہے۔ مثل مشہور ہے سونے کی کنجی ہر قفل کو کھول دیتی ہے۔

اچھے اچھے لوگ جب مال و دولت کو دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں۔ مال و دولت انسان کے لیے فتنہ بن جایا کرتا ہے۔ انسان کے پاس جب مال و دولت آ جائے تو وہ اپنوں کو بھول جاتا ہے اور جب انسان مال و دولت سے جدا ہو جائے یعنی مر جائے تو لوگ اسے بھلا دیتے ہیں۔ مال و دولت کا موجود ہونا کوئی عیب نہیں ہے۔ نقص نہیں ہے۔ دنیا دار مال والے کو نہیں کہتے۔ دنیا دار صرف امیر آدمی کو نہیں کہتے ہیں۔ دنیا دار اللہ سے غفلت کو کہتے ہیں۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھا ایک نوجوان کا سہارا لے کر حاضر ہوا۔ اس بوڑھے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں باپ ہوں یہ میرا بیٹا ہے۔ جب یہ کمزور تھا میں طاقتور تھا، جب یہ غریب تھا میں امیر تھا، جب یہ محتاج تھا میں اس کا مددگار تھا، آج یہ میرا مددگار نہیں بنتا، وہ بوڑھا یہ کہہ کر رو پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رو پڑے اور بیٹے سے فرمایا تو اور تیری دولت تیرے باپ کی ہے تیرا باپ جنت کا دروازہ ہے تو چاہے تو اسے کھول لے چاہے تو اسے بند کر لے۔ اگر کوئی اپنے باپ کے چہرے پر ایک نظر محبت کی ڈالے گا تو اسے ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا جو بار بار دیکھے گا۔ فرمایا جو بار بار دیکھے گا تو بار بار ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا۔

اگر کوئی ولی یا وقت کا قطب آ کر بتائے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے تو کیا حال ہوگا اگر فرض کریں کوئی صحابیؓ آ کر بتائے کہ اس وقت دعا کرو تو کیا حالت ہوگی۔ اب بتائیں

Marfat.com

اگر نبیوں کے سردار اور محبوب آقا کہیں تو کتنی بڑی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افطاری کا وقت قبولیت دعا کا وقت ہے۔ جو بھی دعا دل سے کریں گے قبول ہوگی کسی کا محبوب کاروبار کسی کا محبوب عہدہ کسی کی محبوب عورت بھلا ایسوں کی دعا کیسے قبول ہوگی۔ دعا کے لیے دل مضطرب چاہیے جو اللہ کی یاد میں بے چین ہو۔

حجاج نے دیکھا کہ ایک بوڑھا نابینا مقام ابراہیم کے قریب بیٹھا اپنی آنکھوں کے لیے دعا مانگ رہا تھا۔ بعض جگہ آیا ہے کہ غلاف کعبہ کو پکڑ کر اپنی آنکھوں کی بینائی کے لیے دعا مانگ رہا تھا۔ حجاج نے کہا بوڑھے میں طواف کر رہا ہوں پانچ چکر باقی ہیں۔ میرے طواف سے پہلے پہلے دعا قبول ہونی چاہئے ورنہ میں تمہیں قتل کروا دوں گا۔ اب بوڑھا تڑپ اٹھا اور کہا پہلے تو آنکھ کا سوال تھا اب تو پوری زندگی کا سوال ہے۔ دل سے دعا نکلی اور عرش تک جا پہنچی اور قبولیت حاصل ہوگئی۔ حجاج نے کہا اگر تو پہلے طریقے پر یعنی عاجزی سے مانگتا رہتا تو قیامت تک دعا قبول نہ ہوتی۔ جب پوری طرح متوجہ ہو کر دل کی گہرائیوں سے مانگیں تو اللہ کی رحمت فوراً متوجہ ہوتی ہے۔

ایک روپیہ مانگنے والے سوالی کا ہاتھ زبان آنکھ بلکہ پورا جسم سراپا سوال بنا ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ سے اللہ کو مانگتے ہوئے کیسے مانگنا چاہئے؟ اگر کسی امیر کے آگے ہاتھ پھیلائے اور چہرہ کسی اور طرف کرے تو کیا ملے گا۔ اس طرح اگر مانگتے وقت توجہ اللہ کی طرف نہ ہوئی تو کیا ملے گا۔ اگر ایک دنیا دار کے دروازے پر چلے جائیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے دروازے پر آ گیا مجھے ٹالتے ہوئے شرم آتی ہے تو رب تعالیٰ کا بھلا کیا معاملہ ہوگا۔ جو دعا دل سے نہ نکلے وہ پھٹے پرانے کپڑے کی طرح منہ پر مار دی جاتی ہے۔ ایک بزرگ تھے جب دعا مانگتے تو فرماتے کہ ہماری دعا قبول ہوگئی۔ کسی نے پوچھا یہ کیسے ہوسکتا ہے فرمایا جب اتنے زیادہ آدمی چار آنے لینے کے لیے کسی امیر کے دروازے پر چلے جائیں تو کیا وہ نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو بخش دینا اس سے کہیں آسان ہے۔

دارالعلوم کے ایک خادم تھے، جن کا تکیہ کلام تھا اللہ کے فضل سے۔ ایک رات تہجد کے لیے اٹھے تو دیکھا کہ چور مال کے کمرے کا تالا توڑ رہے تھے۔ یہ تہجد پڑھنے لگ گئے اور آخر میں ان چوروں نے پاس سے گزرتے ہوئے کہا کہ یہ ساری رات نہیں ٹوٹا اب کیا ٹوٹے گا۔ وہ بھاگ گئے۔ یہ خادم فجر کی نماز پڑھنے مسجد آئے تو مولانا سے آ کر اپنے کلام کے مطابق کہا آج تو اللہ کے فضل سے غضب ہوگیا۔ مولانا نے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو تو وہ خادم

Marfat.com

چوروں کا واقعہ بیان فرمانے لگے۔ اگر یہ قیامت تک بھی توڑتے رہتے تو تالا نہیں توڑ سکتے تھے۔ کیونکہ میں نے مال کی زکوٰۃ ادا کی ہوئی ہے۔

مال و دولت کے اکٹھا کرنے سے اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کر سکتے بلکہ خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے پاس سے ایک امیر کا گزر ہوا۔ تو لوگوں نے کہا کہ اگر کسی کو نکاح کا پیغام دے تو قبول کر لیا جائے اور بات کرے تو لوگ توجہ سے سنیں پھر ایک غریب کا گزر ہوا تو لوگوں نے کہا اس کو نہ کوئی قرض دے نہ کوئی نکاح کا پیغام قبول کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امیر جیسوں سے خواہ دنیا بھر جائے اس غریب کے برابر نہیں ہو سکتے۔

انسان کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں انسان سوچ لے کہ تنگی میں صبر اور فراخی میں شکر کرنا ہے "کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔" محنت کرنا عین عبادت ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ ہماری نمازیں قضا ہو جائیں۔ حدود کے اندر رہتے ہوئے مال کمانا، محنت کرنا بھی عبادت ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ کو وحی ہوئی کہ اے پیارے پیغمبر اگر تجھے سڑی ہوئی سبزی مل گئی تو یہ سوچ کہ میرے رب نے رزق کی تقسیم کے وقت میرا بھی خیال رکھا۔ کچھ تو بندے کی ضروریات ہوتی ہیں جو کہ بنیادی چیزیں ہیں اور کچھ خواہشات ہوتی ہیں۔ خواہشات لامحدود ہیں۔ ان کی تو کوئی حد نہیں ہے۔ ضرورت سے زائد خواہشات ترک کرنا ضروری ہے۔

رمضان شریف

قرآن کا مہینہ ہے اس لیے اس میں کثرت تلاوت ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ اس مہینہ میں ایسا ٹائم ٹیبل ہونا چاہئے کہ ایک ایک منٹ استعمال ہو جتنی قوت کی حفاظت کر لیں گے وقت میں برکت ہوتی جائے گی۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ دن رات اللہ والوں کے پاس بھی 24 گھنٹے کے ہوتے ہیں مگر ان میں برکت ہو جاتی ہے۔ گناہ چھوڑنے سے زندگی میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم جب بازار سے کپڑا خریدتے ہیں تو وہ کپڑا خریدنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا عرض لمبا ہوتا ہے کیونکہ اس طرح کپڑا زیادہ آتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے پیارے اللہ لوگوں کے وقت میں عرض لمبا فرما دیتے ہیں جس کی وجہ سے اسی 50,60 سالہ زندگی میں وہ بڑے بڑے کام اور بڑی بڑی کتابیں لکھ دیتے ہیں۔

اللہ والوں کے دن نیکیوں سے بھرے ہوتے ہیں اور ان کی راتیں بھی ان کے دنوں کی طرح نیکیوں سے بھری ہوتی ہیں۔ ہمارے بزرگ 40 سال کی عمر میں اپنے بستر لپیٹ دیا

Marfat.com

کرتے تھے کہ اب ٹانگیں پھیلا کر غفلت کی نیند سونے کا وقت گزر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی عمریں 60 اور 80 سال کے درمیان ہوں گی۔ اس سے زیادہ عمر کے بہت کم لوگ ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ سے پوچھا موت کے بارے میں کتنا جانتے ہو؟ صحابیؓ نے جواب دیا جب نماز پڑھتا ہوں تو اتنا بھی یقین نہیں ہوتا کہ چار رکعت بھی پوری کرسکوں گا یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تو یہ کیفیت ہے کہ ایک طرف سلام پھیر لیا ہو اب یہ یقین نہیں کہ دوسری طرف سلام پھیر سکوں گا کہ نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو جتنا زیادہ نیک ہوتا ہے وہ اتنا زیادہ موت کو قریب سمجھتا ہے اور جو جتنا زیادہ غافل ہوتا ہے وہ اتنا زیادہ موت کو دور سمجھتا ہے۔

ہم 50 سال کے قریب عمر کے لوگ اپنی زندگی کے ظہر اور عصر کے بعد کا وقت گزار رہے ہیں۔ ظہر و عصر کے بعد سورج غروب ہوتے دیر نہیں لگا کرتی۔ ہماری زندگی کا یہ سورج پتہ نہیں کس وقت غروب ہو جائے۔ ہماری مثال بھی اس غلام کی طرح ہے جو بھاگنے کے بعد واپس آ جائے اور پھر اپنے آقا سے معافی چاہے ہم بھی اپنے آقائے حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں اور اس غلام کی طرح کہیں آقا و مولا معاف فرمادے۔ وہ بندے کی فریاد رد نہیں کرتا۔ فرمایا:

مفہوم حدیث ہے۔ مال کی قدر کرو غربت سے پہلے، مال و دولت کی مثال چھری کی طرح ہوتی ہے۔ چھری نہ اچھی ہوتی ہے نہ بری ہوتی ہے۔ اس کا استعمال اسے اچھا یا برا بنا دیتا ہے۔ اسی چھری سے سبزی پھل کاٹیں گے تو استعمال اچھا ہوگیا اگر کسی کا گلا کاٹیں گے تو استعمال برا ہوگا۔ اسی طرح مال و دولت ہے۔ اگر مال کو دوسروں کے دکھ بانٹ لینے کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اگر اسے لوگوں کے حقوق پامال کرنے اور اپنی طاقت کا سکہ بٹھانے کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ وبال بن جائے گا۔ مال وبال بھی ہے ڈھال بھی ہے۔ ہمارا جسم مکان کی مانند ہے اور روح مکین کی طرح ہے۔ جسم اور روح کی ضروریات مختلف ہیں۔ جسم کی ضروریات مادہ سے تعلق رکھتی ہیں اور روح کی ضروریات تجلیات سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو کہ ذکر اذکار سے حاصل ہوتی ہیں۔

مفہوم حدیث ہے کہ قریب ہے کہ تنگدستی تمہیں کفر تک پہنچا دے۔ پنجابی کا مقولہ ہے کہ پیٹ نہ پائیاں، روٹیاں تے سبھی گلاں کھوٹیاں، (جب تک پیٹ میں روٹیاں نہ پڑیں، تمام باتیں کھوٹی نظر آتی ہیں) جب تک انسان میں صبر و برداشت کی خوبیاں وغیرہ پیدا نہ ہوں

Marfat.com

تو غربت سے کفر کا خطرہ رہتا ہے۔ ارشاد فرمایا جن لوگوں کی نظر مادہ سے پار دیکھنے کی عادی نہ ہو تو انہیں مال و دولت ہی سب کچھ نظر آتا ہے جس کے پاس مال و دولت آ جائے تو برائیاں چھپ جاتی ہیں۔ جس طرح پانی زمین کے نشیب و فراز کو ڈھانپ دیتا ہے اسی طرح مال کے ذریعے دولت مند کے نقائص و برائیاں لوگوں کے نزدیک ڈھک جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپتے ہیں۔

میں آج کل کے دولت مندوں کی ذہنیت کا تجزیہ کر رہا ہوں کہ وہ کس طرح کی سوچ رکھتے ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ دولت پری کو شیشے میں بند کر سکتی ہے بلکہ شیرنی کا دودھ بھی خریدا جا سکتا ہے۔ دولت آتی ہے تو انسان کو اندھا بنا دیتی ہے اور جاتی ہے تو آدمی کو بے وقوف بنا دیتی ہے۔ شیطان دولت کے پجاری کو دلائل بھی سمجھاتا ہے۔ راشی سے بات کریں تو کہے گا کہ اپنے لیے نہیں بلکہ بیوی بچوں کے لیے لیتا ہوں۔ یہ اس کی نفس پرستی ہے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ بیوی بچوں کا پیٹ حرام ہی سے پالنا ہے۔ آج کل ہر برائی کی دلیل نکالی جاتی ہے حتیٰ کہ عصمت فروش عورت بھی قتل کرنے والا شخص بھی کوئی دلیل گھڑ لیتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کو گمان رہتا ہے کہ جو وہ کرتا ہے اس کی مجبوری ہے اور ٹھیک ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ان کی مجبوری کو نہیں دیکھے گا۔ انسان کو اپنے حالات و وسائل کے اندر خواہشات کو محدود کرنا چاہیئے۔

بہت کم بیویاں ایسی ہوتی ہوں گی جو پوچھتی ہوں گی کہ آپ کا ذریعہ معاش حلال ہے یا حرام ہے؟ وہ بڑی قسمت والی ہوگی جو یہ پوچھتی ہوگی کہ آپ کی کمائی کا کیا ذریعہ ہے۔ پیسہ کہاں سے کما کر لا رہے ہو۔ آج کی عام عورت پیسہ چاہتی ہے۔ صرف پیسے کو ہی سب کچھ سمجھا ہوا ہے۔ خواہ حرام کا ہی لے کر آ جائے۔ عورت مرد کو مجبور کرتی ہے اور عورت ہی مرد کو حرام کمانے سے بچا بھی سکتی ہے۔ پیسے کا کمانا ایسا ہے جیسے پتھر کا پہاڑ کی چوٹی پر لے جانا اور خرچ کرنا ایسا ہے جیسے چوٹی سے پتھر کو لڑھکا دینا۔ غیر ضروری اشیاء کو خریدنے والے بعض اوقات ضروری اشیاء کو بھی بیچنے پر بھی مجبور ہو جاتے ہیں۔

بعض آدمیوں کو پیسے کی زکوٰۃ دینا بوجھ اور مصیبت نظر آتا ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے زکوٰۃ ادا شدہ پیسہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ پر ہمیں اعتماد نہیں؟

زکوٰۃ میں برکت ہوتی ہے۔

زکوٰۃ دی ہوئی دولت بڑھتی ہے اور سود کا پیسہ گھٹتا ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ بکری 2 یا 3 بچے دیتی ہے۔ شہروں میں سینکڑوں کی تعداد میں بکریاں ذبح ہوتی ہیں مگر پھ

Marfat.com

بھی بکریوں کے ریوڑ پھرتے نظر آتے ہیں اور سود کی مثال کتیا کے بچوں کی طرح ہے کتیا 10,10 بچے بھی دیتی ہے مگر ذبح نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے سے ہی کام ہوتے ہیں اور مال میں برکت ہوتی ہے۔

اگر دفتر والے سے پوچھیں تو کہتا ہے کہ ترقی کے بعد نماز شروع کروں گا۔ کوئی کہتا ہے ریٹائرمنٹ کے بعد نماز کی پابندی کروں گا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حج کرنے کے بعد نماز کی پابندی کریں گے۔ حدیث کا مفہوم ہے آج کل، آج کل کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ ہم ان مصروفیتوں کو اپنا عذر نہ بنایا کریں۔ ہمیں ان مصیبتوں اور معذریوں کے ساتھ ہی عبادت کرنی ہے۔ یہی ہمت کے کام ہیں۔ بڑے بڑے آئمہ نے مصیبتوں میں ہی بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کا جنازہ جیل سے نکل رہا ہے۔ کبھی امام احمد بن حنبلؒ کو کوڑے مارے جا رہے ہیں کبھی امام مالکؒ کو گدھے پر بٹھا کر سڑکوں پر پھیرایا جا رہا ہے۔ لیکن پھر بھی ان کی عبادت و معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کی سرتوڑ کوشش کرتے تھے۔

قیامت میں ایک آدمی کو لایا جائے گا۔ وہ کہے گا میرا کنبہ بڑا تھا اس لیے مصروف رہتا تھا۔ تو حضرت سلیمانؑ کو سامنے لایا جائے گا اور حضرت سلیمانؑ کے حالات بتائے جائیں گے۔ پھر پوچھا جائے گا کہ بتا تو عبادت کے وقت کو مصروف کیوں رکھتا تھا؟ اگر دل سے مان لیا جائے تو کام آسان ہو جاتا ہے۔ دل میں اللہ کی یاد ہونی چاہیے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے وصیت فرمائی کہ چار خوبیوں والا آدمی میری نماز جنازہ پڑھائے گا۔ بعض کا جنازہ پڑھنے سے جنازے والے کو فائدہ ہوتا ہے اور بعض جنازے والے کی وجہ سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ چار شرائط یہ تھیں۔

1- پہلی بات یہ ہے کہ بلوغت کے بعد کبھی تہجد کی نماز قضا نہ ہوئی ہو۔
2- کبھی بھی کسی غیر محرم پر اس کی نظر نہ پڑی ہو۔
3- کبھی بھی عصر کی سنتیں نہ چھوڑی ہوں
4- کبھی بھی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو۔

جب ان کو پڑھا جاتا ہے تو دل کانپ جاتا ہے۔ آج کے دور میں ایک شرط کا پایا جانا بھی بڑی بات ہے۔ یہ ساری شرائط و خوبیاں وقت کے بادشاہ شمس الدین التمشؒ میں تھیں۔ جس نے قسم کھا کر اعلان کیا کہ یہ چاروں خوبیاں مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ انہوں نے پھر نماز جنازہ پڑھائی۔ سوچنے کی بات ہے اگر بادشاہ ایسی خوبیاں لے کر دربار خداوندی میں حاضر

Marfat.com

ہوں گے تو ہمارے بہانے وہاں کیسے چل سکیں گے۔ دوستو! ان بہانوں کو ختم کرو اپنی زندگی میں سنت نبوی کو لاگو کرو تاکہ صالح انقلاب آئے۔ اگر انہی بہانے بازیوں میں موت آ گئی تو پھر آخرت میں ہمارا کیا بنے گا۔

اگر تو سو دفعہ بھی توبہ توڑ دے گا تو وہ پھر توبہ قبول کر لے گا۔ توبہ میں بنیادی کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ ہماری نیت خراب ہوتی ہے کیونکہ سچے دل سے توبہ کرتے ہی نہیں ہیں۔ اگر پچھلے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو تو یہ توبہ جلدی قبول ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات انسان احد پہاڑ کے برابر بھی گناہ کر لیتا ہے۔ زمین چیختی ہے کہ اے اللہ پھٹنے کی اجازت دے کہ فلاں کو اس کے گناہوں کی وجہ سے نگل جاؤں مگر اللہ تعالیٰ مہلت دیتے رہتے ہیں کہ شاید باز آ جائے جب انسان حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ آ جاتی ہے۔ یہاں کسی نے مستقل نہیں رہنا نہ فرعون رہا، نہ ہامان رہا، بلکہ اطباء، حکماء نہ رہے، نہ افلاطون رہا نہ شیکسپیئر رہا، نہ مونا لیزا رہی نہ امِ کلثوم رہی۔ سب کو موت نے پچھاڑ دیا۔

دعا مانگنے کا ہمارا اصل مدعا تو معافی ہے لیکن دعا سے پہلے تمہید باندھنی بھی ضروری ہے۔ جب بھی دعا مانگے پہلے حمد پڑھے پھر درود پھر دعا پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے جیسے کوئی نوکر ہو وہ آقا سے سوال کرتا ہے تو پہلے انعام و احسان کا تذکرہ کر کے پھر مانگتا ہے۔ کہتا ہے پہلے ہی تیرے بڑے احسان ہیں۔ مزید عطا کر دیں تو تیری مہربانی ہوگی۔ ہم اللہ سے مزید نعمتیں تو مانگتے ہیں لیکن پہلی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ کسی غریب بندے کو بھی کہیں کہ 10 لاکھ لے لو آنکھیں نکالنے دو وہ بھی اس بات پر نہیں تیار ہوگا۔ یہ ہمارا جسم ہمارے اللہ کی ایسی نعمت ہے کہ صرف اسی نعمت کا ساری زندگی شکر ادا کرتے رہیں تو نہیں کر سکتے۔

جنہیں دعاء نیم شبی کی لذت مل جاتی ہے وہ بھی بڑے بخت والے لوگ ہوتے ہیں۔ دعا کی لذت کا مل جانا بڑی بات ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ دعا میں دل لگنا یہ بھی روحانی ترقی کی علامت ہے۔ دعا کرتے ہوئے دل کا تار اللہ سے جڑ جائے تو پھر دعا مانگنے کا اتنا سرور ملتا ہے کہ انسان ارد گرد کے ماحول کو بھی فراموش کر دیتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں ڈوب جاتا ہے۔

اماں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے چولہے میں گھاس اگ آیا کرتی تھی کتنا کتنا عرصہ گزر جاتا تھا آگ جلانے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب کے حالات زندگی

Marfat.com

یوں تھے کہ انسان کو نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لیے تنگی ترشی کو پسند کیا اس لیے امتیوں کو دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے۔ اماں عائشہؓ فرماتی ہیں: ہمارا گزر دو چیزوں پر ہوا کرتا تھا ایک پانی دوسری کھجور، ارشاد فرمایا صحابہؓ ایک غزوہ میں گئے تو ہر روز ایک کھجور ملا کرتی تھی اور پھر پتے کھانے لگ گئے۔ صحرا میں ایسا وقت آیا کہ پانی بھی نہیں ملتا تھا پھر حد یہ ہوگئی کہ جانوروں کو ذبح کر کے ان کی آنتوں سے منہ کی خشکی کو دور کرتے اور اس حال میں جہاد کے لیے سفر کرتے رہے۔ فرمایا کبھی ایسے مشکل حالات ہمارے لیے پیدا ہو جائیں تو ان واقعات سے سبق سیکھتے ہوئے ہمارے قدم ڈگمگانے نہیں چاہئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی زندگی مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ زندگی ادھار کا مال ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہماری مہلت کم ہو رہی ہے۔ یہ باتیں اگر کسی کی سمجھ میں آ جائیں تو عبادت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا مشکل نہ رہے۔ زندگی سے دل نہ لگائیں۔ یہ رہنے کی جگہ نہیں ہے کسی نے دنیا کی زندگی کو عیش کی زندگی بنا لیا اور کوئی اخروی زندگی کی عیش کو ڈھونڈنے کی فکر کر رہا ہے۔ فرض کریں کسی گلاس میں آدھا پانی بھرا ہے۔ کوئی کہتا ہے الحمد للہ گلاس آدھا بھرا ہوا ہے کوئی کہتا ہے دیکھو جی آدھا گلاس خالی ہے۔ ایک نے خوبی کو ڈھونڈا دوسرے نے خامی کو ڈھونڈا۔ اللہ والے اسی انداز سے سوچتے ہیں کہ ہماری زندگی کی مہلت کم ہو رہی ہے۔

ایک تو ہوتا ہے کسی چیز کو جاننا اور ایک ہوتا ہے کسی چیز کا استحضار رکھنا، مثلاً کیا کوئی شخص یقین سے کہہ سکتا ہے کہ مجھے شام تک موت نہیں آئے گی؟ یا کوئی یہ کہہ دے کہ میں نے موت کی تیاری کر لی ہے۔ موت کی تیاری کرنے والوں کا حال ایسا نہیں ہوتا کہ لمبی تان کر سوتے رہیں۔ وہ نیک اعمال کو موخر نہیں کرتے ہیں۔ دنیا کی سب چیزیں فانی ہیں جو فانی چیزوں سے دل لگائے وہی بے وقوف ہوتا ہے۔ ہم زندگی کو اس انداز سے دیکھیں کہ ہماری مہلت دن بدن گھٹ رہی ہے۔

بزرگوں نے لکھا ہے کہ دن تین قسم کے ہوتے ہیں ایک گزشتہ کل، ایک آئندہ کل اور تیسرا آج کا دن ہے۔ آج کے دن کی قدر کرنی چاہیے۔ آج کی فکر جس نے کر لی وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اپنے آج کو فراموش کر دیا وہ بھٹک گیا، وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔ آج وقت ہے، موقع ہے، سچی اور پکی توبہ کر لیں۔ اس کل کے دھوکے میں کئی انسانوں کو تباہ کر دیا۔ جیسے دکان پر بیٹھ کر کہتے ہیں کہ دولت کمانا پڑتی ہے تب ملتی ہے اسی طرح نیکی بھی کمانا

Marfat.com

پڑتی ہے۔ اگر دل میں اللہ کی محبت کی آگ لگی ہو تو انسان تڑپتا رہتا ہے۔ یہی تڑپ اسے راہ راست پر رکھنے میں مدد دیتی ہے اور نیک کام کا جذبہ عروج پر پہنچ جاتا ہے۔

بزرگوں نے لکھا ہے کہ ایک شخص کے پیچھے شیر لگ گیا۔ وہ بھاگا اور کنویں میں چھلانگ لگانا چاہی دیکھا کہ ایک ناگ کنویں میں تیر رہا ہے۔ وہ آدمی کنویں کی گھاس پکڑ کر لٹک گیا اس نے دیکھا کہ دو سفید اور سیاہ چوہے ہیں جو اس گھاس کو کاٹ رہے ہیں۔ پھر کیا دیکھتا ہے کہ شہد کا ایک چھتہ ہے اس پر سے مکھیاں اڑ چکی ہیں اور چھتہ خالی ہو گیا ہے۔ یہ آدمی سب چیزوں کو بھول کر شہد کھانے میں مشغول ہو گیا۔ بزرگوں نے یہ مثال ہماری زندگی کے لیے دی ہے۔ ملک الموت شیر کی طرح ہے۔ قبر کنواں ہے، گھاس زندگی ہے اور لذات دنیا شہد کی طرح ہیں۔اور دن رات چوہے ہیں جو زندگی کاٹ رہے ہیں۔

ایک ہے پھنس جانا ایک ہے دھنس جانا، دھنس جانے کا مطلب ہے کہ وہ بغیر کسی سہارے کے نکل نہیں سکتا۔ اس لیے کسی باخدا آدمی کے سہارے کی ضرورت ہے۔ جو ہمارے نکلنے سے پہلے ہمیں ان مصروفیات سے نکالے۔ زندگی کی قدر موت سے پہلے کر لینا ہی عقلمندی ہے۔ یہ چاردن کی چاندی ہے جوانی کی قدر کر لیں، جو جوان عبادت میں مستغرق رہتا ہے، قیامت میں وہ اللہ کے سائے میں رہے گا۔ بڑھاپے میں دل تو بعض اوقات ساتھ دیتا ہے مگر جسم ساتھ نہیں دیتا۔ جوانی میں سوچتے ہیں کہ ابھی تو لذت حاصل کرنے کے دن ہیں۔ بڑھاپے میں عبادت کر لیں گے اور جب جوانی کے دن گزر جاتے ہیں تو بڑھاپا انسان کو کمزور اور لاغر کر دیتا ہے۔ پھر انسان چاہتا ہے کہ کوئی نیک کام کر لے مگر ہمت نہیں ہوتی۔

ایک آدمی حکیم کے پاس گیا کہا روٹی ہضم نہیں ہوتی۔ حکیم نے کہا بڑھاپا ہے۔ کہا تھک جاتا ہوں حکیم نے کہا بڑھاپا ہے۔ تو وہ بوڑھا ناراض ہو گیا۔ حکیم صاحب نے کہا معاف کرنا یہ بھی بڑھاپے کا نتیجہ ہے۔ بوڑھے بھی جوانی کے گناہوں سے معافی مانگ سکتے ہیں۔ اگر بڑھاپے میں بھی غفلت سے جان نہ چھوٹے تو بڑھاپے میں بھی معافی مانگنا مشکل ہو جاتا ہے۔ دین و دنیا کو برابر رکھنا ہو تو جتنا وقت دنیا کو دیتے ہیں اتنا دین کو بھی دیں۔ جتنے بچے انگریزی سکولوں میں بھیجتے ہیں۔ اتنے دینی مدارس میں بھی بھیجیں 6 بچے ہیں تو تین دنیا کے لیے اور تین دین کے لیے وقف کریں۔ سارا وقت تو دنیا کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نعرہ یہ لگاتے ہیں کہ دین دنیا برابر ہیں۔

کچھ بچے ایک جزیرہ میں رہتے تھے۔ دوسرے جزیرہ میں سکول جایا کرتے تھے۔

Marfat.com

ایک دن کشتی میں سوار ہو کر جا رہے تھے۔ بوڑھے ملاح سے سوال کرنے شروع کر دیئے۔ ایک بچہ پوچھنے لگا مسئلہ فیثا غورث کیا ہے؟ بوڑھے نے کہا نہیں آتا۔ دوسرے نے پوچھا کیمسٹری آتی ہے؟ کہا نہیں آتی اور خاموش ہو گیا۔ تیسرے نے کہا ہمارے جزائر خط استوا کے کس طرف ہیں؟ بچے بوڑھے کے جواب پر ہر دفعہ کہتے بوڑھے تم نے تو آدھی زندگی ضائع کر دی۔ کچھ دیر بعد سمندر میں طوفان آ گیا۔ ملاح نے کہا کیا تمہیں تیرنا آتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں آتا۔ ملاح نے کہا پر تم نے ساری زندگی ضائع کر دی۔ اسی طرح سب لوگوں کو آخرت میں پتہ چلے گا کہ کیا کچھ ضائع کر دیا۔ کتنا وقت کسے دینا چاہیئے تھا۔ وہ زندگی میں کیا کرتے رہے۔

حضرت مجددؒ کے بارے میں ہے کہ ان کی خود اپنی پرواز اتنی تیز تھی کہ اپنے شیخ و مرشد کو ایک مقام پر رکا ہوا دیکھا ترقی نہیں ہو رہی تھی، تو شیخ نے ان سے توجہ کرنے کے لیے کہا۔ آپؒ نے شیخ کو توجہ دی جس سے ان کو ترقی نصیب ہوئی۔ 5,6 دن تک توجہ دیتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے شیخ سے محبت و عقیدت اور ادب و احترام میں کوئی فرق نہ پڑا۔ جو واقعی حقیقت میں مخلص ہوتے ہیں۔ وہ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ خود بے شک اعلیٰ مدارج تک پہنچ جائیں مگر مشائخ کی قدر و منزلت میں کمی نہیں آنے دیتے۔

اگر کوئی بازار میں ایمانداری سے کاروبار کر رہا ہے تو وہ عبادت کر رہا ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو مصلیٰ پر بیٹھے دنیاداری کر رہے ہیں یعنی دل میں طلب دنیا ہے اور طلب حق نہیں ہے۔ محض لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ بقول امام حسن بصریؒ کتنے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو غلاف کعبہ کو پکڑے ہوئے روتے ہیں اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر یہی چاہتے ہیں کہ لوگ مجھے عبادت کرتے ہوئے دیکھیں۔ یہ دنیا دار طبقہ ہے۔ انسان دنیا کے کاروبار میں مصروف تو رہے لیکن اس کا دل اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

کتنے اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں جن کو مال و دولت دیا گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے دل میں مال و دولت کی ہوس نہ رکھی بلکہ اللہ رب العزت کی پسندیدہ زندگی گزاری اور کتنے ہی غریب لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کا حشر قارون کے ساتھ ہوگا کیونکہ ان کے دلوں میں مال و دولت کی ہوس ہوگی۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ دل میں مال و دولت ہے یا جیب میں ہے۔ مال و دولت کی حقیقت ہی کیا ہے یہ تو چند دن کی چاندنی ہے۔ یہ تو ادھار کا مال ہے جو واپس لے لیا جائے گا۔ ہمیں مال و دولت پر تکبر و غرور نہیں کرنا چاہیئے۔ مال و دولت کسی کا نہیں بنتا یہ ہاتھوں کی میل ہے بہت جلد زوال پذیر ہو جائے گا۔

Marfat.com

ایک متکبر بادشاہ تھا جس کے پاس خزانے بہت سارے تھے اور اس دولت کے نشے نے اس کے دماغ کو خراب کردیا تھا۔ بیمار ہوا پیٹ میں ریح پیدا ہوئی خارج نہ ہوتی تھی۔ ریح شدت اختیار کرگئی تو اطباء کو بلایا، اطباء کی دوائیوں کا مطلق اثر نہ ہوا۔ بچوں کی طرح دھاڑیں مار مارکر رو رہا تھا۔ اطباء کی منتیں کرتا رہا لیکن کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ ادھر سے ایک اللہ والے کا گزر ہوا۔ بادشاہ کی بابت پتہ چلا کہ ریح کا اخراج نہیں ہو رہا۔ برداشت سے باہر تکلیف ہو رہی ہے اور بادشاہ منت سماجت کر رہا ہے۔ یہ اللہ والے فرمانے لگے میرے پاس ایک دوا ہے۔ جس سے تکلیف دور ہو جائے گی۔ لیکن یہ تخت و تاج اس کی قیمت ہوگی۔ بادشاہ نے کہا تخت و تاج دے دوں گا لیکن میری تکلیف دور ہو جائے۔ بزرگ نے پانی پر دم کر کے پلایا ریح خارج ہوگئی۔ اگر ایک جنرل کے حکم میں اتنا اثر ہے کہ فوجیں حرکت میں آ جاتی ہیں تو کلام الٰہی میں کیا اثر ہوگا۔ کلام الٰہی کی یہ تاثیر تھی کہ تکلیف دور ہو گئی۔ بادشاہ نے تخت و تاج بزرگ کو دینا چاہا تو انہوں نے فرمایا میں ایسے تخت و تاج کو کیسے قبول کروں جس کی قیمت گندی ریح کا خارج ہونا ہے۔ فرمایا بس ایک بات یادرکھنا کہ آئندہ حکومت بہت ایمانداری سے کرنا۔

اگر نماز کے لیے کسی کو کہا جائے تو کہتے ہیں بالکل فرصت نہیں ہے ایمان کو بھی تو بچانا ہے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ کسب حلال کی خاطر ایمان ہی سے غفلت اختیار کرلی جائے۔ اگر حلال کمانا فرض ہے تو ایمان کو بچانا اس سے بھی زیادہ فرض ہے۔ ایمان پرتمام چیزوں کا دارومدار ہے۔ اگر اس ایمان میں خلل آ گیا تو سارے اعمال کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

ایک دکاندار دوسری دکان لینے کے لیے دعا کرتا ہے پوچھا جائے کہ دوسری دکان کیسے چلے گی آپ کو تو فرصت نہیں ہے کہتا ہے وقت نکال لیں گے۔ اگر دکان کے لیے فرصت نکل سکتی ہے تو ایمان کے لیے کیوں فرصت نہیں نکلتی۔ اصل وجہ یہ ہے کہ ایمان کی اہمیت دلوں میں نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں کو پتہ ہی نہیں کہ ایمان کے ارکان کیا ہیں۔ غسل کے فرائض کیا ہیں بس نام کے مسلمان ہیں اور مسلمانی کے تقاضوں سے شدید غفلت کا شکار ہیں۔ بعض دوست معمولی معمولی بہانہ سے اپنے وظائف چھوڑ دیتے ہیں۔ دنیا میں رہتے ہوئے ایسی گھڑی کبھی نہیں آئے گی کہ کوئی پریشانی نہ ہو۔ ان ہی پریشانیوں اور مشکلات میں رہ کر وظائف کرنا ہے۔ ہم امید تو بڑی آگے تک رکھتے ہیں مگر عمل کی کوشش نہیں کرتے۔ توقع جنت کی فضا رکھتے ہیں اور ذرا سی پریشانی آ جائے تو گھبرا جاتے ہیں۔ دنیا میں کوئی نہ کوئی غم و پریشانی رہتی

کرتی ہے۔ ان تفکرات کے ساتھ عبادت کرنے کی عادت بنالیں جیسے کوئی شوگر کا مریض احتیاط کے ساتھ زندگی گزار لیتا ہے۔ اس طرح ہم سمجھیں کوئی نہ کوئی فکر تو رہنی ہے۔ پھر وقت کیوں ضائع کریں ہر فکر کے ساتھ عبادت کا شغل جاری رکھیں۔ بچپن میں جوانی میں شادی کے بعد ہر دور کی جدا پریشانی ہوتی ہے اور عبادت کرنے والے ان سب حالات میں عبادت کرتے ہیں۔

ہم زندگی کی تمام فکروں اور پریشانیوں کو زندگی کا حصہ سمجھتے ہوئے خوب محنت کیا کریں۔ ہم نے انہی حالات کیساتھ رہ کر اللہ کی عبادت کرنی ہے ورنہ یہ کہنا پڑے گا اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ ایک واقعہ ارشاد فرمایا میرے ایک دوست کے ایک رشتہ دار 90 سال کی عمر کے ہیں۔ بھنویں بھی سفید ہیں اوراس سے عاجزی سے عرض کیا کہ پابندی سے نماز پڑھا کریں۔ بوڑھے میاں نے کہا ذرا گھٹنے میں درد ہے یہ ختم ہو جائے پھر پڑھوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی غفلت سے بچائے۔ ہمیں ان پریشانیوں کے ساتھ عبادت کرنا ہے اور اللہ کو راضی کرنا ہے۔ غفلت کی زندگی سے توبہ کریں اور رب کو راضی کرنے کا پکا ارادہ کرلیں۔ یہی موقع ہے۔ الحمد للہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے جہاز تجارت کے لیے آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دوست نے آ کر خبر دی کہ آپ کا جہاز غرق ہو گیا۔ آپ نے کہا الحمد للہ اور خاموش ہو گئے۔ پھر اور دوست آئے اور کہا کہ ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ وہ جہاز صحیح سلامت پہنچ گیا پھر الحمد للہ فرمایا۔ قریب بیٹھنے والے نے وجہ پوچھی فرمایا ڈوبنے کی اطلاع پر دل کی کیفیت دیکھی دل مطمئن تھا۔ اس پر الحمد للہ کہا۔ دوسری خبر کے آنے پر دل کی کیفیت دیکھی کہ کوئی خوشی تو نہیں ہوئی۔ اس کیفیت پر الحمد للہ کہا۔ اس طرح سے دنیا کی محبت دل سے نکل گئی تھی۔

ہم تو سونے کی سِل مانگتے ہیں۔ کاش کہ ہم اللہ سے محبت کرنے والا دل مانگ لیا کریں اگر اللہ کو مانگ لے گئے تو بس کام آسان ہو جائے گا۔ آج یہ حالت ہوگئی ہے کہ تجارت والا، دفتر والا حتی کہ بغیر کام کرنے والا بھی بہانہ کرتا ہے اور خود مطمئن ہو جاتا ہے کہ واقعی میں معذور ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہانے بازی نہیں چلے گی وہ تو پوچھے گا۔ کہ میرے حکموں کو سیکھا کیوں نہیں تھا اور عمل کیوں نہیں کیا تھا۔ اس وقت ندامت خاموشی اور پچھتاوا ہوگا۔

سائل بن کر بیٹھو جس طرح ایک روپے کا سوالی سراپا سوال بن جاتا ہے۔ اسی طرح ہمیں اللہ سے مانگنا ہے۔ دعا بھی عبادت ہے۔ جس کا دل دعا مانگنے میں لگ رہا ہے۔ وہ بڑی

Marfat.com

خوش قسمتی کی بات ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی ہزار سال گناہوں میں ایڑی چوٹی کا زور لگالے تو اللہ کی رحمت اس سے بھی بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لامحدود رحمت کے سامنے محدود گناہوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے حتیٰ کہ رحمٰن نے رحمت کرنے کی قسمیں کھائی ہیں۔

ایک اللہ تعالیٰ کی عادت ہے۔ ایک قدرت ہے۔ قدرت یہ ہے کہ آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کردیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کردیا۔ عمومی طریقہ یہ ہے کہ کارخانہ قدرت عادت اللہ کے مطابق چلتا ہے۔ عام زندگی میں بھی کبھی قدرت کا مظاہرہ ہوتا ہے اور اکثر عادت اللہ کے مطابق کارخانہ قدرت چلتا ہے۔ جوع البقر ایک ایسی بیماری ہے جس میں کھانا کھانے سے پیٹ نہیں بھرتا عام قاعدہ یہی ہے کہ کھانے پینے سے بھوک پیاس بجھ جاتی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اثر اٹھالے تو پھر یہ چیزیں کچھ نہیں کرسکتیں۔ اللہ تعالیٰ باکمال ہے۔ قدرتوں والا ہے۔ وہ جوچاہتا ہے کرتا ہے۔ ہمیں اس کی شان بے نیازی سے ڈرنا چاہئے۔

مدین سے واپسی پر حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰؑ کو آگ نظر آتی ہے۔ اہلیہ سے فرماتے ہیں کہ میں آگ لاتا ہوں یا کوئی اور خبر لے کر آتا ہوں اور وہاں نبوت سے سرفراز فرمائے جاتے ہیں اور ایک سبق بھی دیا گیا جو قابل توجہ ہے۔ پوچھا گیا آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ کہا یہ عصا ہے۔ بکریوں پر پتے وغیرہ جھاڑتا ہوں۔ عصا پھینکنے کا حکم ہوا وہ اژدھا بن گیا۔ فرمایا ڈریئے نہیں اس کو اٹھالو۔ یہاں سبق دینا مقصود یہ تھا کہ ان اشیاء میں نفع نقصان ذاتی نہیں ہے جب ہم چیزوں میں نفع و نقصان رکھ دیتے ہیں تو نفع نقصان ہوتا ہے۔

حضرت زکریاؑ باہر سے مریمؑ کے پاس آئے اور پوچھا یہ پھل کہاں سے آئے ہیں حالانکہ پیغمبر علیہ السلام جانتے ہیں کہ اللہ ایسا کرسکتے ہیں کیونکہ حضرت زکریاؑ نے دعوت کے کام میں وقت گزارا تھا۔ حضرت مریمؑ نے تخلیہ کی وجہ سے فرمایا یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ تخلیہ میں تھیں تو یہ جواب دیا اور اس کے بعد جب تخلیہ میں نہ تھیں تو حضرت جبرائیلؑ کے بشارت دینے پر کہتی ہیں کہ مجھے اولاد کیسے ہوگی؟ مجھے تو کسی بشر نے چھوا نہیں ہے۔ اپنے وقت کا کچھ حصہ تخلیہ میں گزارنا بہت ضروری ہے اگر نہ گزارے تو لطائف ٹھنڈے ہوجاتے ہیں۔ کیفیات ختم ہوجاتی ہیں۔

سالک کامل وہ ہوتا ہے جو اپنے معمولات پر کھانے سے بھی زیادہ پابند ہے۔ جن کو کیفیات میسر ہیں اور جن کو نہیں ہیں۔ ان کی مثال یوں ہے کہ جیسے کراچی جانے کے لیے ایک

Marfat.com

شخص کو گاڑی کے ڈبے میں بند کردیا جائے اور دوسرے ڈبے والوں کے شیشے کھول دیئے جائیں اپنی اپنی منزل پر پہنچیں گے تو دونوں ہی لیکن باہر کے نظارے کچھ لوگ دیکھ سکیں گے اور کچھ کو یہ سب نظر نہیں آئے گا۔ بزرگوں نے کہا کیفیات کا طالب مولا کا طالب نہیں ہے۔ ہمیشہ رضائے الٰہی اور محبت الٰہی کی دعا اور کوشش کرے کیفیات کے پیچھے نہ پڑے۔ ہمیں عبدالطیف بننا چاہیے۔ عبدالطف نہیں بننا چاہیے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا بعض لوگ ہماری مجلس میں اس حالات میں چلے آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہوتا ہے۔ یہ کشف بصری تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ایک آدمی کے نہانے کے پانی کو دیکھا، اس میں زنا کے اثرات دیکھ لئے۔ اسے بلوایا اور پوچھا تو اس نے اعتراف کیا اور سچی پکی توبہ کی۔ ارشاد فرمایا ساٹھ قفل کے اندر بھی عبادت کرو تو اللہ تعالیٰ چہرے کے نور سے عبادت ظاہر کردے گا جو معمولات کی پابندی کرتا ہے وہ بیٹھ کر محفل میں باتیں کرتا ہے اور دکھاوا کرتا ہے۔ تو اس کے اثرات نکل جاتے ہیں۔ اس کی خود خبر دینے کی کیا ضرورت ہے اللہ تعالیٰ تو خود ہی خبر کردیا کرتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خوش ہوتے ہیں تو 70 رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ایک دنیا کے کاموں کے لیے کافی ہو جاتی ہے اور 69 آخرت کے لیے ہوتی ہیں۔ مفہوم حدیث ہے تم دن کے شروع میں مجھے یاد کرلیا کرو میں تمہیں سارے دن کے لیے کافی رہوں گا۔ ارشاد فرمایا اگر غلط طریقے سے 30 ہزار بھی کما کر لے آئیں تو ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ کیونکہ ان سے برکت اٹھا لی جاتی ہے۔ ایمان دار آدمی کو تمام چیزیں اور مال دولت بھی مل جائیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کردے گا۔ وہ ان چیزوں کو لات مار دے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ دولت کے نشے میں اللہ کو نہیں بھولے گا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاریؒ سے تصوف کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا کہ جو اجمالی معاملہ ہے وہ تفصیلی ہو جاتا ہے۔ جو ظنی ہے وہ کشفی ہوجاتا ہے۔ ذکر و مراقبہ کرنے سے تعلق وصحبت کی کیفیات کھلتی ہیں۔ ذکر و مراقبہ سے حقائق کی گرد پڑ جاتی ہے۔ ذکر و مراقبہ کرنے سے یہ گرد صاف ہو جاتی ہے اور دل میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ بزرگ سے کسی نے پوچھا دل میں حرارت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ فرمایا ہاتھ کو ہاتھ پر ملو کیا کچھ حرارت پیدا ہوئی؟ کہا پیدا ہوئی ہے۔ فرمایا اگر ہم دل پر اللہ کے نام کو رگڑیں گے تو حرارت پیدا نہیں ہوگی؟ ضرور ہو گی۔ دل سے اللہ کا نام لے کر تو دیکھیں معمولات اور مراقبہ کی پابندی کریں تو یہ کیسے

Marfat.com

ہو سکتا ہے۔ کہ دل میں حرارت پیدا نہ ہو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر کتنے یقین سے کہتا ہے کہ فلاں دوائی کا یہ اثر ہے۔ فلاں دوائی ایسی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ہمیں ذکر مراقبے کے اثرات کا یقین نہیں کرتے۔ شروع سے لوگ یہ کرتے آ رہے ہیں۔ کروڑوں انسان ان معمولات سے مستفید ہو چکے ہیں۔ کتنا بڑا اسپیشلسٹ ہو اگر اس کے نسخہ کے ساتھ پرہیز نہ ہو تو اتنا بڑا نسخہ بھی فائدہ نہیں دے گا۔ اسی طرح ذکر و مراقبہ کے ساتھ ساتھ گناہوں سے پرہیز بھی ضروری ہے۔ ورنہ وہ نتائج حاصل نہیں ہوں گے جو کہ حاصل ہونے چاہئیں۔ اس لیے گناہوں سے بچنا بہت ضروری ہے۔

مدت لگتی ہے کیفیات اور اتباع سنت کو حاصل کرنے میں لیکن پرہیز نہ کرنے سے یہ کیفیات جلدی ضائع ہو جاتی ہیں۔ گناہوں سے بچ بچ کے رہنا ضروری بہت ہی ضروری ہے۔ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ جسمانی بیماری کے لیے بھی اور روحانی بیماری کے لیے بھی یہ تمثیل صادق آتی ہے۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ کیفیات کیسے حاصل ہوتی ہیں؟ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ رابطہ شیخ ہو معمولات کی پابندی ہو اتباع شریعت ہو جب شیخ کے سامنے ہو تو بہت زیادہ خدمت کرے اور جب شیخ موجود نہ ہوں تو معمولات کی پابندی کریں۔ بعض اوقات کسی کامل ولی کے انگلی رکھنے سے قلب متحرک ہو جاتا ہے اور پابندی معمولات سے دل جاری ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ رابطہ اور معمولات بہت ضروری ہیں۔

پاکیزگی اور چیز ہے صفائی اور چیز ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی چیز ملی ہو لیکن پاک ہو اور کوئی چیز صاف ستھری ہو لیکن ناپاک ہو۔ خواتین بعض اوقات بداحتیاطی کر جاتی ہیں۔ گھر کی صفائی کرتے ہوئے گیلا کپڑا فرش پر لگا رہی ہوتی ہیں اور اسی سے دروازوں کو صاف کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ بچوں والی عورتیں جن ہاتھوں سے بچوں کو پاک کرتی ہیں انہیں اچھی طرح پاک کیے بغیر دوسرے کام سرانجام دیتی ہیں۔ جب تک ظاہری پاکیزگی حاصل نہ ہو گی تب تک باطنی پاکیزگی کیسے حاصل ہو گی۔ ارشاد فرمایا بعض اوقات ظاہری ناپاکی کی وجہ سے ذکر و مراقبہ کے اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ اگر ہم نے پاکیزگی نہ سیکھی تو ہمارا کافی معاملہ گڑ بڑ ہے۔ اکثر اوقات فرش پر پانی کے قطرے ہوتے ہیں۔ اسی پر ننگے پاؤں رکھ دیتے ہیں۔ یا گیلے فرش پر ننگے پاؤں چلنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر فرش پر ناپاکی ہوئی تو گیلے فرش کی وجہ سے ناپاکی دوسری چیزوں کو بھی لگ جائے گی۔

حضرت خواجہ محمد معصومؒ اور خواجہ محمد صادق فرزندان حضرت مجددؒ کی باطنی کیفیات بہت

Marfat.com

بڑھ جاتی تھیں تو حضرت خواجہ باقی باللہؒ ان کو بازار کا کھانا کھلاتے۔ پھر ان کی کیفیات ذرا کم ہو جاتی تھیں۔ یہ اس وقت کے بازار کے کھانے کی کیفیت تھی آج کل تو اللہ رحم کرے، بازاروں کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ کھانا بنانے والے اکثر لوگوں کو غسل کے فرضوں تک کا علم نہیں ہوتا۔ بعض لوگ تو کئی کئی دن تک نماز کے قریب نہیں جاتے۔ سوچیں ایسے لوگوں کے ہاتھوں کے پکے ہوئے کھانے سے دلوں میں نور آئے گا یا اندھیرا آئے گا۔ (ترجمہ) اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔

فیض کا مفہوم انوار و برکات ہیں۔ منازل دراز ہیں۔ مراقبہ حقیقت قرآن، مراقبہ کعبۂ ربانی وغیرہ سب کے دائرہ لاتعین تک پہنچاتا ہے۔ اپنے بارے میں ارشاد فرمایا مجھے 20 سال ہوئے ہیں۔ کوئی دن ذکر اور مراقبہ میں ایسا نہیں آیا کہ میں دنیاوی کام کے قابل نہ رہا ہوں۔ اگر سالک غافل ہے یا کوئی کمی کوتاہی ہے تو بھاگے نہیں بلکہ شیخ سے ملے اور شیخ کی توجہات حاصل کرے اور ان کی بابرکت صحبت سے فائدہ اٹھالے۔ مزہ تو تب ہے کہ معرفت میں کمال حاصل کر کے اس دنیا سے جائے۔

مرید اگر قلبی رابطہ زیادہ نہیں رکھتا تو سستی آ جاتی ہے قلبی رابطہ محبت سے بڑھتا ہے۔ جس کو مراقبے میں جتنے خیالات آئیں گے اتنا ہی اجر زیادہ ملے گا۔ جس طرح حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اسے دگنا اجر ملتا ہے بعض اوقات شیخ مرید کی حالت دیکھ کر اسے لیٹ کر بھی مراقبہ کرنے کی اجازت دے دیتا ہے۔ کیا کوئی طبیب ہے جو سب کو ایک جیسی دوا دیتا ہے۔ ایک لفظ ہے سالک اور ایک لفظ ہے مجذوب اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ مجذوب عقل سے فارغ ہے۔ جنہیں از خود عبادت کا شوق ہے تو وہ مجذوبی کیفیت والا ہے۔ اور جنہیں پہلے از خود عبادت کرنی پڑے تو وہ سالک ہے۔ شیخ کی طرف دیکھنے سے بھی نہیں ملتا ہے۔ بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ شیخ سامنے بیٹھے ہوتے ہیں اور مریدین لوگوں کی اوٹ میں پیچھے پیچھے باتیں کر رہے ہوتے ہیں اگر کسی کو بہت مجبوری ہے تو وہ ایک طرف اوجھل ہو کر بات کرے۔ آدابِ شیخ بھی اسی طرح ضروری ہیں جس طرح آدابِ استاد ضروری ہیں۔

توجہ سے پیر مرید کی غفلت کو دور کرتا ہے ایک دفعہ خواجہ غلام علی دہلوی نے کوئی مشتبہ کھانا کھا لیا تو کیفیات ختم ہو گئیں وہ اپنے شیخ مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے پاس گئے اور اپنی حقیقت حال بیان کر دی۔ انہوں نے کئی دن تک توجہ دی۔ تب کہیں اس چیز کا اثر زائل ہوا۔ ہمارے مشائخ ایسے عالی ہمت ہیں کہ ان کی توجہات اکسیر کی طرح سریع الاثر ہیں۔ شرط

Marfat.com

یہ ہے کہ مرید سچی طلب لے کر آئے آج کل مریدین میں ایسے لاپرواہی ہے کہ آداب شیخ سے ہی واقف نہیں ہیں۔ بے ادبی بھی کر جاتے ہیں اور بے آدبی کی نحوستوں سے بھی واقف نہیں ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے کوئی چیز قلمبند فرمائی اور مولانا رشید احمد کو کہا کہ نقل کر کے لاؤ۔ ایک لفظ غلط لکھا ہوا تھا، سارا نقل کر کے لائے اور غلط لفظ کے بارے میں کہا کہ یہ سمجھ نہیں آ رہا۔ حضرت نے بتا دیا یہ نہیں کہا کہ آپ نے غلط لکھا ہے اور ادب کا تقاضا بھی یہی تھا جیسا کہ انہوں نے کیا۔

لایعنی سے پرہیز، طنز و مزاح، غیبت سے بچنا تصوف کی ابتدائی چیزیں ہیں۔ اگر ان سے نہ رکے تو ذکر کا اثر زائل ہو جاتا ہے ذکر پھر فائدہ نہیں دیتا۔ مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذکر اذکار بھی کرتا رہے اور شیخ کو اپنے حالات سے بھی باخبر رکھے۔ بہت دفعہ شیخ پر کشفاً مرید کے حالات واضح ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب تک مرید خود دلچسپی ظاہر نہ کرے تو بعض اوقات شیخ از خود نہیں پوچھتا۔ اس لیے مرید کو اپنے حالات خود تفصیل سے بتانے چاہئیں۔ یہ نہ سوچے کہ حضرت کو کشف کے ذریعے خود ہی معلوم ہو جائے گا۔

شیطان کئی دفعہ خوابوں کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے کبھی کبھی بعض صوفیوں کو بڑے خواب نظر آتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ کا ایک مرید تھا۔ وہ خواب میں جنت دیکھتا تھا۔ حضرت کو پتہ چلا تو فرمایا۔ آب اگر دیکھو تو لاحول پڑھنا مرید نے ایسا ہی کیا لاحول پڑھی تو ہر چیز غائب ہوگئی۔ تب معلوم ہوا کہ سب شیطان کا دھوکہ تھا۔ مرید کو خوابوں کا شہزادہ نہیں بننا چاہیے کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا اور وہ دیکھا۔ خواب، خواب ہی ہوتا ہے۔ حقیقت نہیں بن جاتا۔ خواب پر ناز نہیں ہونا چاہیے اس سے عُجب پیدا ہوتا ہے بعض جاہل صوفیوں کی گفتگو کی ابتداء بھی خواب سے اور انتہا بھی خواب پر ہی ہوتی ہے۔ بظاہر سنت پر عمل نہ ہو تو خواب میں زیارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہو جانا بھی اتنی فضیلت کی بات نہیں ہے۔ ہمارے بزرگ خوابوں کا زیادہ تذکرہ نہیں فرماتے تھے۔ کئی لوگوں کو پوچھا جاتا ہے کہ حالات بتاؤ تو وہ خواب ہی سناتے جاتے ہیں۔

امام ابن سیرین کو علم الرویا دیا گیا تھا، ایک آدمی نے کہا خواب میں آذان دے رہا ہوں۔ فرمایا عزت ملے گی۔ دوسرے نے کہا خواب میں آذان دے رہا ہوں۔ فرمایا تیرے ہاتھ کٹیں گے۔ دونوں کے ساتھ وہی معاملہ پیش آیا ایک اور آدمی آیا کہا خواب میں آگ جلتی

Marfat.com

دیکھی ہے فرمایا تمہیں مال ملے گا دوسرے کو اسی خواب کی یہ تعبیر دی کہ تمہیں اذیت ملے گی۔ ایک جیسے خواب کی تعبیر میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ایک کو خواب سردی میں آیا تھا۔ دوسرے کو گرمی میں آیا تھا۔ خوابوں کی دنیا میں گمراہی کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔ جو شخص اوندھے منہ سوتا ہے یا گیس کا شکار ہوتا ہے تو اسے خواب بہت نظر آتے ہیں۔ بعض عورتوں کو خواب دیکھنے کی بڑی عادت ہوتی ہے اگر خواب میں مردہ نظر آ جائے تو ڈرتی پھرتی ہیں۔ صدقہ دیتی پھرتی ہیں مگر نماز نہیں پڑھتی ہیں۔

اپنے خوابوں کی تعبیر خود ہی نہیں کرنی چاہیے عام سالک کے لیے خطرہ ہوتا ہے کہ شیطان اس کو گمراہ کر دے ایک دفعہ بیان فرمایا۔ ایک خاتون نے خواب میں اپنے آپ کو ننگا دیکھا۔ چرند، پرند اور انسان وحیوان سب اس کی عزت خراب کر رہے تھے۔ اس نے لونڈی کو علامہ امام بن سیرین کے پاس بھیجا اور کہا یہ خواب اپنی طرف منسوب کر کے بیان کرنا۔ امام ابن سیرین نے خواب سن کر فرمایا۔ لونڈی یہ خواب دیکھ ہی نہیں سکتی۔ وہ زبیدہ کے پاس گئی۔ تو انہوں نے کہا کہ اچھا میرا نام ظاہر کر دو۔ امام ابن سیرینؒ نے فرمایا۔ ہاں! زبیدہ یہ خواب دیکھ سکتی ہے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کوئی ایسا کام کرے گی کہ سب مخلوق اس سے فائدہ اٹھائے گی۔ چنانچہ انہوں نے نہر زبیدہ بنوائی جس سے حاجی لوگوں اور دوسرے جانداروں نے فائدہ اٹھایا۔

مفہوم حدیثؐ ہے۔ قلب عبد اللہ (اللہ کے بندے کا دل) عرش اللہ (اللہ کا عرش) ہوتا ہے۔ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے نہ تو میں آسمان میں سماتا ہوں نہ زمینوں میں سماتا ہوں۔ بلکہ میں تو مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں۔ جو دل بیدار نہیں ہوتے وہ دل نہیں ہوتے پتھر ہوتے ہیں کئی بندوں کے سینوں میں دل نہیں ہوتا بلکہ سل ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو انسان کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔

عمل کا شوق پیدا ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ حضرت ربیعہؓ کو حضور ﷺ کی خدمت کا شوق تھا۔ ایک دفعہ حضور ﷺ حضرت ربیعہؓ سے اتنے خوش ہوئے فرمایا جو کہو گے وہ تیرے لیے دعا کروں گا۔ حضرت ربیعہؓ نے کہا میرے لیے یہ دعا فرما دیں کہ جنت میں آپ کا اس طرح ساتھ ہو جس طرح دو انگلیاں ساتھ ہوتی ہیں۔ آدمی اپنے شیخ کی اتنی خدمت کرے کہ بے اختیار شیخ کے دل سے اس کے لیے دعائیں نکلیں۔ اللہ والے تو دعائیں لیتے ہیں کرواتے نہیں ہیں۔

Marfat.com

فرض کریں آپ کے پاس 1000 گولیاں ہیں جن میں سے 999 میٹھی ہیں اور ایک زہر سے بھری ہے کیا ان میں سے کڑوی گولی آپ کھالیں گے کبھی نہیں کھائیں گے اپنی جان کی خاطر خطرہ مول نہیں لیں گے۔ سوچیں دنیا کی خاطر تو ذرا سا خطرہ مول نہیں لیتے اور آخرت کے لیے اتنا بڑا خطرہ مول لے لیتے ہیں کہ کبھی تو اللہ تعالیٰ معاف کر ہی دیں گے۔ حالانکہ شروع ہی سے معافی کی کوشش کرنی چاہیے۔

شیطان بعض اوقات ایسے گناہ کرواتا ہے کہ جو گناہوں کی ماں ہوتے ہیں۔ مثلاً عورتیں سجاوٹ کے لیے ناخن پالش لگاتی ہیں۔ بظاہر تو معمولی سا گناہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ گناہوں کی ماں ہے نہ اس سے غسل ہوگا۔ نہ وضو ہوگا۔ یہ پکا شریعت کا مسئلہ ہے۔ پھر یونہی ناپاک زمین میں پھرے گی۔ اگر پوچھا جائے کہ یہ بناؤ سنگھار کس لیے ہے تو کہے گی کہ خاوند کے لیے بنتی سنورتی ہوں۔ تو گھر میں رہے گھر میں تو کوئی سنگار نہیں کرتی لیکن رشتے داروں کی طرف جانا ہو یا کہیں پارٹی میں جانا ہو تو پھر بنتی سنورتی ہیں۔ تاکہ دکھاوا ہو نمائش ہو۔ سوچتی ہیں کہ دوسری عورتیں دیکھ کر کیا کہیں گی کہیں ناک نہ کٹ جائے سوچنا چاہیے کہ اگر قیامت میں انبیاء کے سامنے ناک کٹ گئی تو پھر کیا بنے گا۔ عورتیں ناخن پالش کو معمولی گناہ نہ سمجھیں اس کی بجائے مہندی بھی تو لگا لی جا سکتی ہے۔

عورت کی بے دینی میں خاوند کا بھی قصور ہوتا ہے۔ اگر سب باتوں کا نچوڑ نکالیں تو گھر والے زیادہ قصور وار نکلتے ہیں۔ اگر مرد سربراہ ہے۔ سمجھ دار ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو بھی دین کا پابند رکھے اور گھر والوں کو بھی نیکی کی تلقین کرے۔ اگر عورتیں سمجھ جائیں تو مرد سے زیادہ نیکی کی پابند ہو جاتی ہیں۔ اور مرد کو بھی راہ راست پر رکھ سکتی ہیں۔ فرمایا کئی مائیں ایسی ہیں کہ ان کی آگے بیٹیاں بھی بیاہی جاتی ہیں۔ یعنی ان کی شادی ہو جاتی ہیں لیکن غسل کے فرائض تک کا پتہ نہیں ہوتا۔ اگر گھر کا ماحول ایسا ہوگا دین سے دوری ہوگی تو بچے وہی کچھ کریں گے جو بڑوں کو کرتا دیکھیں گے۔

عورت تو اگر چھپکلی بھی دیکھ لے تو ڈر جاتی ہیں اگر اسے شہد کی مکھی کاٹ لے یا بھڑ کاٹ لے تو شور مچا دیتی ہیں۔ مگر دوزخ کے عذاب سے نہیں ڈرتی۔ یہ نہیں سوچتی کہ جن زیورات سے بناؤ سنگار کرتی ہیں اگر ان کی زکوٰۃ نہیں دے گی تو زیورات کی سلاخیں بنا کر دوزخ میں ان کی پیشانیوں کو داغا جائے گا۔ اس بات سے انہیں ڈر کیوں نہیں لگتا۔

اگر ایک لاکھ ماؤں کی رائے سروے کے ذریعے معلوم کی جائے تو شاید ہی ایک ماں

Marfat.com

ایسی نکلے جو اپنے بچوں کو یہ بات سکھائے کہ تجھے وقت کا ولی بننا ہے۔ مجدد بننا ہے۔ فرمایا جب بچے ماں باپ سے یہی سنتے ہیں۔ بار بار اس کی تکرار ہوتی ہے کہ تجھے لیفٹیننٹ بننا ہے۔ جنرل بننا ہے۔ ڈاکٹر بننا ہے۔ MBA بننا ہے۔ تو پھر بچہ جب بار بار یہی کچھ سنتا ہے تو اسی کو مقصد زندگی بنا لیتا ہے۔

ایک پی ایچ ڈی ڈاکٹر اپنے باپ کے جنازے میں شامل ہوا تو بہت زیادہ رو رہا تھا۔ سب نے تسلی دی اور اس قدر زار و قطار رونے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا موت تو سب کو آنی ہے یہ تو اٹل حقیقت ہے۔ میں اس وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ میرے باپ نے مجھے اتنی دنیاوی تعلیم دلوائی مگر دین کی تھوڑی سی بھی تعلیم نہ دلوائی۔ کہ مجھے جنازے کی دعا اور نماز ہی آ جاتی۔ ڈاکٹر تو بن گیا مگر جنازے کی دعا یاد نہیں کہ باپ کے جنازے پر پڑھوں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا کی تعلیم نہ دلانا بلکہ یہی کہتے ہیں کہ انصاف کرو اگر چھ بچے ہیں۔ تو تین مدرسے اور تین سکول بھیجو اگر بچوں کو دنیاوی تعلیم دلا رہے ہیں تو دینی تعلیم سے بھی بے بہرہ نہ رکھیں۔ 90 فیصد گھرانے ایسے ہیں کہ جن کے بچے آدھی زندگی انگریزی سکولوں میں گزارتے ہیں اور بعد کی زندگی دفتروں کے چکر میں پھنس کر گزر جاتی ہے اور دین سیکھنے کے لیے فرصت ہی نہیں ملتی۔

جس نے رب کی معرفت کو پا لیا۔ اس کی زبان لمبی ہوگی۔ یعنی اسے دعوت و ارشاد کے کام پر فائز کر دیا گیا اور بعض بزرگ ایسے گزرے ہیں۔ جن کی زبان چھوٹی ہوگی۔ یعنی وہ مقام حیرت میں تھے۔ حضرت مجددؒ کو اپنے شیخ کے بارے میں اتنا پختہ یقین تھا۔ ایسا پکا عقیدہ تھا کہ فرماتے۔ حضرت ابو بکرؓ کے بعد اگر کسی کو شیخ کامل ملا ہے تو مجھے شیخ کامل ملا ہے۔ اسی محبت کی برکت سے مجدد الف ثانیؒ بنا دئے گئے۔

ایک پیر طریقت ہوتا ہے اور ایک پیر صحبت ہوتا ہے مثلاً کسی بزرگ سے بیعت کا تعلق ہے لیکن وہ کسی دوسرے ملک میں رہتے ہیں۔ اگر آدمی اپنے ملک اور دیس کے پیر کے پاس بیٹھے یہ پیر صحبت ہوگا۔ لیکن پیر طریقت کی اجازت کے لیے ایسا نہ کرے۔ اگر پیر وفات پا جائے تو دوسرے سے بیعت کرے۔ جہاں اسے عقیدت محبت اور صحبت کا موقع ملے اور فائدہ اٹھائے۔ مثلاً ایک واقعہ بیان فرمایا کہ کہیں کتاب میں پڑھا کہ حضرت لاہوریؒ کے بہت سے مرید ان کی وفات کے بعد دنیا داری میں مبتلا ہو گئے۔ کیوں کہ انہوں نے تکمیل کی خاطرہ

Marfat.com

آ گئے بیعت نہیں کی ایسے لوگ پھر عام صحبت کی وجہ سے وقت کے ساتھ ساتھ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں بعض اوقات بہت ہی گراوٹ ہو جاتی ہے۔

اگر بادشاہ کسی غلام کو خدمت کے لیے رکھ لے تو اس کا احسان ہے اسی طرح اگر پیر کسی مرید کو خدمت کا موقع دے تو یہ پیر کا احسان سمجھے۔ اگر مرید کوئی بات نہ سمجھے تو چاہیے کہ سوال کرے۔

بعض مشائخ کے اپنے معمولات ہوتے ہیں اس لیے اپنے شیخ سے اجازت لیے بغیر کچھ نہ کرے مثلاً اگر شیخ بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاتے تو مرید کے لیے ایسا کرنا مشکل ہوگا شیخ کا ظرف اور ہوتا ہے۔ مرید کا ظرف اور ہوتا ہے مرید کو یہی سمجھنا چاہیے کہ شیخ جو عمل کر رہا ہے وہ صحیح ہے۔ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے ایسا نہیں کر پا رہا۔ اپنے شیخ کی صحبت میں باوضو رہنے ان کے چہرے کو دیکھنے اور باتیں سننے سے بھی فیض ملتا ہے۔ فرمایا الحمد للہ میں نے اپنے شیخ کا چہرہ اکثر و بیشتر باوضو دیکھا ہے۔

شیخ کے پاس جماعت میں اس طرح رہے جیسے اصحاف کہف کے ساتھ ان کا کتا تھا اور اصحاب کہف کے صدقے میں کتا بھی جنت میں چلا جائے گا یعنی جماعت میں اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھے۔ شیخ کی غیر موجودگی میں بھی آدب کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس سے اخلاص پیدا ہوگا۔ علماء نے شیخ اور باپ کے مرتبہ میں بحث کی ہے اور شیخ کے بلند مرتبہ کے لیے زیادہ دلائل دیئے ہیں۔ کیونکہ وہ روحانی والد ہیں۔ اپنے شیخ کو اچھے برے حالات و کیفیات بتانے کا بہت فائدہ ہوتا ہے کیونکہ پھر شیخ مرید کے لیے استغفار کرتا ہے اور توجہ فرماتا ہے۔

حضرت کا ایک مرید تھا اس کے لطائف بند ہو گئے حضرت نے فرمایا سوچو تم نے کوئی بے ادبی کی ہوگی۔ اس نے بہت سوچا اور پھر کہنے لگا کہ ایک دفعہ آپ کے عصا کے اوپر سے گزر گیا تھا فرمایا یہی بے ادبی ہوئی۔ پھر حضرت نے توجہ فرمائی اور لطائف جاری ہو گئے۔

اگر بظاہر شیخ سے کوئی خلاف شریعت امر بھی ثابت ہو تو اعتراض نہ کرے اور یہی سمجھے کہ اس میں کوئی حکمت ہے۔ اور میری موٹی عقل اس حکمت تک نہیں پہنچ پا رہی۔ بعض دفعہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ کاملین پر امتحان آ جاتے ہیں۔ مثلاً ابدال کے دل میں برائی کا اگر وسوسہ بھی آ جائے تو پکڑ ہو جاتی ہے۔ کسی کا قول ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی کاملین کی برائیاں سمجھی جاتی ہیں۔

بعض دفعہ انفرادی توجہ ڈالنی پڑتی ہے۔ اور بعض دفعہ اجتماعی طور پر توجہ کرنی پڑتی

Marfat.com

ہے۔ علیحدہ توجہ ڈالنے کی حکمت یہ ہے کہ کئی لوگوں پر سلب گناہ کی توجہ ڈالنی ہے اور کئی لوگوں کی شہوت پرستی کو دور کرنے کے لیے توجہ ڈالنی پڑتی ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں بعض لوگوں کے دلوں پر توجہ دیتا ہوں تو فیض لوٹ کر واپس آجاتا ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ میرے لیے ان دلوں میں کوئی جگہ نہیں ہے شیخ خصوصی توجہات کے ذریعے غیبت، جھوٹ، بری عادتوں وغیرہ کو دور کرتا ہے۔ توجہات کے ذریعے مرید کو دھکا لگایا جاتا ہے۔ جس طرح بعض دفعہ انجن دھکا سٹارٹ ہو جاتا ہے اور دھکا لگانے سے چلتا ہے۔

حضرت خواجہ احمد سعید قریشی نے ایک آدمی کو بیعت کے تیسرے ہی دن خلافت دے دی پرانے لوگوں نے کہا حضرت ان کو اتنی جلدی خلافت دے دی۔ فرمایا اپنا چراغ درست کر کے لایا تھا۔ بس میں نے تو آگ لگا دی۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس کا والد سعودی عرب میں مسجد کا متولی تھا۔ اور اپنے والد کے ساتھ حرم شریف میں کثرت سے آتا جاتا تھا۔ شیخ کے ادب کے بارے میں کرتے ہوئے فرمایا۔ ہم نماز باجماعت کی نیت اور تکبیر تحریمہ بھی اپنے شیخ کی نیت باندھنے کے بعد باندھتے تھے کہ ہوسکتا ہے کہ انہیں کوئی بات بتانی ہوں۔

موت کے لیے بوڑھا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ مہلت کو پورا ہونا ضروری ہے عقل معاش ہوتی ہے۔ یعنی دنیا کی فکر کرنے والی عقل اور ایک ہوتی ہے عقل معاد یعنی فکر آخرت کرنے والی عقل جو عقل معاذ کو ترجیح دے گا حقیقت میں کامیاب وہی ہوگا۔ ایک آدمی جس نے دنیا میں سب سے زیادہ عیش کی ہوگی۔ قیامت کے دن اسے دوزخ کے کنارے لے جایا جائے گا۔ جب اسے دوزخ کا دھواں لگے گا تو وہ قسم کھا کر کہے گا کہ میں نے تو دنیا میں کبھی آسانی کو دیکھا ہی نہیں۔ اسی طرح ایک آدمی جس نے دنیا میں سب سے زیادہ مصیبت اٹھائی ہوگی۔ جب اسے جنت کے کنارے پر لے جایا جائے گا تو اسے دنیا کے تمام مصائب و تکالیف بھول جائیں گے۔

چیزوں میں نفع و نقصان کے اثرات کو اللہ تعالیٰ رکھ دیتے ہیں کبھی دودھ پیتے ہیں تو فائدہ ہوتا ہے اور کبھی دودھ ہی سے انسان بیمار بھی ہو جاتا ہے اور موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔ قربان جائیں اللہ تعالیٰ کے اس کی اتنی مہربانیاں اور کرم نوازیاں ہوتی ہیں۔ لیکن ہم لوگ سمجھ نہیں پاتے۔ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ مالک اور نوکر سب کو نوازتا ہے۔ جو کسی کو کھانا کھلاتا ہے۔ تو اس کے پکانے والے اٹھا کر مہمان کے سامنے لانے والے اور کمانے والے تینوں کو رب العزت بخش دیتے ہیں۔ خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ کے پاس جب خرچ ختم ہو جاتا تو جو کچھ موجود

Marfat.com

ہوتا وہ بھی خرچ کر دیتے تھے۔ اور پھر فتوحات کے دروازے کھل جاتے تھے اللہ پر توکل بڑی چیز ہے۔ ہم اللہ پر توکل تو نہیں رکھتے ان بڑے لوگوں کا توکل بھی بڑا ہوتا ہے۔

آخر مرشد کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

ہر دور اور ہر زمانے میں انسانیت کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ اور رجال اللہ کو ذریعہ بنایا۔ کئی مرتبہ ایسا تو ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیؑ کو مبعوث فرمایا مگر کتاب نہیں بھیجی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کتاب بھیج دی ہو مگر نبیؑ کو نہ بھیجا گیا ہو۔ اس سے رجال اللہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ مزید براں کبھی کسی قوم پر عذاب نازل نہیں ہوا جب تک کہ تمام حجت کے لیے نبی کو نہ بھیجا گیا ہو۔ فرمان الٰہی ہے۔

"وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" (بنی اسرائیل: آیت 15)

اور ہم (کبھی) سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج دیتے۔

یہ اس لیے کہ ہر انسان کو اپنی تربیت کے لیے مربی اور تزکیہ کے لیے مزکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ درج ذیل میں اس کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل:

دلیل نمبر1: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"واتبع سبیل من اناب الی" (لقمان: آیت 15)

تفسیر جلالین میں ہے "واتبع سبیل" (طریق) "من اناب (ارجع) الی بالطاعة" (جلالین صفحہ 347)

تفسیر عثمانی میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے یعنی پیغمبروں اور مخلص بندوں کی راہ پر چل۔ (تفسیر عثمانی صفحہ 548)

تفسیر مواہب الرحمٰن میں اس آیت کے تحت فرمایا گیا "اور تو ایسے شخص کی راہ چل جو ہمہ تن میری جانب جھکا ہے۔ یعنی وہ اولاً پیغمبر ﷺ ہیں اور ثانیاً آپ کے صالحین امت ہیں۔ (مواہب الرحمٰن صفحہ 83)

دلیل نمبر 2: ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا ایها الذین آمنوا اتقو الله و ابتغوا الیه الوسیلة و جاهد وا فی سبیله لعلکم تفلحون (المائدہ: آیت 35)

Marfat.com

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب ڈھونڈو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا کرو امید ہے تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

"و ابتغو الیه الوسیلة " کی تفسیر میں علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں" الوسیلة هی التی یتوصل بها الی تحصیل المقصود " (تفسیر ابن کثیر عربی صفحہ 54)

وابتغوا الیه الوسیلة کے تحت تفسیر جلالین میں ہے۔" مایقربکم الیه من طاعته" جلالین صفحہ 99)

لہٰذا محققین تفسیر کا فرمان ہے کہ الوسیلہ سے مرشد مراد ہے جب سبب بنتا ہے اللہ تعالیٰ کے قرب کا اور انسان کی اصلاح کا جب کہ" وجاہدوا فی سبیلہ" میں نفس کے خلاف مجاہدے (اشغال تصوف) کی طرف اشارہ ہے حدیث پاک میں ہے۔" المجاهد من جاهد نفسه فی طاعة الله " (مشکوۃ شریف)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جہاد کرے۔

مرشد عالم حضرت خواجہ غلام حبیبؒ اپنے بیانات میں اس آیت کے تحت فرماتے تھے آسمان سے بارش کون برساتا ہے؟ اللہ' مگر بادل وسیلہ بن جاتا ہے۔ اولاد کون دیتا ہے؟ اللہ' مگر ماں باپ وسیلہ بن جاتے ہیں۔ دل میں انوارات کون ڈالتا ہے؟ اللہ' مگر پیرو مرشد اس کا وسیلہ بن جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔" وابتغو الیہ الوسیلة" اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

دلیل نمبر 3: ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" یاایها الذین آمنوا اتقوا الله و کونو مع الصادقین "

(التوبہ: آیت نمبر 119)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

علامہ ابن کثیر صادقین کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔"قال الضحاک هم ابو بکر و عمرو اصحابهما"(تفسیر ابن کثیر عربی صفحہ 407)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ مشائخ طریقت کے سلاسل اربعہ واسطہ بہ واسطہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ سے ملتے ہیں حضرت مفتی محمد شفیع فرماتے "اس جگہ قرآن کریم نے علماء وصلحاء کی بجائے صادقین کا لفظ اختیار فرما کر عالم و صالح کی

Marfat.com

پہچان بتلا دی کہ صالح صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو نیت و ارادے کا بھی سچا ہو قول کا بھی سچا ہو۔ عمل کا بھی سچا ہو۔ (معارف القرآن)

دلیل نمبر 4: امام رازیؒ اپنی تفسیر کبیر میں "انعمت علیھم" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لم یکتف علیه اھدنا الصراط المستقیم بل قال صراط الذین انعمت علیھم و ھذا یدل علی ان المرید لا سبیل له الی الوصول الی مقامات الھدایة المکاشفة الا اذا اقتدی بشیخ یھدیه الی سواء السبیل و یحصنه عن مواقع الا غالیط والا ضالیل و ذلک لان النقص غالب عن الخلق و عقولھم غیر وافیة بادراک الحق و تمیز الصواب عن الغلط فلابد من کامل یقتدی به الناقص حتی یتقوی عقل ذلک الناقص بنور عقل الی مدارح السعادات و معارج الکسالات" (تفسیر کبیر)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوگئی تھی اور ہم آپ ﷺ کے دفن کے بعد ہاتھ سے مٹی بھی نہ جھاڑنے پائے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا تھا۔

پس صحابہ کرامؓ جیسی مقدس ہستیوں نے بھی تسلیم کیا کہ ان کی جو کیفیت نبی علیہ السلام کی صحبت میں ہوتی تھی وہ بغیر صحبت کے نہیں ہوتی تھی جس طرح صحابہ کرامؓ مشکوۃ نبوت سے اکتساب فیض کیا کرتے تھے آج بھی مریدان باصفا اپنے مشائخ کی صحبت میں رہ کر ان سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 2: مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حنظلہؓ گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلے "نافق حنظلة" (حنظلہ تو منافق ہوگیا) راستے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملاقات ہوئی۔ وہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو ہرگز نہیں۔ حضرت حنظلہؓ نے صورتحال بیان کی کہ جب ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضور دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں۔ جب حضور ﷺ کے پاس سے گھر واپس آ جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور جائیداد وغیرہ کے دھندوں

Marfat.com

میں پھنس کر اس کو بھول جاتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا یہ کیفیت تو ہمیں بھی پیش آتی ہے۔ پس دونوں حضرات نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتحال بیان کی تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا " اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تم سے بستروں اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ حنظلہ " گاہے گاہے" (یعنی گاہے حضوری کی کیفیت عروج پر ہوتی ہے اور گاہے اس میں کمی آ جاتی ہے تاکہ معاشی و معاشرتی نظام درست رہے) فیضان صحبت کی اس سے زیادہ واضح مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔

دلیل نمبر 3: حدیث پاک میں وارد ہے کہ ایک صحابی کو نظر لگ گئی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا " العین حق" (نظر اثر کرتی ہے) (ترمذی کتاب الاداب)

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس نظر میں عداوت ہو، حسد ہو، بغض ہو، کینہ ہو، وہ نظر اپنا اثر دکھا سکتی ہے تو جس نظر میں محبت ہو، شفقت ہو، رحمت ہو، اخلاص ہو، وہ نظر کیوں اثر نہیں دکھا سکتی۔ یہ اللہ والوں کی نظر ہی تو ہوتی ہے جو گناہوں میں لتھڑے ہوئے انسانوں میں احساس ندامت پیدا کرتی ہے اور رب کے دربار میں رب کا سوالی بنا کر کھڑا کر دیتی ہے۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

دلیل نمبر 4: حدیث پاک میں وارد ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہجرت کے وقت عبد اللہ بن ارقات کو کافر ہونے کے باوجود ظاہر سفر کا رہبر بنایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آج کے دور میں کوئی سالک اگر وصول الی اللہ کے راستے پر چلنے کے لیے کسی مومن کامل کو رہبر مقرر کرے گا تو اسے سفر کا رہبر مقرر کرنے والی سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا — دامن رہبر بگیر وپس بیا
بے رفیقے ہر کہ شد از راہ عشق — عمر بگذشت ونشد آگاہ عشق

اے دل! اگر تو اس سفر کی خواہش رکھتا ہے تو رہبر کا دامن پکڑ اور پیچھے چل کیونکہ بغیر ساتھی کے جو شخص راہ عشق پر چلا تمام عمر بے کار گذری اور عشق سے آگاہی نہ ہوئی۔

عقلی دلائل: نفس و شیطان انسان کے کھلے دشمن ہیں اور انسان کے عمل کو مزین کر کے اس

Marfat.com

کے سامنے پیش کرتے ہیں حتی کہ گمراہی کے باوجود انسان اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتا ہے۔" ویحسبون انھم مھتدون" (الاعراف آیت 30) اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔ جس طرح درخت کو اپنے پھل وزن دار معلوم نہیں ہوتے ہیں اسی طرح انسان کو اپنے عیوب وزن دار محسوس نہیں ہوتے۔ لہٰذا اصلاح و تربیت کے لیے کسی مربی کی ضرورت پڑتی ہے۔ چند عقلی دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر 1: ایک طالب علم کمرہ امتحان میں بیٹھا پرچہ حل کر رہا ہے تو وہ اپنے گمان میں ہر سوال کو ٹھیک حل کرتا ہے اگر اسے پتہ ہو کہ میں فلاں غلطی کر رہا ہوں تو وہ کرے ہی کیوں؟) جب طالب علم کا پرچہ استاد کے ہاتھ میں آتا ہے تو وہ بعض جوابات کو ٹھیک قرار دیتا ہے اور بعض کو غلط تب طالب علم بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس سے غلطی ہوئی۔ اسی طرح سالک اپنے زعم میں تحدیث نعمت سمجھ کر کسی بات کا اظہار کرتا ہے۔ مگر شیخ کامل پہنچانتا ہے کہ یہ عجب کی وجہ سے ہے۔ سالک اپنے خیال میں سخاوت کی وجہ سے مال خرچ کرتا ہے۔ مگر شیخ بتاتا ہے کہ یہ اسراف ہے پیرو مرشد کے بغیر گمراہی کے گڑھے میں گرنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ مرشد کے سایہ میں زندگی گزاری جائے۔

دلیل نمبر 2: امور دنیا میں ہر چھوٹا بڑا کام سیکھنا پڑتا ہے۔ حتی کہ کرتے پر بٹن لگانے کا طریقہ بھی بغیر سیکھے نہیں آتا۔ تو کیا دین کو سیکھنے کی ضرورت نہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "انما بعثت معلما" (میں معلم بن کر مبعوث ہوا ہوں) رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دین سکھایا۔ حتیٰ کہ صحابہ کرامؓ نے فرمایا۔ "تعلمنا الایمان ثم تعلمنا القرآن" (ہم نے پہلے ایمان سکھا پھر قرآن سیکھا) آج ظلمت و گمراہی کے دور میں ہمیں بغیر سیکھے دین کیسے آئے گا۔ پس ثابت ہوا کہ ہمیں پیرو مرشد سے دین سیکھنا پڑے گا۔

دلیل نمبر 3: کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں علم طب خود بخود سیکھ لوں گا یا انجینئرنگ کا فن خود حاصل کر لوں گا۔ اسی طرح کوئی آدمی دین بھی خود بخود نہیں سیکھ سکتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے "انما العلم بالعلم" علم سیکھنے ہی سے آتا ہے۔

دلیل نمبر 4: اگر کوئی پودا کسی مالی کے ہاتھوں میں پروان چڑھے تو وہ سیدھا بھی ہوتا ہے دیدہ زیب اور جاذب نظر بھی۔ جب کہ خود رو پودا ٹیڑھا بھی ہوتا ہے شاخیں فالتو پھیلی ہوئی اور بے سلیقہ لٹکی ہوئی ہوتی ہیں اسی طرح جو انسان کسی شیخ کامل سے تربیت پائے اس کی

Marfat.com

شخصیت حسن اخلاق کی وجہ سے دیدہ زیب ہوتی ہے۔ شریعت نے تربیت پانے کو اتنی اہمیت دی کہ سکھائے ہوئے کتے کے شکار کو بھی چھ شرائط کے ساتھ حلال جانا گیا۔ پس سالک کو بھی شیخ کامل کے زیر تربیت رہ کر دین سیکھنا ضروری ہے۔

چوں تو کردی ذات مرشد را قبول　　ہم خدا آمد ز ذاتش ہم رسول
نفس نتواں کشت الا ذات پیر　　دامن آں نفس کش محکم بگیر

تو نے پیر کی ذات کو قبول کر لیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ بھی مل گیا اور رسول بھی۔ اس نافرمان نفس کو پیر کی ذات کے سوائے کوئی نہیں مار سکتا۔ تو نفس کو مارنے والے پیر کا دامن مضبوط پکڑ۔

دلیل نمبر 5: اہل اللہ نے حکایت مورچہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک چیونٹی بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا چاہتی تھی مگر راستے میں دریا، پہاڑ اور صحرا تھے۔ اس چیونٹی نے ایک دن بیت اللہ میں رہنے والے ایک کبوتر کو دیکھا تو اس کے پاؤں کے ساتھ چمٹ گئی۔ کبوتر اڑ کر خانہ کعبہ پہنچا تو چیونٹی نے بھی بیت اللہ شریف کی زیارت کر لی۔

مور مسکیں ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد
دست برپائے کبوتر داد و ناگاہ رسید

ایک مسکین چیونٹی کے دل میں خواہش تھی کہ کعبہ پہنچے۔ اس نے کبوتر کے پاؤں پکڑ لئے اور منزل پر پہنچ گئی۔

دلیل نمبر 6: اصحاب کہف کے کتے نے چند دن صلحاء کی صحبت اختیار کی تو اس کے ساتھ جنت کا وعدہ ہوا۔

سگ اصحاب کہف روزے چند
پے نیکاں گرفت و مردم شد

اصحاب کہف کے کتے نے چند نیکیوں کی پیروی کی اور آدمی کے حکم میں ہو گیا۔

دلیل نمبر 7: ایک شخص ہوائی جہاز پر سفر کرنا چاہے تو وہ اچھی کمپنی کا ٹکٹ خریدتا ہے۔ پھر پائلٹ پر اعتماد کر کے جہاز میں بیٹھ جاتا ہے تو پائلٹ سواری کو منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ سالک اسی طرح شیخ کامل پر اعتماد کرتے ہوئے باطنی سفر کے لیے اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کرتا ہے

Marfat.com

تو شیخ اپنے مرید کو راہ سلوک پر چلاتا ہوا اللہ تعالیٰ سے واصل کر دیتا ہے۔

احوال صالحین سے دلائل: سلف صالحین کی زندگیوں سے چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر 1: حضرت وحشیؓ کو نبی علیہ السلام کی چند لمحے کی صحبت سے وہ مقام مل گیا کہ اگر پوری دنیا اویس قرنیؒ جیسے حضرات سے بھر جائے تو بھی ان کی گرد راہ کو نہیں پا سکتی۔ حضرت امام شافعیؒ سے کسی نے پوچھا حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں بدامنی رہی جب کہ عمر بن عبدالعزیز کے دور میں امن و امان رہا تو دونوں میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا سیدنا امیر معاویہؓ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نبی علیہ السلام کے ہمراہ جہاد پر نکلتے تھے تو اس گھوڑے کے نتھنوں میں جو مٹی جاتی تھی عمر بن عبدالعزیز اس کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ معلوم ہوا کہ صحبت کا نعم البدل کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی۔ کسی عارف نے کہا کہ۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء کے ساتھ تھوڑی دیر کی صحبت سو سال کی بے ریا اطاعت سے افضل ہے۔

دلیل نمبر 2: حضرت حسن بصریؒ نے اٹھارہ بدری صحابہؓ سے علم ظاہری حاصل کیا تاہم علم باطن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا اور انوار ولایت کا اکتساب کیا۔

دلیل نمبر 3: حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابو ہاشم الصوفی نہ ہوتے تو میں ریا کاری کی دقیق باتوں سے واقف نہ ہوتا۔

دلیل نمبر 4: امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام مالک نے حضرت جعفر صادقؒ سے فیض پایا۔ امام اعظمؒ نے دو سال کے رابطہ کے بعد فرمایا۔ "لولا السنتان لھلک النعمان" اور وہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔

دلیل نمبر 5: ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادہم حضرت امام اعظمؒ سے ملنے کے لیے تشریف لائے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ " سیدنا ابراہیم آ گئے" طلباء نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا" ہم جسموں کی خدمت کرنے میں مشغول اور یہ خدا کی اطاعت کرنے میں مشغول۔" پس ایسی باخدا ہستی کو ہی مرشد کہا جاتا ہے۔

دلیل نمبر 6: حضرت امام اعظمؒ نے امام ابو یوسف کو وصیت فرمائی۔

" و اکثر ذکر اللہ تعالیٰ فیما بین الناس لیتعلموا منک

Marfat.com

ذلک"

لوگوں کے درمیان ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کیا کرو تاکہ لوگ تم سے ذکر سیکھیں۔

دلیل نمبر 7: امام شافعیؒ نے حضرت امام محمد بن حسن اشیبانیؒ سے فیض پایا۔ آپ کا مشہور قول ہے۔

"میں نے صوفیا کی صحبت اختیار کی اور ان کی دو باتوں سے بڑا نفع پایا۔ ایک یہ کہ وقت ایک تلوار ہے اور اگر تم اس کو نہ کاٹو گے تو وہ تم کو کاٹ دے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر تم اپنے نفس کو حق میں مشغول نہ کرو گے تو وہ تم کو باطل میں مشغول کر دے گا۔" (مدارج السالکین)

دلیل نمبر 8: امام احمد بن حنبل اپنے وقت کے ولی کامل (حضرت بشر حافی) کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ ایک دن طلباء نے پوچھا حضرت! آپ اتنے بڑے عالم ہو کر ایسے شخص کے پاس جاتے ہیں جو عالم نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل نے تاریخی جواب دیا "میں عالم بکتاب اللہ ہوں۔ بشر حافیؒ عالم باللہ ہیں اور عالم باللہ کو عالم بکتاب اللہ پر فضیلت نصیب ہے" اللہ اکبر کبیرا۔

دلیل نمبر 9: ایک شخص نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا "ما الاخلاص" اخلاص کیا ہے۔ فرمایا الاخلاص هوا الخلاص من آفات الاعمال" (اعمال کے مصائب سے چھٹکارے کا نام) اس نے پوچھا "ما التوکل" توکل کیا ہے؟ فرمایا "الثقة باللّٰه" (اللہ پر اعتماد کرنا) اس نے پوچھا "ماالرضاء" (رضا کیا ہے؟) فرمایا۔ "تسلیم الامور الی اللّٰه (تمام امور اللہ کے سپرد کرنا) پوچھا، "ماالمحبة" محبت کیا ہے؟ (امام احمد بن حنبلؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ سوال بشر حافیؒ سے پوچھو۔ جب تک وہ زندہ ہیں جواب نہیں دے سکتا۔

دلیل نمبر 10: امام غزالیؒ کے ظاہری اور باطنی علوم کے مربی خواجہ بوعلی فارمدی تھے جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم المراتبت شیخ تھے۔

امام غزالی اپنی سوانح حیات میں لکھتے ہیں۔

" انی اخذت الطریقة من ابی علی فارمدی و انتصلت ماکان یشیر الیه من وظائف العبادات و استدامة الذکر الی ان جزت

Marfat.com

العقبات و تکاف تلک المشاق و حصلت ما کنت اطلبه" (مکاشفة القلوب ص 35)

میں نے طریقہ تصوف شیخ بوعلی فارمدی سے اخذ کیا ہے عبادت اور ذکر میں ان کے دستور کو اپنایا ہے۔ اس طرح مجھے تکالیف سے نجات ملی اور مشقتوں سے چھٹکارا ملا۔ اور جو کچھ میں نے پانا تھا وہ پالیا۔

دلیل نمبر 11 : امام رازیؒ کی بیعت حضرت نجم الدین کبریٰ سے تھی۔

دلیل نمبر 12 : عارف کامل مولانا روم کی بیعت شمس تبریزؒ سے تھی۔ آپ نے فرمایا۔

مولوی ہرگز نشد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مولوی روم والوں کا مولا اس وقت تک نہ بن سکا۔ جب تک شمس تبریزیؒ کا غلام نہ بن گیا۔

دلیل نمبر 13 : مولانا جامیؒ جیسی شہرہ آفاق کی حامل شخصیت کی بیعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندی سے تھی۔

دلیل نمبر 14 : حضرت علامہ سید محمد شریف جرجانی کی بیعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ سے تھی۔ علامہ جرجانیؒ اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں۔

" واللہ ما عرفت الحق سبحانه و تعالیٰ مالم اصل فی خدمة العطار "

اللہ کی قسم! میں نے حق سبحانہ وتعالیٰ کو نہ پہچانا جب تک کہ میں نے شیخ عطارؒ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے حالات زندگی کے بارے میں " الجزاء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف " میں لکھتے ہیں۔

پندرہ برس کی عمر میں والد بزرگوار سے بیعت کر کے اشغال صوفیہ خصوصاً مشائخ نقشبندیہ کے اشغال میں مصروف ہوگیا اور ان کی توجہ و تلقین سے بہرہ مند ہوتے ہوئے ان کے آداب طریقت کی تعلیم اور خرقہ صوفیہ حاصل کر کے اپنے روحانی سلسلے کو درست کرلیا۔

(حجۃ البالغہ ص 10 اردو نسخہ)

Marfat.com

دلیل نمبر 15 : حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جیسی شخصیت کا باطنی تعلق سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ سے تھا۔

دلیل نمبر 16 : حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ناپاک زمین کے پاک ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اتنی بارش برسے کہ گندگی کو بہا لے جائے۔ دوسرے اتنا سورج چمکے کہ نجاست کو جلا دے اس کا نام و نشان مٹا دے۔ اسی طرح قلب کی زمین کے لیے دو چیزیں ہیں ایک ذکر الٰہی جس کی مثال بارش کی سی ہے اور دوسرا شیخ کامل جس کی مثال سورج کی سی ہے۔ ذکر سے بھی دل صاف ہوتا ہے اور شیخ کامل کی توجہات سے بھی۔

دلیل نمبر 17 : حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جیسے محدث و مفسر کا باطنی تعلق سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ مرزا مظہر جان جاناں سے تھا، اسی لئے انہوں نے اپنی تفسیر کا نام تفسیر مظہری رکھا۔

دلیل نمبر 18 : حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اگرچہ علم کے آفتاب ماہتاب تھے تاہم ان کی بیعت کا تعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے تھا۔ جب کہ حاجی صاحب فقط کافیہ تک کتابیں پڑھے ہوئے تھے۔

دلیل نمبر 19 : بعض حضرات نے ایک وقت میں کئی کئی مشائخ سے فیض پایا۔ چنانچہ حضرت خواجہ ابو سعیدؒ نے مقام رجاء حضرت رازی سے مقام غیرت شاہ شجاع کرمانیؒ سے مقام شفقت ابو حفص حدادؒ سے پایا۔

دلیل نمبر 20 : حضرت ابو علی رود باریؒ فرمایا کرتے تھے۔

"تصوف میں میرے استاد حضرت جنید بغدادی علم فقہ میں حضرت ابو العباس ابن شریح نحو میں ثعلب اور حدیث شریف میں ابراہیمؒ اور نفس کی اصلاح کے لیے بس یہی علوم ضروری ہے۔"

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہے کہ مشاہیر امت کو بھی کسی شیخ کامل کے زیر سایہ اور زیر تربیت رہ کر اکتساب فیض کرنے سے بلند مقامات نصیب ہوئے۔ آج بھی کوئی سالک اس منزل پر پہنچنا چاہے تو اسے انہیں راستوں پر چلنا پڑے گا۔ جن پر سلف صالحین نے چل کر وصول الی اللہ کی نعمت عظمیٰ کو حاصل کیا۔

Marfat.com

علاماتِ شیخ کامل:

مسند ارشاد پر بیٹھنے والوں میں چند صفات کا پایا جانا لازمی ہے۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہو سنا کے نداند جام و سنداں باختن

ایک ہاتھ میں جام شریعت اور دوسرے ہاتھ میں صراحی عشق۔ ہر خواہش پرست دونوں سے کھیلنا نہیں جانتا۔

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ شیخ کامل میں درج ذیل حدیث کی صفات بدرجہ اتم موجود ہونی چاہئیں۔ "التجا فی عن دارا الغرور والا نابة الی دار الخلود والا ستعداد للموت قبل نزوله"

دھوکہ کے گھر سے دوری اختیار کرنا اور ہمیشہ کے گھر کی طرف متوجہ ہونا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

سچی بات ہے کہ کمینی دنیا کا طلب گار، شیخ طریقت بننے کا اہل نہیں ہوتا۔

مانا کہ شیخ وقت ہو پیر ہدی بھی ہو
پر یہ مجھے بتاؤ کہ تم باخدا بھی ہو

بعض علماء نے شیخ کامل کی درج ذیل علامات بیان کی ہیں۔

1 ...... صاحب نسبت ہو (کسی بزرگ سے اجازت یافتہ ہو۔ سلسلہ کے کام کے لیے مامور ہو)

2 ...... صاحب علم ہو (جاہل کی مثال اندھے کی سی ہے۔ جو اندھے کو رہبر بنائے گا۔ گڑھے میں گرے گا)

3 ...... صاحب تصرف ہو (گویا وہ "الذین اذا ذکر اللّٰہ" کا مصداق ہو)

4 ...... صاحب ارشاد ہو (یہ صفت لازمی نہیں مگر بہتر ہے)

اگر یہ چار صفات نہ پائی جائیں تو ایسے شخص کو پیر نہ سمجھا جائے۔

ہزار نکتۂ باریک تر زموٗ اینجاست
نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندری داند

Marfat.com

یہاں ہزار نکتے بال سے بھی زیادہ باریک ہیں جو شخص بھی سر منڈا لے وہ قلندری نہیں جانتا۔

علامہ ابن عربیؒ نے شیخ کامل کی تین صفات قلمبند فرمائی ہیں۔

1 ...... دین انبیاء کا سا ہو۔

2 ...... تدبیر اطباء کی سی۔

3 ...... سیاست بادشاہوں کی سی۔

بقول شخصے۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

شیخ کامل ظاہر میں تو عام انسانوں کی مانند ہوتا ہے۔ مگر باطن میں عام انسانوں سے بہت مختلف ہوتا ہے جیسے تلخ اور میٹھے پانی کی صورت ایک مگر سیرت مختلف، فاسق و نیک نے ایک روٹی کھائی ایک میں شہوت پیدا ہوئی دوسرے میں عشق الٰہی، زمین نے دو کانے اگائے ایک بانس بنا دوسرا گنا بنا۔ دو ہرنوں نے ایک گھاس کھایا اور ایک میں مینگنایں بنیں اور دوسرے میں کستوری بنی۔ بھڑ اور مگس نے ایک پھول چوسا ایک میں زہر بنا دوسرے میں شہد بنا۔ شیخ کامل بھی ظاہر میں تو عام انسان کی طرح مگر حقیقت میں مختلف ہوتا ہے۔

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

اگر کسی سالک کو ان صفات کا حامل کامل شیخ مل جائے تو چاہیے کہ اس کا دامن مضبوطی سے پکڑے۔ اس کی صحبت کو کیمیاء احمر کی مانند سمجھے۔

Marfat.com

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

آداب مرشد

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے" لا تقد موا بين يدى الله و رسوله"
(الحجرات: آیت 1)

اللہ اور اس کے رسول سے سبقت نہ کرو۔
دوسری جگہ فرمایا۔" لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی"
(الحجرات: آیت 2)

اپنی آوازوں کو نبی علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کرو۔
ان آیات بینات کا مقصود مومنین کو آداب کی تعلیم دینا ہے۔ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔" ادبنی ربی فاحسن تادیبی" (میرے رب نے مجھے ادب سکھایا پس بہت ہی اچھی طرح ادب سکھایا) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سالک کے لئے آداب کی رعایت لازمی ہے۔ بقول شخصے

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

حضرت ابو حفص نیشا پوریؒ کا قول ہے۔" التصوف کله ادب"(تصوف سرا سر ادب ہے۔ کسی شاعر نے کہا۔

ادبو النفس ایها الا صحاب
طرق العشق کُلها آداب

اے دوستو! اپنے نفوس کو ادب سکھاؤ۔ کیونکہ عشق کے سب راستے آداب ہی ہیں۔
درج ذیل میں چند آداب بیان کئے جاتے ہیں جن کی پابندی ہر سالک کے لیے از حد ضروری ہے جو سالک جتنا زیادہ آداب کا خیال رکھے گا اتنا جلدی ترقی پائے گا۔ اگر آداب کو پڑھ کر غفلت برتے گا تو باطنی نعمتوں سے بھی محروم رہے گا۔ یہ آداب حضرت خواجہ محمد

Marfat.com

عبدالمالک صدیقیؒ سے منقول ہیں۔ شجرہ طیبہ سے انہیں من وعن نقل کیا گیا ہے۔ اور تشریح کے لیے "فائدہ" کے عنوان سے کچھ اضافہ کر دیا ہے تا کہ سالکین کو آسانی سے بات سمجھ آسکے۔ گویا بامر مجبوری قالین کو ٹاٹ کا پیوند لگا دیا گیا ہے۔

ادب 1: مرشد کی ظاہری حیثیت، قومیت، حشمت و شوکت اور پیشہ وغیرہ پر نظر نہ کرے اور اسے حقیر نہ جانے۔ بلکہ اس نعمت اور فیضان کو جو اللہ تعالیٰ نے شیخ کو عنایت کیا ہے نگاہ میں رکھ کر اسے حق تعالیٰ کی معرفت کا وسیلہ سمجھے اور کمال صدق و یقین سے اس کی صحبت کا فیض اٹھائے۔

فائدہ: جس طرح کوئی مریض اپنے طبیب کی طبی مہارت کو سامنے رکھ کر علاج کرواتا ہے۔ اس کی ظاہری حیثیت اور قومیت کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اسی طرح سالک کو بھی مرشد کی باطنی نعمت پر نظر رکھنی چاہیے۔ ظاہری حشمت و شوکت پر نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرمؐ صحابہ کی محفل میں تشریف فرما تھے۔ سامنے سے ایک شخص کا گزر ہوا۔ نبی کریمؐ نے پوچھا۔ "آپ لوگ اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔"

عرض کیا گیا "یہ امیر آدمی انتہائی خوش لباس ہے اگر یہ کسی سے بات کرے تو توجہ سے بات سنی جائے۔ اگر کسی طرف رشتے کا پیغام بھیجے تو قبول کر لیا جائے۔" تھوڑی دیر بعد ایک دوسرے صاحب گزرے تو نبی علیہ السلام نے پوچھا۔ آپ لوگ اس شخص کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟ عرض کیا "غریب آدمی مفلس و نادار نظر آتا ہے۔ اگر بات کرے تو لوگ توجہ سے نہ سنیں۔ کہیں رشتے کا پیغام بھیجے تو قبول نہ ہو" نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اگر پہلے جیسے لوگوں سے ساری دنیا بھر جائے تو سب مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس غریب نیک شخص کے برابر نہیں ہو سکتے" ایک روایت میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو اور مال پیسے کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اپنے زمانہ خلافت میں حضرت بلالؓ کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا "سیدنا بلال آگئے" معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ظاہری حشمت و شوکت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ پس سالک کو چاہیے کہ ظاہری حالات پر نظر نہ رکھے بلکہ شیخ کی باطنی دولت کو پیش نظر رکھے۔ حقیقت یہی ہے کہ آدمی کو ٹھنڈا پانی پینے سے غرض ہوتی ہے۔ اس کی پروا نہیں ہوتی کہ پانی مٹی کے پیالے میں ہے کہ سونے چاندی کے چمکتے برتن میں ہے۔

رہی بات قومیت کی، تو ارشاد باری تعالیٰ "و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا.

Marfat.com

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم " (الحجرات آیت 13)

ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے بنایا تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے ہاں عزت والا متقی پرہیز گار ہے۔

روایت ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے جب حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سے بیعت کی تو ایک صاحب نے کہا " شاہ صاحب! آپ نے سید ہو کر ایک جاٹ سے بیعت کی ہے" حضرت شاہ نے فرمایا " میں جٹ دا بنا ساوا ڈٹھا اے" میں نے زمین دار کی کھیتی سرسبز و شاداب دیکھی ہے لہٰذا بیعت کی ہے۔

ادب 2 : " شیخ کو اپنے حق میں سب سے انفع (زیادہ نفع پہنچنے کا ذریعہ) سمجھے اور یہ اعتماد رکھے کہ میرا اصلاح باطن ور حصول معرفت کا مطلب اسی مرشد سے با آسانی حاصل ہوگا۔ ہرجائی نہ بنے اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو فیض و برکات سے محروم رہے گا۔"

فائدہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے " وفوق کل ذی علم علیم " (یوسف آیت 76)

اور ہر علم والے پر بڑا علم والا ہے۔

لہٰذا شیخ اگرچہ اعلم " سب سے زیادہ علم والا" نہ بھی ہو سالک کے حق میں انفع " سب سے زیادہ نفع پہنچانے کا باعث" ضرور ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بچے کو جو پیار و محبت اور شفقت اپنی ماں سے مل سکتی ہے وہ کسی دوسری عورت سے نہیں مل سکتی۔ حالانکہ دوسری عورتیں عقل و شکل اور اخلاق وغیرہ میں اس کی ماں سے افضل ہو سکتی ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ماں کی محبت وہ ہمالیہ ہے جس کی بلندیوں کو کوئی نہیں چھو سکتا۔ ماں کی محبت وہ گہرا سمندر ہے جس کی گہرائیوں تک کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔ ماں کی مامتا وہ سدا بہار پھول ہے جس پر خزاں و بہار اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح سالک کو جو نفع اپنے شیخ سے حاصل ہو سکتا ہے وہ کسی اور سے نہیں۔ سالک شیخ کے بارے میں جتنا حسن ظن رکھے گا اتنا ہی فیض کا دروازہ کھلے گا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ بہت زیادہ کم گو اور خاموش طبع تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا حضرت کچھ وعظ و نصیحت فرمائیں تا کہ سالکین کو فائدہ ہو۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ " جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا۔

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں کہ "ہم تین پیر بھائی تھے اور ہم تینوں کا اپنے شیخ کے بارے میں مختلف گمان تھا ایک تو یہ گمان رکھتا تھا کہ میرے شیخ خود تو کامل ہیں دوسروں کو کامل نہیں بنا سکتے۔ دوسرے کا یہ گمان تھا کہ میرے شیخ کامل تو ہیں مگر صاحب ارشاد نہیں ہیں جبکہ میرا یہ گمان تھا کہ اس امت میں کسی کو کامل شیخ ملے ہیں تو صدیق اکبرؓ کو نبی علیہ السلام ملے یا پھر اس کے بعد مجھے کامل شیخ ملے ہیں۔ میرے اس حسن ظن کی وجہ سے مجھے تجدیدی کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔" پس آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ بنے۔ سالک کو چاہیے کہ ہر جائی نہ بنے اور حصول فیض کے لیے اپنے مرشد کے علاوہ کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو اس کی اصل "وحرمنا علیہ المراضع من قبل" بن سکتی ہے۔

ادب 3 : ہر طرح سے مرشد کا مطیع و فرمانبردار رہے۔ کیونکہ پیر کی عقیدت اور محبت کے بغیر فیض کا در نہیں کھلتا۔ اور محبت کا تقاضا اطاعت و خدمت ہے۔

فائدہ: صوفیاء کے نزدیک سیدنا صدیق اکبرؓ کا سفر ہجرت مرشد کی اطاعت و خدمت اور محبت و عقیدت کی فقید المثال داستان ہے۔ چنانچہ ہجرت کی رات نبی اکرمؐ جب حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لائے تو انہیں جاگتے ہوئے پایا۔ پوچھا "ابوبکر آپ کیوں جاگ رہے تھے۔" عرض کیا "اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے اندازہ تھا کہ عنقریب ہجرت کا حکم ہوگا۔ یہ بھی میرا دل گواہی دیتا تھا کہ آپؐ مجھے رفیق سفر بنائیں گے۔ جس وقت سے یہ خیال آیا میں نے رات کو سونا چھوڑ دیا۔ مبادا کہ آپ تشریف لائیں اور مجھے حاضر باش نہ پائیں۔" سبحان اللہ۔

حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ کئی دن متواتر موسیٰ زئی شریف سے پیدل چل کر تقریباً تیس کلومیٹر دور ایک شہر درابن جاتے اور دوائی لے کر واپس آتے پھر ساری رات تیمار داری میں مشغول رہتے۔ حضرت خواجہ محمد عبدالمالکؒ (چوک قریشی والے) نے تقریباً بارہ سال حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خانقاہ پر رہ کر بکریاں چرائیں حتی کہ بکروال (بکریاں چرانے والا) کے نام سے مشہور ہوئے۔

حضرت مرشد عالمؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ نے ایک خوبصورت بیش قیمت نفیس ہینڈ بیگ (پرس) خریدا۔ پوچھنے پر بتایا کہ میں اس میں اپنے پیرو مرشد کے استعمال کے لیے مٹی کے ڈھیلے رکھا کروں گا۔ عربی کا مقولہ ہے "ان المحب لمن یحب مطیع" (محبّ جس سے محبت کرتا ہے اس کا مطیع ہوتا ہے۔) یہی محبت و خدمت حصول فیضان کا سبب بنتی ہے۔

Marfat.com

ادب 4: حسب استطاعت جان و مال سے شیخ کی خدمت کرے اور اس پر احسان نہ جتلائے بلکہ شیخ کا احسان سمجھے کہ اس نے خدمت کو شرف قبولیت بخشا۔ شیخ سے کسی قسم کی طمع یا مطالبہ نہ رکھے جتنی بھی خدمت کرے خلوص وللہیت سے کرے تاکہ کمال ایمان سے بہرہ مند ہو۔

فائدہ: غزہ تبوک میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے نبی علیہ السلام کے اشارے پر اپنا سارا مال قدموں پر نچھاور کر دیا۔ ایک مرتبہ ٹاٹ کا لباس پہنے حاضر خدمت ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''ابو بکرؓ! تمہیں مکہ کی تجارت والی آسودگی یاد ہے۔ دیکھو آج تمہارا کیا حال ہوگیا۔'' صدیق اکبر نے تڑپ کر عرض کیا۔

'' امالو عشت انا عمر الدنیا و اعذب به جمیعا اشد العذاب لا یفرجنی فرج الملیح ''

یہ چند سالوں کی زندگی ہے اگر ساری کی ساری زندگی شدید ترین تکالیف میں گزر جائے حتی کہ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بھی نہ لگے تو آقاؐ تیری خاطر یہ سب کچھ آسان ہے۔ میرے ہاتھ میں آپ کا ہاتھ آ جانا میرے لیے نعمت عظمٰی ہے۔

نہ خیال و خواب کی محفلیں نہ میں بزم شوق سے جا سکا
تیری اک نگاہ بدلتے ہی میرے سب ارادے بدل گئے
جو فنا ہوئے غم عشق میں انہیں زندگی کا نہ غم ہوا
تیرا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

حضرت صدیق اکبرؓ اس قدر جانی و مالی قربانی پیش کرنے کے باوجود ایک مرتبہ گوشہ تنہائی میں بیٹھے زارو قطار رو رہے تھے اور دعا مانگتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ یا اللہ! میں اپنا مال نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مگر دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے اونچا ہوتا ہے مجھے اپنے آقا کی اتنی بے ادبی بھی گوارا نہیں۔ یا اللہ! میرے آقا ﷺ کے دل میں القا فرما کہ وہ میرے مال کو اپنے ذاتی مال کی طرح خرچ کریں یہ ہے مزہ کہ خدمت بھی کرے احسان مند بھی شیخ کا ہو۔ بقول شخصے

منت منہ کہ خدمت سلطاں ھمی کنی
منت ازو شناس کہ در خدمت گزاشتہ

Marfat.com

اے مخاطب! تو بادشاہ کی خدمت کر کے احسان نہ چڑھا۔ (بادشاہ کی خدمت کرنے والے تو لاکھوں ہیں) یہ بادشاہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے اپنی خدمت کیلئے قبول کرلیا۔

ادب 5: مرشد کے فرمان کو فوراً بجا لائے۔ اس کے فعل کی اقتداء اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے۔ کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال اور مقام کی مناسبت سے کام کرتا ہے۔ جو مرید کے لیے اس کی استعداد سے عالی ہونے کی وجہ سے مضر ہوتا ہے البتہ قولی متابعت اختیار کرتا رہے تاکہ پیر سے محبت اور مناسبت پیدا ہو جائے۔

فائدہ: اس ادب کی اصل وہ حدیث ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے دن میں متواتر روزے رکھنے شروع کر دیئے اور رات قیام و سجود کی حالت میں بسر کرنے لگے۔ بعض صحابہ کرامؓ کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے بغیر اجازت طلب کیئے اس کی اتباع شروع کر دی۔ اتنی ریاضت اتنا مجاہدہ کہ چند دنوں میں نقاہت و بے آرامی کی وجہ سے حالت غیر ہونے لگی۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ''ایکم مثلی یطعمنی ربی و یسقینی '' (تم میں سے کون میری طرح ہوسکتا ہے۔ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔)

سالک کو چاہیے کہ مرشد کے حکم کو فوراً بجا لائے۔ البتہ اگر مرشد کو کوئی خاص عمل کرتا دیکھے تو اجازت طلب کرے۔ اجازت ملنے پر عمل کو اپنائے۔ نہ ملنے پر اپنے آپ کو کم ظرف کم ہمت سمجھے۔ زبان سے مرشد کے عمل ہی کو اقویٰ کہے تاکہ پیر سے محبت اور مناسبت پیدا ہو جائے۔

ادب 6: مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہے یہاں تک کہ فرض و سنت کے سوا نفل نماز یا کوئی اور وظیفہ اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے بلکہ اس کی صحبت کیمیا اثر کو غنیمت سمجھے تاکہ شیخ کی نگاہ شفقت حاصل ہو۔ اور اس کے فیض باطن سے حصہ ملے۔ مشائخ نقشبندیہ رحمھم اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ کی موجودگی میں وقوف قلبی کی بجائے رابطہ قلبی (شیخ کے قلب سے مربوط رہنا) زیادہ مفید ہے۔

فائدہ: شیخ کے سامنے نفل نماز اور وظیفہ وغیرہ سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہ کام تو سالک شیخ کی عدم موجودگی میں بھی کر سکتا ہے لہٰذا شیخ کی صحبت سے تو باطنی فائدہ اٹھانا چاہیے ہمہ تن گوش و ہوش سے متوجہ رہنا چاہیے۔

Marfat.com

یک چشم زدن غافل از آں شاہ نہ باشی

شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

ایک لحہ بھی اس بادشاہ سے غافل نہ ہو۔ ممکن ہے وہ نگاہ کرے اور تو آگاہ نہ ہو۔

وقوف قلبی کہتے ہیں دل کا دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنے کو۔ رابطہ قلبی کہتے ہیں سالک اپنے آپ کو خالی سمجھے اپنے قلب کو شیخ کے قلب سے مربوط رکھے اور یہ خیال کرے کہ شیخ کے قلب سے فیضان میرے دل میں آرہا ہے۔

سالک کی روحانی ترقی ذکر کے ذریعے سے بھی ہوتی ہے اور مرشد کی توجہات سے بھی۔ تاہم ذکر کرنے سے جو راستہ سالوں میں طے ہوتا ہے وہ مرشد کی توجہات سے لمحوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حضرت خواجہ محمد معصوم فرماتے ہیں۔

سایہ رہبر بہتر است از ذکر حق

رہبر کا سایہ بھی ذکر حق سے بہتر ہے۔

کسی عارف نے کہا کہ علماء کی محفل میں بیٹھو، تو زبان سنبھال کر بیٹھو۔ ملوک و سلاطین کی محفل میں بیٹھو تو نگاہ کو سنبھال کر بیٹھو اور اہل اللہ کی محفل میں بیٹھو تو دل کو سنبھال کر بیٹھو۔ صحابہ کرامؓ کو نبی علیہ السلام کی چند لمحوں کی صحبت سے وہ کچھ نصیب ہوا جو غیر صحابہ کو ہزاروں سال کی مجاہدہ سے بھی حاصل نہ ہو سکتا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی ایک توجہ نے نان بائی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

ادب 7: شیخ کی صحبت میں با ادب ہو کر نہایت عاجزی سے بیٹھا رہے اور اس کے کلام قدسی کو نہایت غور سے سنتا رہے ادھر ادھر نہ دیکھے اس کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرے بوقت ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔ گفتگو آہستگی اور نرمی سے کرے نیز اپنی آواز مرشد کی آواز سے بلند نہ کرے۔ کوئی بات ایسی نہ کہے جو پیر کی سبکی اور گرانی کا سبب بنے۔

فائدہ: سالک جب طالب صادق بن کر گوش ہوش سے نصیحت سنے تو دل پر یقینی اثر ہوتا

Marfat.com

ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهید'' (سورۃ ق : آیت 37)

اس میں نصیحت ہے کہ ہر اس شخص کے لیے جس کے پاس عقل ہو یا کم از کم دوسرے کی بات توجہ سے سنے۔

مرشد کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ممکن ہے شیخ کسی خاص علمی نکتہ پر غور وفکر کر رہے ہوں یا کسی کے دل پر باطنی توجہات ڈال رہے ہوں یا ان پر الہام کی کیفیت ہو یا کسی اہم کام یا مضمون کی طرف طبیعت متوجہ ہو۔ ایسی صورت میں کسی کا بدون اجازت کلام کرنا طبیعت پر انقباض کا باعث بنتا ہے۔ مزید برآں دوران گفتگو اپنی آواز کو مرشد کی آواز سے بلند نہ کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''یا ایها الذین آمنو لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون'' (الحجرات آیت 2)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے اونچا نہ کرو اور ان کے سامنے بات زیادہ اونچی آواز سے نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے اونچا بول لیتے ہو ورنہ اندیشہ ہے کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں محسوس بھی نہ ہو۔

مرشد کی بات نہایت غور سے سننی چاہیے۔ بعض مشائخ کا قول ہے کہ مرشد کو زبان بننا چاہیے اور مرید کو کان بننا چاہیے۔

ادب 8: پیر کی مجلس میں اپنے آپ کو کسی طرح ممتاز نہ کرے اور اپنے تئیں حقیر، نیاز مند، تشنگی اور طلب سے بھرا ہوا ظاہر کرے۔

فائدہ: مرشد کی موجودگی میں کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے حاضرین پر علمی تفوق ظاہر ہو۔ نہ ہی دنیاوی جاہ وحشمت کا مظاہرہ کرے نہ ہی کسی عمل سے ظاہر کرے کہ میں شیخ کا مشیر اور ہمراز ہوں اور نہ ہی یہ جتلائے کہ مرشد مجھ پر بہت مہربان ہے۔ یہ تمام باتیں نفس کو موٹا کرتی ہیں اور انانیت کی دلیل ہیں۔ حتی الوسع نیاز مندی اور عاجزی کو اپنائے۔

Marfat.com

زمیں کی طرح جس نے عاجزی و انکساری کی
خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھانپا آسماں ہو کر

ادب 9: مرشد کی نشست گاہ پر نہ بیٹھے اس کے مصلّٰی پر پاؤں نہ رکھے۔

فائدہ: اس کی اصل حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا عمل ہے۔ روایات سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب خطبہ دینے کے لیے منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو تیسرے درجے پر کھڑے ہوتے تھے۔ جب کہ حضرت صدیق اکبرؓ اپنے دور خلافت میں خطبہ دینے کے لیے دوسرے درجے پر کھڑے ہوتے تھے۔ یہ از راہ ادب تھا مرشد کے فاصلے پر نماز پڑھنے سے اس لیے منع کیا گیا کہ ظاہراً اس سے ''مساوات'' کا دعویٰ ظاہر ہوتا ہے۔

ادب 10 : بلا اجازت اس کے سامنے کھانا نہ کھائے نہ پانی پیئے نہ وضو کرے نہ اس کے برتن استعمال کرے۔ اس کی طہارت اور وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔ جو آداب شیخ کے روبرو بجا لاتا ہے. وہی پیچھے بھی بجا لائے تا کہ اخلاص نصیب ہو۔

فائدہ: مرشد کے سامنے بلا اجازت کھانے پینے میں مشغول نہ ہونا چاہیے حتیٰ کہ مرشد اپنے دستر خوان پر بیٹھنے کی اجازت دے تو بیٹھ جائے ورنہ بخوشی پیچھے ہٹ جائے۔ مرشد کی نظر وہ کچھ دیکھ سکتی ہے جو سالک کی نظر نہیں دیکھ سکتی۔ سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے مشائخ کا دستور ہے کہ وہ کھانے پینے کی اشیاء میں توجہ شامل کر کے سالک کو کھلاتے ہیں ان کے ہاں بعض مشائخ تو خلافت و اجازت سلسلہ دیتے ہوئے اس بات پر عہد لیتے ہیں کہ تم اپنی باطنی توجہات کھانے پینے کی چیزوں میں شامل کر کے سالکین کو پیش کیا کرو گے۔ تصوف کی کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ بعض مشائخ نے خلافت دیتے وقت اپنے ہاتھ سے کوئی چیز سالک کو کھلائی۔ حضرت مرشد عالمؒ دستر خواں پر جمع ہونے والے تمام سالکین کا گہری نظر سے جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ تربیت کے لیے ڈانٹ ڈپٹ کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کو دیکھا ہے دستر خوان پر ان کا اس قدر کنٹرول ہوتا تھا کہ جو سالک چند مرتبہ ان کے سامنے کھانے میں شریک ہو جاتا اس کے کئی کس بل نکل جاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے لئے نہایت پرتکلف کھانوں پر مشتمل دستر خوان چنا گیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی حاضر خدمت تھے حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک چپاتی اٹھائی ایک پلیٹ میں تھوڑی سی دال ڈالی اور حضرت گنگوہی کے ہاتھ میں پکڑا

Marfat.com

کر فرمایا ''مولانا! اس دسترِ خواں کے کونے پر بیٹھ کر یہ کھانا کھالو۔'' حضرت گنگوہیؒ برضا و رغبت کھانے میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑ دیر بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے نہایت سخت لہجے میں کہا ''رشید احمد! جی تو چاہتا تھا کہ تمہیں جوتوں والی جگہ پر بٹھاتا مگر رعایت کر لی کہ دستر خوان پر بٹھا لیا۔'' یہ کہتے ہی حضرت حاجی صاحبؒ نے مولانا کے چہرے کے تاثرات کو دیکھا۔ حضرت گنگوہیؒ نے نہایت ادب سے عرض کیا ''حضرت! آپ نے سچ فرمایا میں اس قابل تھا کہ جوتوں پر بٹھایا جاتا۔ آپ کا احسان ہے جو یہاں بیٹھنے دیا۔'' حضرت حاجی صاحبؒ نے جب ملاحظہ کیا کہ لوگوں کے سامنے اتنی کڑوی کسیلی بن کر بھی مولانا کا نفس نہیں بھڑکا تو فرمایا ''الحمد للہ'' ذکر کے اثرات محسوس ہو رہے ہیں۔''

ادب 11 : جس جگہ مرشد بیٹھا ہوا ہو اس طرف پاؤں نہ پھیلائے اس کی طرف منہ کر کے نہ تھوکے اگرچہ سامنے نہ ہو۔

فائدہ: فقہائے کرام نے بیت اللہ شریف کی طرف پاؤں پھیلانا یا تھوکنا مکروہ لکھا ہے۔ اگرچہ بیت اللہ سامنے نہ ہو۔ جس طرح بیت اللہ مرکز انوار و تجلیات ہے اسی طرح مرشد کا قلب بھی تجلیات ذاتیہ کا مورد ہوتا ہے لہٰذا مرشد کے لیے بھی انہی آداب کی رعایت ضروری ہے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ طواف کرنے کے بعد کعبۃ اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بیت اللہ! تیری حرمت بھی بہت زیادہ ہے مگر ''حرمة المومن ارجح من حرمة الكعبة'' (مومن کی عزت بیت اللہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے)

ادب 12 : شیخ کے سایہ پر قدم نہ رکھے اور حتیٰ الامکان ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔

فائدہ: کسی چیز کو پاؤں تلے روندنا اس کی تحقیر کی علامت ہوتی ہے۔ سالک کو چاہیے کہ مرشد کے سایہ پر بھی قدم نہ رکھے۔ تا کہ بے حرمتی کا شائبہ تک نہ ہو۔ اسی طرح اپنا سایہ مرشد پر نہ پڑنے دے کہ بسا اوقات روشنی کا رک جانا طبعی الجھن کا سبب بنتا ہے۔ سالک ان آداب کو معمولی نہ سمجھے کیونکہ چھوٹے چھوٹے ذرات مل کر ہی ریت کے ٹیلے بن جاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ایک دانہ خرمن کو تو نہیں بھرتا مگر ان دانوں کی مدد ضرور کرتا ہے جو خرمن کو بھر دیا کرتے ہیں۔

حافظ ابن قیمؒ کا قول ہے ''گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھو جس

Marfat.com

کی نافرمانی ہو رہی ہے" اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ کسی بھی ادب کو چھوٹا نہ سمجھو بلکہ مرشد کی ذات کو سامنے رکھو جو مالک حقیقی سے واصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ حضرت مرشد عالمؒ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک طالب صادق حضرت خواجہ فضل علی قریشی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا "حضرت کچھ دنوں سے لطائف بند ہو گئے ہیں سمجھ نہیں آتی کیا وجہ ہے۔" حضرت نے فرمایا "غور کرو آپ سے کوئی نہ کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہے جس کی یہ سزا ہے" وہ سالک کافی دیر غور کرتا رہا۔ بالآخر اسے یاد آیا کہ چند دن پہلے مرشد کا عصا پڑا ہوا تھا اور وہ اس کے اوپر سے گزر گیا تھا چنانچہ توبہ استغفار کرنے سے لطائف دوبارہ جاری ہو گئے۔

ادب 13: شیخ کے آگے نہ چلے اور پیچھے چلنے میں شرم نہ کرے بلکہ سعادت سمجھے۔

فائدہ: مرشد کے آگے نہ چلنے سے مراد یہ ہے کہ دن کے اوقات میں چلتے ہوئے بلا ضرورت ان سے آگے نہ بڑھے۔ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے آگے چلنا پڑے تو مضائقہ نہیں، بلکہ بسا اوقات آگے چلنا بہتر ہوتا ہے۔ مثلاً رات کے وقت اس نیت سے آگے چلنا کو کوئی موذی جاندار راستے میں نہ ہو یا گڑھا راستے میں نہ ہو یا کوئی ایسا پتھر نہ پڑا ہو کہ کوئی ٹھوکر کھا کر گرے یا خود مرشد ہی کسی وجہ سے آگے چلنے کا حکم دیں تو پھر آگے چلنا ہی عین ادب ہے۔ "الامر فوق الادب" (حکم ادب پر فائق ہے)

ایک مرتبہ حضرت مرشد عالمؒ حرم شریف سے نکلے تو کسی کے ہاں جانا تھا۔ حضرتؒ نے میزبان سے کہا کہ آگے چلیں ہمیں راستے کا پتہ نہیں، وہ کہنے لگے "نہیں نہیں حضرت آپ ہی آگے چلیں میں راستہ بتا دوں گا" اب چلتے چلتے جب کوئی موڑ آتا تو حضرتؒ کو پیچھے مڑ کر پوچھنا پڑتا کہ کس طرف جانا ہے چنانچہ تھوڑی دیر بعد حضرت نے دوبارہ میزبان سے کہا کہ آپ آگے چلیں وہ پھر معذرت کرنے لگے کہ نہیں حضرتؒ بس میں پیچھے ہی ٹھیک ہوں۔ جب تیسری مرتبہ کہنے پر بھی انہوں نے وہی جواب دیا تو حضرتؒ نے غصے میں آ کر عصا لہرایا اور کہا "تو میڈا پیر ایں یا میں تیڈا پیر ہاں" (تو میرا پیر ہے یا میں تیرا پیر ہوں) تب ان صاحب کو حقیقت سمجھ آئی اور وہ آگے چلنے لگے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب سفر ہجرت میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ چلے تو کچھ دیر پیچھے چلے پھر آگے چلنے لگے پھر کبھی دائیں چلتے اور کبھی بائیں چلتے۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جب پیچھے چلتا ہوں تو خیال آتا ہے دشمن آگے سے حملہ نہ کر دے۔ جب آگے چلتا ہوں تو دائیں بائیں سے حملے کا ڈر ہوتا ہے اس لیے پھر دائیں یا بائیں چلتا ہوں۔ نبی علیہ السلام یہ سن کر بہت خوش

Marfat.com

ہوئے۔ یہ عشق و محبت کی داستان تھی، پورے سفر میں یہی معاملہ رہا۔ جیسے پروانہ کسی شمع کے گرد طواف کر رہا ہوتا ہے۔ ''ھنیئا لا رباب النعیم بنعیمھم'' (اہل نعمت کو اپنی نعمت مبارک ہو) اصول یہی ہے کہ مرید بلا ضرورت مرشد کے آگے نہ چلے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک نوجوان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی اپنے باپ کا نام لے کر نہ پکارنا اور راستہ چلتے ہوئے آگے نہ چلنا۔

عیون الاخبار میں ہے کہ حضرت عمر بن زید سے ان کے بیٹے کی تعلیم و تربیت اور حسن ادب کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا ''میں دن میں نہیں چلا مگر وہ میرے پیچھے تھا' میں رات میں نہیں چلا مگر وہ آگے تھا' اور وہ کسی ایسی چھت پہ نہیں چڑھا۔ جس کے میں نیچے تھا۔''

حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے مرشد کے پیچھے راکھویں لیلے (پالتو مینڈھے) کی طرح چلتا تھا۔

ادب 14 : جب شیخ کھڑا ہو تو مرید بھی کھڑا ہو جائے اور اس کے بیٹھنے کے بعد بیٹھے۔

فائدہ : یہ اکرام میں داخل ہے کہ جب شیخ کھڑا ہو تو مرید بھی کھڑا ہو جائے اور جب شیخ بیٹھے تو مرید بھی بیٹھ جائے۔ بعض حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ ایک حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کو کھڑا ہونے سے منع کیا تو پھر مشائخ کی مجلس میں لوگ کسی کے اکرام کے لیے کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟ یہ حضرات ایسے موقع پر نہ تو خود کھڑے ہوتے ہیں اور نہ ہی کھڑا ہونے والوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ کم علمی کے سوا کچھ نہیں۔ شریعت محمدیہؐ کا یہ حسن ہے کہ جہاں کسی معاملہ میں دو فریق ہوں تو دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی تلقین کی جاتی ہے تاکہ معاملات خوش اسلوبی سے چلتے رہیں۔ دونوں میں محبت و پیار اور اکرام و تکریم کا رشتہ استوار رہے۔

شریعت نے ایک طرف تو مرید کو کھڑے ہونے کا حکم دیا تاکہ استاد کی عزت افزائی ہو اور ''انزلوا الناس منازلھم'' پر عمل ہو۔ دوسری طرف مرشد کو حکم دیا کہ لوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند نہ کرے تاکہ عجب و تکبر سے بچ سکے۔ پس مرید کھڑے ہونے کو فرض منصبی سمجھے اور مرشد محبت و پیار سے بیٹھنے کی تلقین کرتا رہے تاکہ محبت و عقیدت کا بندھن سلامت رہے۔ کھڑا نہ ہونے کی احادیث تو معروف ہیں ہی سہی یہاں کھڑے ہونے کے بارے میں دو احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ امام نسائیؒ اور امام ابو داؤدؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہم سے گفتگو کرتے پھر آپ کھڑے ہوتے تو ہم بھی

Marfat.com

کھڑے ہو جاتے تھے۔

امام بخاریؒ و امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذؓ تشریف لا رہے تھے جب قریب آ گئے تو نبی اکرم ﷺ نے انصار سے کہا "قوموا السید کم" (اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ) پس صحابہ کرام ان کے اکرام کے لیے کھڑے ہو گئے۔ نبی علیہ السلام اسی حکم کے پیش نظر مرید اپنے سید و مرشد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

<u>ادب 15 :</u> شیخ کے رو برو اور پس پشت یکساں رہے۔ اپنا ظاہر و باطن ایک طرح پر رکھے یعنی دل اور زبان کے درمیان کسی قسم کا فرق نہ رکھے۔

<u>فائدہ :</u> جو مرید اپنے شیخ کے رو برو اور پس پشت یکساں نہ رہ اس کی مثال اس مریض کی سی ہے جو طبیب سے اپنا مرض چھپائے۔ یقیناً ایسے مریض کو شفاء نصیب نہیں ہوگی۔ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرید اپنا سب کچھ مرشد کے سامنے اس طرح کھول دے جس طرح بیٹی اپنا سب کچھ ماں کے سامنے کھول دیتی ہے۔ شریعت نے جس طرح علاج کی خاطر طبیب کے سامنے ستر کھولنے کی اجازت دی ہے اسی طرح روحانی علاج کی خاطر مرید کے سامنے اپنا کیا کرایا کھولنے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ اسے ضروری قرار دیا ہے۔ اگر مرید اپنے مرشد سے عیب چھپائے گا تو نقصان بھی خود ہی اٹھائے گا۔ بقول شخصے

"اگر تم اپنا عیب چھپانے کے لیے دروازے بند کر لو گے تو سچائی بھی باہر رہ جائے گی" ایسی صورت میں تو ذکر بھی فائدہ نہیں دیتا۔"

رام رام جپدیاں میری جبھیا گھس گئی
رام نہ دل وچ وسیا ایہہ کی دھاڑ پئی
گل وچ مالا کاٹھ دی تے منکے لے پرو
دل وچ گھنڈی پاپ دی رام جپیاں کی ہو

"رام رام کرتے میری زبان گھس گئی مگر رام دل میں نہ بسا یہ کیا مصیبت پڑ گئی گلے میں کاٹھ کی مالا اور منکے پرو لئے مگر دل میں گرہ پاپ کی ہے تو رام جپنے سے کیا ہو۔"

<u>ادب 16:</u> مرشد کے تمام اقوال و افعال کو راست جانے اعتراض نہ کرے دل میں شک و شبہ نہ لائے۔ اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ کا قصہ یاد کرے۔

Marfat.com

فائدہ: مرید اور مرشد کا تعلق شاگرد اور استاد کی بجائے مریض وطبیب کی مانند ہوتا ہے جس طرح مریض کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ طبیب کی کسی بات پر چون و چرا کرے اسی طرح مرید کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ مرشد کی کسی بات پر اعتراض کرے۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی "ارشاد الطالبین" میں لکھتے ہیں۔

"مرشد اگر پرہیز گاری اور استقامت والا ہے تو "احیاناً" اس سے کوئی خلاف شرع بات سرزد ہونے پر بھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے بلکہ تاویل کرنی چاہیے اور کسی مجبوری، حالت استغراق یا اپنے واقف نہ ہونے پر محمول کرنا چاہیے اگر کوئی ایسا شخص ہے جس میں شیخ کامل کے اوصاف نہیں ہیں اور اس کی عادت اور طریقہ ہی فاسقانہ ہے تو ایسا شخص ہرگز ولی نہیں ہے ایسے شخص کے کاموں اور باتوں کی تاویل ہرگز جائز نہیں۔"

حضرت شبلیؒ کے مرشد حضرت عبد اللہ اندلسیؒ حافظ القرآن و الحدیث تھے۔ لاکھوں سالکین ان سے وابستہ تھے اور سینکڑوں خانقاہیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں۔ ایک مرتبہ جماعت کے ہمراہ عیسائیوں کی بستی سے گزرتے ہوئے کسی لڑکی پر نظر پڑی تو باطنی نعمت چھن گئی۔ شیخ نے سالکین کو واپس رخصت کیا اور لڑکی کے والد سے نکاح کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا آپ ناواقف ہیں ایک صورت ہے کہ آپ سال دو سال یہاں رہ کر ہمارے سور چرائیں تو بات آگے بڑھے گی۔ شیخ تیار ہو گئے صبح سویرے سوروں کا ریوڑ چرانے نکلتے اور رات گئے واپس لوٹتے۔ پورا ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ حضرت شبلیؒ کے دل میں شیخ کی سچی محبت جاگزیں تھی وہ جانتے تھے کہ شیخ کامل ہیں مگر کسی آزمائش میں سے گزر رہے ہیں۔ ایک سال بعد حضرت شبلی اپنے شیخ سے ملنے اسی بستی پہنچے دیکھا کہ شیخ وہی خطبہ جمعہ والا جبہ پہنے وہی عمامہ باندھے وہی عصا ہاتھ میں لئے کھڑے ہیں اور ریوڑ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ حضرت شبلی قریب آئے۔ خیریت دریافت کرنے کے بعد پوچھا "حضرت آپ کو قرآن پاک اب بھی یاد ہے" شیخ نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر فرمایا بس ایک آیت یاد ہے "ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم" (جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی نہیں عزت دینے والا) پھر پوچھا کہ حضرت احادیث یاد ہیں۔ فرمایا صرف ایک یاد ہے "من بدل دینہ فاقتلوہ" (جو اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو)

یہ کہنے کے بعد شیخ زار و قطار رونے لگے اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہا "یا اللہ! میں آپ سے ایسا گمان تو نہیں رکھتا تھا" حضرت شبلیؒ بھی دھاڑیں مار مار کر روئے کافی دیر کے بعد شبلیؒ واپس واطن چل پڑے۔ راستے میں ایک دریا کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھا

Marfat.com

کہ حضرت عبداللہ اندلسیؒ تر و تازہ مسکراتا چہرہ طبعیت میں بشاشت سامنے ظاہر ہوئے۔ حضرت شبلیؒ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ پوچھا کہ حضرت! یہ کیا معمہ تھا۔ فرمایا کہ جس وقت میں سالکین کی جماعت کے ہمراہ عیسائیوں کی بستی سے گزر رہا تھا تو میرے دل میں یہ خیال آیا "یہ عیسائی کیسے بیوقوف لوگ ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا لیا" فوراً گرفت ہوئی ایک آواز آئی "اگر تم اسلام پر ہو تو یہ تمہارا کمال ہے یا ہمارا کمال ہے" اس کے ساتھ ہی باطنی نعمت چھن گئی اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈال دیا۔ (یہ نکتہ قابل غور ہے کہ وہ بات جو عامتہ الناس کے نزدیک کوئی وزن نہیں رکھتی، اس کے کرنے پر بھی مقربین کی پکڑ ہو جاتی ہے) حضرت شبلیؒ اپنے شیخ کے ہمراہ واپس آئے تو خانقاہوں کی رونقیں لوٹ آئیں۔ اس واقعہ میں سالکین کے لیے کئی نصیحتیں ہیں ایک تو یہ کہ کمالات کو کبھی اپنی طرف منسوب نہ کریں دوسرا یہ کہ استقامت والے شیخ سے خلاف شرع بات صادر ہو جانے پر یہ سمجھیں کہ کوئی آزمائش ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنی کیفیات حالات و واردات پر فریفتہ نہ ہوں۔ چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہوں۔ حضرت شبلیؒ کی اپنے شیخ سے عقیدت و محبت سالکین کے لیے روشنی کا مینار ہے۔

ادب 17 : شیخ کی سختی اور ڈانٹ ڈپٹ سے دل تنگ نہ ہو اور بدگمانی کو راہ میں نہ آنے دے کیونکہ شیخ کی سختی طالب کے لیے صیقل کا کام کرتی ہے۔

فائدہ : جس طرح ایک مالی کسی پودے کے فاضل حصوں کو کاٹتا ہے تو پودے کی نشونما بھی اچھی ہوتی ہے اور وہ دیکھنے میں بھی دیدہ زیب نظر آتا ہے یا جس طرح ایک طبیب کسی مریض کے زخم پر کبھی نشتر لگاتا ہے کبھی اس میں سے گندا مواد نکالتا ہے اور کبھی اس پر مرہم لگاتا ہے حتیٰ کہ مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرشد کامل مرید کی تربیت کے لیے کبھی شفقت و محبت سے پیش آتا ہے اور کبھی ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے تاکہ مرید میں اخلاق حمیدہ پیدا ہو جائیں۔ مرشد کی ڈانٹ ڈپٹ مرید کی باطنی بیماریوں کے لیے تریاق کا کام دیتی ہے۔ مرشد چونکہ اخلاص کے ساتھ تربیت کی خاطر روک ٹوک کرتے ہیں لہٰذا مریدین اس زجر و توبیخ کو بھی نمکین غلاف میں پوشیدہ شکر پارے سمجھتے ہیں اور پہلے سے زیادہ محبت کرنے لگتے ہیں۔ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ "پیر کو چپ شاہ نہیں ہونا چاہیے" اگر مرشد اپنے مریدین کی کوتاہیوں پر خاموش رہے گا' نہ موقع پر سمجھائے گا نہ ہی تنہائی میں تو مریدین کی اصلاح کیسے ہوگی۔ مریدین کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر اصلاح کی کوششیں نہ کرنا سراسر مداہنت

Marfat.com

ہے۔ اس سے پیری مریدی تو چمک جاتی ہے مگر مریدین کی تربیت نہیں ہوتی۔ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے "حلوہ، پیر اور مولوی کے لیے سیمنٹ کا کام کرتا ہے" یعنی حلوہ کھا لینے سے منہ بند ہو جاتا ہے۔ امراء کو تو بالخصوص استغناء کی چھری سے ذبح کرنا چاہیے۔ حضرت مرشد عالم یہ فرمایا کرتے تھے "جب تک "دب" نہ ہو ادب نہیں ہوتا یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ "مرشد اگر بلاوجہ کسی چوراہے پر کھڑا کر کے مرید کو جوتے مارے تو بھی مرید کو چاہیے کہ وہ جوتا اٹھا کر دے۔" مرشد کی بلا وجہ ڈانٹ میں بھی حکمت ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ مرید کا نفس بھڑکتا ہے یا نہیں؟ مرشد اگر مرید کی کسی بھی بات پر اسے ڈانٹتا ہے تو اس احساس کے ساتھ کہ جیسے کسی حسینہ نے چہرے پر سیاہی لگا لی ابھی سیاہی دھوئے گی تو چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔ مزید براٰں ڈانت ڈپٹ اور روک ٹوک کا مقصد اصلاح احوال ہوتی ہے۔ کوئی دل میں غبار رکھنا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی مرشد مریدین کی غلطیوں' کوتاہیوں پر دل میں غبار رکھنے لگے تو پھر اس کے دل میں غبار کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔ مرشد کا غصہ عارضی ہوتا ہے اگر مرید اپنی اصلاح کر لے تو غصہ شفقت ومحبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مرشد جب کسی مرید کو ڈانٹتا ہے تو نہ اپنے آپ کو افضل سمجھتا ہے اور نہ ہی مرید کو گھٹیا سمجھتا ہے مرید کو ڈانٹتے وقت مرشد کی کیفیت اس جلاد کی سی ہوتی ہے جسے بادشاہ حکم دے کہ شہزادے کی فلاں غلطی کی وجہ سے شہزادے کو کوڑے لگاؤ۔ جلاد تعمیل حکم کی وجہ سے شہزادے کو کوڑے بھی لگائے گا مگر دل میں شہزادے کی حقارت کی بجائے محبت ہوگی۔ پس مرشد ڈانٹ ڈپٹ بھی کر رہا ہوتا ہے دل سے توجہات بھی ڈال رہا ہوتا ہے اور نیم شب کی تنہائیوں میں مرید کے لیے ہاتھ پھیلا کر دعائیں بھی کر رہا ہوتا ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام جب کسی کو تنبیہہ کرتے تھے تو اس کے لیے دعائیں بھی کرتے تھے۔

مرشد اگر کسی مرید پر زیادہ توجہ دے اور کسی پر کم توجہ دے تو مرید دل تنگ نہ ہو بلکہ یوں سمجھے کہ جس طرح کوئی طبیب بعض مریضوں کو انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھتا ہے اور بعض مریضوں کو عام وارڈ میں رکھتا ہے اسی طرح مریدین کو شیخ کی توجہ میں ظاہری تفاوت محسوس ہوتا ہے حقیقتاً دل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ادب 18 : دل میں کوئی شبہ گزرنے کی صورت میں فوراً مناسب طریقے سے عرض کر دے اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنی فہم کا قصور سمجھے۔ اگر مرشد کوئی جواب نہ دے تو جان لے کہ میں جواب کے لائق نہ تھا۔

Marfat.com

فائدہ: جو سالکین اپنے مرشد سے محبت و عقیدت کے رشتے کو مضبوط بنا لیتے ہیں اول تو انہیں کوئی غلط فہمی پیدا ہی نہیں ہوتی اگر دل میں کوئی سوال پیدا بھی ہو تو عموماً مرشد کی توجہات کی برکت سے خود ہی جواب بھی دل میں القا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ مرشد کی زبان سے دوران گفتگو اس کا جواب دلوا دیتے ہیں۔ سالکین حیران ہو کر کہتے ہیں۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
با تو مشکل حل شود بے قیل و قال

اے کہ تیری ملاقات ہر سوال کا جواب ہے اور آپ سے بغیر کہے سنے مشکل حل ہو جاتی ہے۔

سالکین طریقت کے لیے مرشد کے کسی قول و فعل پر دل میں شبہ کا پیدا ہونا سب سے بڑا شیطانی دھوکا ہے عموماً مبتدی حضرات محبت و عقیدت اور رابطہ شیخ میں کمی کی وجہ سے اس کا شکار ہو جاتے ہیں ایک اصولی بات سمجھ لینی چاہیے کہ جب بیعت سے پہلے مرشد میں وہ تمام شرائط نشانیاں اور صفات دیکھ لی گئیں جو ایک شیخ کامل میں ہونی چاہئیں تو پھر بیعت کے بعد شیطان کو کوئی بھی غلط فہمی پیدا کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ہر بات میں اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہوئے مرشد کو ناقدانہ نظر سے دیکھتے اور پرکھتے رہنا فیض سے محرومی کا سبب ہوتا ہے۔ ابو جہل ساری عمر نبی علیہ السلام کو محمد بن عبد اللہ کی نظر سے دیکھتا رہا کاش کہ ایک مرتبہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نظر سے دیکھ لیتا تو بیڑا پار ہو جاتا۔ بدگمانی اور شک کی نظر اس ہستی پر ڈالنا جو اللہ سے واصل ہونے کا ذریعہ ہے کتنا بڑا ستم ہے حق بات یہی ہے کہ ذہن اپنا بیمار ہوتا ہے کوتاہی شیخ میں نظر آتی ہے مرشد کی حیثیت تو آئینے کی مانند ہوتی ہے حدیث پاک "المؤمن مرآۃ المؤمن" (مومن' مومن کا آئینہ ہے) کے مطابق مرید کو اپنی ہی خامیوں کا عکس نظر آتا ہے۔ لہٰذا شبہ پیدا ہونے کی صورت میں فوراً مناسب طریقے سے مرشد کو آگاہ کر دینا چاہیے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی خدمت میں ایک ہندو پنڈت حاضر ہوا۔ کہنے لگا کہ مجھے کئی سالوں سے کشف القلوب نصیب ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا دل بالکل سیاہ ہے۔ حضرتؒ نے پوچھا کہ تمہیں یہ چیز کیسے ملی؟ کہنے لگا کہ ہر کام نفس کے خلاف کرنے سے۔ حضرت نے باتوں باتوں میں کہا کہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ کہنے لگا کہ جی نہیں چاہتا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ کام بھی تو نفس کے خلاف کرو ناں۔ ہندو پنڈت اسی وقت توبہ

Marfat.com

تائب ہو کر مسلمان ہوا۔ حضرتؒ نے فرمایا اب میرے قلب پر نظر ڈالو۔ کہنے لگا کہ حضرتؒ اب تو نور ہی نور نظر آ رہا ہے۔ فرمایا کہ پہلے تمہیں اپنے قلب کا عکس میں اندر نظر آیا تھا۔

رہا علمی مسائل کا پوچھنا اور اشکالات کا حل کرنا تو ایسی باتیں مناسب طریقے اور مناسب موقع پر ضرور پوچھنی چاہئیں۔ "فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون" (اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے) کا یہی مقصود ہے۔ البتہ ہر وقت لم اور لا کے چکر میں پڑے رہنا عقل مندی نہیں۔

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

ادب 19: مباحثے اور جھگڑے وغیرہ کی صورت نہ بنائے۔ مرشد کے کلام کو رد نہ کرے اگرچہ حق مرید ہی جانب ہو بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔

فائدہ: یہ ادب منتہی حضرات کے حوال سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ علمی معاملات میں اگر موقعہ آ جائے کہ مرشد سے اختلاف رائے ہو تو بھی ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے سید احمد شہیدؒ کو تصور کا حکم دیا تو سید صاحب نے نہایت ادب سے معذرت کی۔ شاہ عبدالعزیز نے یہ شعر پڑھا۔

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز رسم و راہ منزلہا

مربی کامل کے کہنے پر اپنے مصلیٰ کو شراب سے رنگین کر لو کیونکہ راہ حق پر چلنے والا منزل کے طور طریقوں سے بے خبر نہیں ہوتا۔

سید صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! میں آپ کے حکم سے شراب پی لوں گا پھر توبہ کروں گا مگر میرے نزدیک تصور شیخ شرک ہے۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔ حضرت شاہ صاحب نے اٹھ کر سید صاحبؒ کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا 'الحمد للہ تم پر توحید غالب ہے۔ اب ہم تمہیں اور راستے سے لے چلیں گے۔

مرید اختلاف رائے کی صورت میں مباحثے اور جھگڑے کی صورت نہ بنائے اگرچہ حق مرید ہی کی جانب ہو۔ غزوہ بدر میں نبی علیہ السلام کی رائے تھی کہ قیدیوں کو بعض شرائط پر رہا کر دیا جائے جب کہ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ ان قیدیوں کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ جب وحی اتری تو حضرت عمرؓ کی رائے وحی کے مطابق تھی۔

Marfat.com

شرع شریف کا حکم ہے کہ مجتہد کا اجتہاد صحیح ہو تو اسے دو ثواب ملتے ہیں اور اگر غلط ہو تو بھی اسے ایک ثواب ضرور ملتا ہے۔ شیخ کی خطا بھی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے۔ لہٰذا سالک کو یہی گمان رکھنا چاہیے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے سہواً چار رکعت نماز پڑھتے ہوئے دو پر سلام پھیر دیا۔ نبی رحمت ﷺ کا یہ سہو امت کے لیے رحمت بن گیا اور سجدہ سہو کے مسائل واضح ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے کہ نبی علیہ السلام کو اس سہو پر وہ اجر ملا کہ ابو بکرؓ کی پوری زندگی کی نیکیاں بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ آپ کا مشہور قول ہے "یلیتنی کنت سهو محمد" (اے کاش میں محمد ﷺ کا سہو ہوتا۔)

ادب 20: شیخ کے رو برو بے ہودہ باتیں نہ کرے اور نہ ہی کسی کے عیوب بیان کرے۔

فائدہ: عیب جوئی دوسروں پر تنقید اور تبصرہ ان لوگوں کی عادت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کے قرب سے محروم ہوتے ہیں ورنہ دوست کو کب فرصت ہوتی ہے کہ وہ اپنے دوست کی یاد چھوڑ کر لایعنی باتوں میں وقت ضائع کرے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ شیخ سعدیؒ نے تصوف کو دو شعروں میں سمجھا دیا۔

مرا پیر دانائے مرشد شہاب
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ برخویش خود بیں مباش
دوم آنکہ در کس تو بدبیں مباش

میرے شیخ مرشد کامل شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے مجھ دو نصیحتیں دریا کے کنارہ کھڑے ہو کر فرمائیں (۱) اپنی نیکیوں پر نگاہ مت رکھو (۲) دوسرے کی غلطیوں میں نگاہ مت ڈالو اور درگذر کرو۔

گویا تصوف کا نچوڑ دو لفظوں میں یوں پیش کیا جا سکتا ہے کہ سالک اپنے پہ "خود بیں" نہ ہو اور دوسرے پر "بدبیں" نہ ہو۔ یعنی اپنی اچھائیوں پر نظر نہ جمائے رکھے اور دوسروں کی برائیوں پر نظر نہ لگائے رکھے۔

ادب 21: مرشد کے قرابت داروں اور عزیزوں سے محبت و مودت رکھے۔ اس کے دوستوں محبوبوں اور نیز پیر بھائیوں اور طالبوں کی رعایت کرے اس کی بدگوئی اور اس کے مخالفوں سے دور رہے تاکہ استقامت حاصل ہو۔

Marfat.com

فائدہ: مرشد سے محبت کی پہچان یہی ہے کہ مرید اپنے مرشد کے قرابت داروں اور عزیزوں سے محبت و مودت رکھے۔ یہی تعلیم کتاب و سنت سے ملتی ہے قرآن مجید میں نبی علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا۔

"یقوم لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی" (الشوریٰ: آیت 23)

اے میری قوم میں تم سے اس تبلیغ پر اجر نہیں مانگتا۔ سوائے اپنے قرابت داروں سے محبت کے۔

طبرانی شریف کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال. حب نبیکم وحب آل بیتہ و تلاوۃ القرآن

اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو۔ پیغمبر ﷺ کی محبت آپ کے اہل بیت کی محبت اور تلاوۃ قرآن۔

ادب 22: اپنے احوال باطنی (اچھے ہوں یا برے) مرشد کے سامنے عرض کرے کیونکہ مرشد طبیب روحانی ہے اطلاع کے بعد اصلاح کرے گا۔ مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے۔

فائدہ: جس طرح کوئی مریض اپنے حالات سے طبیب جسمانی کو باخبر رکھتا ہے اگر نہ رکھے گا تو موت کے منہ میں چلا جائے گا۔ اسی طرح سالک کو چاہیے کہ اپنے مرشد یعنی طبیب روحانی کو کیفیات و واردات سے مطلع کرتا رہے ورنہ دل مردہ ہو جائے گا۔ اس معاملے میں افراط و تفریط سے بچنا لازمی ہے۔ افراط یہ کہ سالک اپنی کیفیات شیخ کے علاوہ ہر کہ دمہ کے سامنے بتاتا پھرے۔ حالانکہ واردات و کیفیات تو عرائس باطنی ہوتی ہیں بھلا کوئی شخص غیر کو اپنی دلہن دکھاتا ہے۔ تفریط یہ ہے کہ اپنے حالات شیخ کے سامنے بھی نہ کہے اور یہ سوچتا رہے کہ مرشد صاحب کشف ہیں انہیں خود ہی پتہ چل جائے گا۔ اعتدال کی راہ یہی ہے کہ اپنے حالات سے مرشد کو مطلع کرتا رہے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ سالک اگر اطلاع اور اتباع کو اپنا دستور بنا لے گا تو اس کی ترقی میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

ادب 23: خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد کی خدمت میں عرض کرے اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو وہ بھی بیان کرے۔

فائدہ: بعض سالکین لطیف الطبع ہوتے ہیں انہیں بہت خواب نظر آتے ہیں اور بعض کثیف

Marfat.com

الطبع ہوتے ہیں انہیں کم خواب نظر آتے ہیں۔ زیادہ خواب نظر آنا فضیلت کی بات نہیں اور کم خواب نظر آنا بھی گراوٹ کی دلیل نہیں۔ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔

1 ...... حدیث نفس' سالک جو کچھ دن میں کرتا سوچتا ہے یا اس کے لاشعور میں ہوتا ہے وہی کچھ خواب میں دیکھتا ہے۔

2 ...... اضغاث و احلام۔ اوٹ پٹانگ خیالات خواب کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

3 ...... رویاء صالحہ۔ سچے خواب جنہیں نبوت کا چھتیسواں حصہ کہا گیا ہے۔

ان تینوں قسم کے خوابوں میں پہچان کرنا ایک مشکل امر ہے۔ باطنی بصیرت رکھنے والا ہی یہ معمہ حل کرسکتا ہے۔ سالک کو چاہیے کہ جو کچھ خواب میں دیکھے وہ اپنے شیخ کی خدمت میں بے کم و کاست عرض کر دے۔ مرشد اگر تعبیر بتا دے تو فبہا اگر خاموش رہیں تو سمجھ لے کہ تعبیر بتانا میرے لئے بہتر نہیں تھا۔ یا پھر یہ خواب قابل تعبیر نہ تھا۔ تعبیر الرویاء کے سلسلہ میں چند باتیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

1) ...... کئی خواب جس طرح نظر آئیں ان کی تعبیر من وعن اسی طرح ہوتی ہے۔

2) ...... کئی خوابوں کی تعبیر الٹ ہوتی ہے۔ مثلاً کسی کو دیکھا کہ وہ مر گیا مگر حقیقت میں لمبی زندگی پائی۔

3) ...... کئی خوابوں کی تعبیر تمثیل پر منحصر ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے موٹی گائے دیکھی تو تعبیر رزق کی فراوانی والا سال، پتلی گائے کی تعبیر میں قحط زدہ سال۔

4) ...... ایک ہی خواب دو مختلف آدمی دیکھیں تو دونوں کے لیے تعبیر مختلف ہوگی۔ نیک آدمی نے خواب دیکھا کہ اذان دے رہا ہوں تو ''واذن فی الناس بالحج'' کے تحت عزت ملی۔ کسی فاسق شخص نے دیکھا کہ اذان دے رہا ہوں تو ''ثم اذن موذن'' کے تحت چوری کرتے پکڑا گیا' ذلت ملی۔

5) ...... ایک ہی خواب مختلف موسموں میں دیکھیں تو تعبیر مختلف۔ سردیوں میں آگ دیکھیں تو فائدہ پہنچے، گرمیوں میں آگ دیکھیں تو نقصان ہو۔

6) ...... کئی مرتبہ خواب ظاہر میں اوٹ پٹانگ مگر رویاء صالحہ میں سے ہوتا ہے۔ زبیدہ خاتون نے اپنے آپ کو برہنہ دیکھا پھر انسانوں' جانوروں' اور پرندوں کو دیکھا کہ اس سے زنا کر رہے ہیں پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی، ڈر گئی کہ کہیں رسوا نہ ہو جاؤں۔ مگر تعبیر یہ تھی کہ اس نے نہر بنوائی جس سے انسانوں' جانوروں' پرندوں اور چرندوں

Marfat.com

نے پانی پیا۔ زبیدہ خاتون کے لیے صدقہ جاریہ بنا۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اپنی ماں سے زنا کر رہا ہوں۔ بہت پریشان ہوا۔ مگر ماں سے مراد زمین اور زنا سے مراد اس سے فائدہ لینا۔ چنانچہ اسے اپنی کھیتی سے بہت زیادہ فائدہ ہوا۔

سالکین کو ایک اصول ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بالفرض سچا خواب بھی نظر آئے تو جب تک پورا نہ ہو کیا فائدہ۔ فائدہ خواب میں دیکھا کہ بادشاہ بن گیا ہوں تو کیا فائدہ جب تک حقیقت میں نہ بنے۔ حضرت یوسف نے سورج' چاند' ستاروں کو سجدہ کرتے دیکھا مگر کنویں میں گرنا پڑا۔ مصر میں بکنا پڑا۔ عزیز مصر کے گھر کی چاکری کرنی پڑی۔ آزمائش میں سے گزرنا پڑا۔ نو سال جیل کاٹنی پڑی پھر بادشاہت ملی اور خواب پورا ہوا۔ جب سچے خوابوں کا بھی یہ حال ہے تو پھر اوٹ پٹانگ خوابوں پر فریفتہ کیا ہونا۔ بعض سالکین تو ہر وقت خواب ہی سناتے پھرتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ خوابوں کی دنیا کے شہزادے ہیں۔

درحقیقت شیطان خوابوں کے ذریعے بڑے بڑوں کو گرا دیتا ہے۔ خود پسندی اور عجب پیدا کر کے فتنے میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مرشد ہی کی ذات ہے جو ان شیطانی ہتھکنڈوں سے خبردار کرتی ہے تاکہ ایمان بچ جائے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک مرید روزانہ خواب میں جنت کی سیر کرتا تھا۔ صبح اٹھ کر لوگوں میں تذکرے کرتا حتیٰ کہ اس کے قصے زبان زد عام ہو گئے ایک سال اسی حالت میں گزر گیا۔ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے دیکھا کہ خود پسندی اور خود فریبی کے جال میں پھنس چکا ہے فرمایا 'اب جنت نظر آئے تو ''لا حول ولا قوۃ'' پڑھنا مرید سمجھا کہ شیخ مجھ سے حسد کرنے لگے ہیں۔ اگلی رات خواب میں جنت کی سیر کرنے لگا تو خیال آیا کہ شیخ نے کہا تھا (درحقیقت یہ شیخ کی توجہ اور برکت تھی) کہ لاحول پڑھنا۔ جب پڑھا تو سب نقشے ختم چند ہڈیاں پڑی دیکھیں۔ تب احساس ہوا کہ شیطان تو میرے ایمان پر ڈاکہ ڈالنا چاہتا تھا۔

بعض سالکین کو خواب میں بزرگ نظر آتے ہیں سالک سمجھتا ہے کہ مجھے باطنی فائدہ ہو رہا ہے۔ حقیقتاً شیطان اس کا رابطہ شیخ سے کاٹنا چاہتا ہے۔ بعض سالکین کو دیکھا کہ خواب ایک سے بڑھ کر ایک عجیب و غریب دیکھتے ہیں مگر پابندی شریعت میں سست ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ فتنہ میں پڑنے کی واضح علامات ہیں۔

حدیث پاک میں ہے ''من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل

Marfat.com

ہی" (بخاری کتاب الایمان)

جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھ کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل ہرگز نہیں بنا سکتا۔

اس حدیث پاک کے تحت حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ شیطان نبی اکرم ﷺ کی اس صورت مبارک میں جس میں آپ ﷺ مدینہ میں پردہ فرما ہیں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ ہر ایک صورت میں آ کر دھوکہ دے سکتا ہے چاہے وہ اہل اللہ کی صورت ہو یا آباؤ اجداد کی۔ لہٰذا جو سالکین خوابوں پر اپنی روحانیت کی بنیاد رکھتے ہیں وہ بڑے خطرے میں ہوتے ہیں بعض خانقاہوں کے تو سجادہ نشین حضرات بات شروع کرتے ہیں خواب سے اور ختم کرتے ہیں خواب پر۔

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا نا پائیدار ہوگا

ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز میں سورہ النجم کی تلاوت کرتے ہوئے جب اس جگہ پہنچے "افرء یتم اللٰت و العزیٰ و مناۃ الثالثۃ الاخریٰ"

بھلا تم نے لات عزیٰ اور تیسرے منات کے حال میں غور بھی کیا ہے

(النجم: آیت 20)

تو صحابہؓ کو ایسے محسوس ہوا کہ جیسے آپ نے اس سے آگے یہ کہا کہ ان کی بھی عبادت کرو اور اللہ کی بھی۔ صحابہؓ کرام بہت حیران ہوئے۔ نماز سے فراغت پر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ نئی آیتیں اتری ہیں جو آپ نے پڑھی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو نہیں پڑھیں چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آیات اتریں۔ "القی الشیطان فی امنیتہ" (الحج: آیت 52)

شیطان نے اپنی گفتگو (وقف کے دوران) حضورؐ کی قرآت سے ملا دی تھی۔

پھر پتہ چلا کہ شیطان نے اپنی آواز نبی علیہ السلام کی مبارک آواز کی مانند بنا کر یہ عبارت پڑھی تا کہ صحابہ کرامؓ کو دھوکہ دے سکے۔ یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کی موجودگی میں پھر حالت نماز میں یکسوئی میں صحابہ کرامؓ جیسے پاکیزہ حضرات کو دھوکہ دینے سے شیطان باز نہیں آیا تو پھر ہم کس کھیت کی گاجر مولی ہیں کہ بلند و بانگ دعویٰ کریں۔ آج کا سالک اتنی کمزور روحانیت، مشکوۃ نبوت سے اتنا فتنے والا دور پھر نیند کی حالت میں تو شیطان

Marfat.com

کے لئے بہکانا کون سا مشکل کام ہے۔ سالک کو یوں سوچنا چاہیے کہ ہمیں تو شیطان جیتے جاگتے بقائمی ہوش و حواس بہکا دیتا ہے تو خواب کی حالت میں بہکانا کون سا مشکل کام ہے۔ پس خوابوں پر اعتماد ہرگز ہرگز نہ کر جو کچھ دیکھے اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کر دے اور دعائیں کرتا رہے۔ " اللھم انی اعوذبک من همزات الشیاطین و اعوذبک رب ان یحضرون " (یا اللہ میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں۔ شیطان مردود کی چوکوں سے اور اس بات سے کہ وہ شیطان میرے اعمال میں حاضر ہو کر دخل دیں۔)

ادب 24: جو ورد وظیفہ مرشد تعلیم کرے اسی کو اپنا معمول بنائے اس کے علاوہ تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اپنی طرف سے شروع کیے ہوں یا کسی دوسرے نے بتائے ہوں۔ البتہ اعمال مسنونہ مستثنیٰ ہیں۔

فائدہ: یہ بات عامۃ الناس میں بھی مشہور ہے کہ مریض کو ایک وقت میں ایک طبیب کی دوا استعمال کرنی چاہیے اسی طرح سالک کو بھی اپنے ہی شیخ کے بتائے ہوئے معمولات پر عمل کرنا چاہیے۔ اس کی اصل " وحرمنا علیه المراضع " ہے۔ اپنی مرضی سے یا کسی اور کے کہنے پر مزید وظائف کو اپنائے گا تو نقصان اٹھائے گا۔ مبتدی کے لئے وظائف دوا کی مانند اور منتہی کے لئے غذا کی مانند ہوتے ہیں۔ وظائف میں ثواب کی نیت کرنا برا نہیں ہے " وفی ذالک فلیتنا فس المتنافسون " (اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے) اس کی دلیل ہے۔ سالک کو چاہیے کہ اپنے عمل کو اتنا کامل بھی نہ سمجھے کہ ناز پیدا ہو اور اتنا ناقص بھی نہ سمجھے کہ مایوسی ہو۔ " یدعون ربهم خوفا وطمعا " (السجدہ: آیت 16) (ایمان والے اپنے رب کی عبادت خوف اور امید کے درمیان کرتے ہیں۔ میں یہی راز پوشیدہ ہے۔)

اوراد وظائف صبح وشام کرنے کی قرآنی دلیل " یسبح له فیها بالغدو والاصال " ہے۔

ادب 25: شیخ کے پاس بیٹھ کر وظیفہ وغیرہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا لازمی ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

فائدہ: مرشد کی موجودگی میں سالک کو رابطہ قلبی میں جو فائدہ ملتا ہے وہ ذکر و وظائف سے نہیں ملتا۔ مرشد کی مثال سورج کی مانند اور مرید کی مثال پھل پھول کی مانند ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی حرارت سے پھلوں کا ذائقہ بہتر ہو جاتا ہے یا پھولوں کی رنگت میں خوشنمائی آتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح مرشد کی توجہات سے سالک کے دل میں نورانیت آتی رہتی ہے۔ اگر مرید کوئی وظائف کرنا چاہے تو شیخ کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر کرے۔

Marfat.com

ادب 26: جو کچھ فیض باطنی اسے پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے اگرچہ خواب یا مراقبہ میں دیکھے کہ کسی دوسرے بزرگ سے فیض پہنچ رہا ہے تو یہ خیال کرے کہ میرے مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

فائدہ: جس طرح ایک بلب تار سے جڑا ہوا ہوتا ہے اسے جو بھی بجلی پہنچتی ہے اسی تار کے ذریعے سے پہنچتی ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ بجلی تربیلا ڈیم سے آ رہی ہے یا منگلا ڈیم سے، بجلی جس پاور اسٹیشن سے بھی آئے گی اسی تار سے ہو کر بلب کو ملے گی۔ اسی طرح مرید کو جو بھی باطنی فیض پہنچتا ہے وہ شیخ کے قلب سے ہو کر پہنچتا ہے اگرچہ وہ فیض پیچھے کسی بھی بزرگ کی طرف سے آ رہا ہو۔ اسی لئے کوئی مرید ظاہر میں کسی دوسرے بزرگ سے فیض ملتا دیکھے تو بھی یہی گمان کرے کہ میرے شیخ کا کوئی لطیفہ اس شکل میں ظاہر ہو کر مجھے فیض پہنچا رہا ہے۔ مرید کی توجہ کا قبلہ ہمیشہ ایک ہی ہونا چاہیے اس کو کہتے ہیں۔

یک گیر محکم بگیر

ایک ہی شیخ بنا لو اور ان کو ہی مضبوط پکڑو۔

حضرت خواجہ محمد سعید قریشیؒ ایک مرتبہ سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ آپ کے خلفاء میں سے حضرت سید زوار حسین شاہؒ، حضرت مولانا محمد سعید گوانویؒ اور مریدین میں سے بھی چند حضرات رفیق سفر تھے۔ مزار مبارک پر کافی دیر مراقبہ کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ہمکلامی نصیب ہوئی مختلف امور پر گفتگو کے بعد حضرت مجدد نے فرمائش کی کہ اپنے خلفاء (سید زوار حسین شاہ اور مولانا محمد سعید گوہانویؒ وغیرہم) کو کچھ دن یہیں میرے پاس چھوڑ جائیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے خلفاء سے فرمایا کہ اب میں تو آگے سفر کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ آپ حضرات فیصلہ کر لیں کہ کیا کرنا ہے۔ مولانا محمد سعید گوہانویؒ نے پوچھا ''حضرت آپ کا حکم ہے کہ ہم یہاں ٹھہریں یا ہماری مرضی پر ہے کہ یہاں ٹھہریں یا ساتھ سفر پہ جائیں۔ حضرت نے فرمایا'' آپ حضرات کی مرضی پر ہے میں نے تو حضرت مجدد الف ثانی کا پیغام پہنچا دیا ہے۔'' مولانا گوہانویؒ نے کہا ''حضرت! ہم آپ کے ساتھ جائیں گے ہمارے مجدد تو آپ ہیں۔''

سبحان اللہ۔ مرشد کے ساتھ وابستگی ہو تو ایسی۔ دعوت دی جا رہی ہے حضرت مجدد کی طرف سے جو اپنے سلسلہ کے سرخیل بزرگ ہیں' پیغام پہنچا رہے ہیں اپنے پیرو مرشد' تو

Marfat.com

اس سب کے باوجود یہ کہنا کتنا عجیب ہے کہ حضرت ! ہمارے مجدد تو آپ ہیں۔ اسی لئے ان حضرات کو ایسی ایسی کیفیات ملتی تھیں کہ آج کا سالک ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ پاتا۔ ''الاماشاء اللہ''

حضرت خواجہ ابو سعید خزارؒ کے خاندان میں آباؤ اجداد سے ایک خرقہ چلا تھا مشہور تھا کہ خاندان کے مشائخ نے اپنی توجہات کو اس میں شامل کیا ہوا ہے۔ کئی مرتبہ اس خرقہ کی برکات ظہور میں آئیں۔ حضرت خواجہ صاحب کو ان کے پیرو مرشد نے جب اجازت و خلافت دی تو انہوں نے بھی ایک خرقہ عطا فرمایا۔ یہ دونوں خرقے حضرت کے استعمال میں رہے۔ جب آپ پر مرض الموت کا غلبہ ہوا۔ تو آپ نے ایک خادم سے کہا کہ خرقہ لا کر میرے اوپر ڈال دو تا کہ میں اس کے فیوضات سے مستفیض ہوں۔ خادم نے پوچھا۔ حضرت! کون سا خرقہ؟ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اپنے آباؤ اجداد کے خرقے کا بہت احترام ہے لیکن اس وقت میرے پیرو مرشد کا عطا کردہ خرقہ لاؤ۔ میں آخری وقت میں اپنے پیرو مرشد کے انوارات میں مستغرق ہو کر مرنا چاہتا ہوں۔

<u>ادب 27:</u> مرشد کا کلام دوسروں کے سامنے اس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں جس بات کے بارے میں یہ گمان ہو کہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالا ہے تو اسے ہرگز بیان نہ کرے۔ کیونکہ بعض باتیں صرف خواص کے لیے ہوتی ہیں۔

<u>فائدہ:</u> سالک کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ مرشد کی صحبت میں سنی ہوئی معرفت کی باتیں ہر خاص و عام کو سناتا پھرے کچھ باتیں سمجھنے کے لیے استعداد کی ضرورت ہوتی ہے اگر استعداد نہ ہو تو ایسی باتیں فائدے کی بجائے نقصان دیتی ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے ''کلموا الناس علی قدر عقولھم '' (لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو)

<u>ادب 28 :</u> اگر کوئی مرتبہ یا منصب عنایت ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قبول کرے' دل میں کوئی دنیوی خیال نہ آئے۔

<u>فائدہ :</u> اگر مرشد کوئی منصب یا مرتبہ عطا کریں تو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہوئے جان و دل سے قبول کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلیت نہیں قبولیت شرط ہے۔ وہ چاہے تو خاک سے افلاک تک پہنچائے۔ کس کی مجال ہے کہے'' اھؤلاء من اللہ علیھم من بیننا '' حضرت فضیل بن عیاض کو رہزنوں کے گروہ سے چنا، ولیوں کا سردار بنا دیا۔ خالدؓ کو بت پرستی نکالا اور سیف اللہ کا تاج پہنا دیا۔ وہ اگر مہربانی کی نظر ڈالے تو سب عیب ہنر ہیں۔

Marfat.com

لطف الٰہی کا جھونکا چلتا ہے تو مردود کو مقبول بنتے اور خاک کو کیمیا بنتے دیر نہیں لگتی۔ وہ چاہتا ہے تو کتے کو ولیوں کی صف میں بٹھا کر قرآن میں اس کے تذکرے کر دیتا ہے اور "کلبھم باسط" کے الفاظ کہہ کر مرتبہ بڑھا دیتا ہے کبھی میخانہ رحمت جوش میں آتا ہے مطلوب خود طالب کو کھینچتا ہے پھر محروم رہنے کا کیا سوال۔ پھر تو مٹی بھی سونا بن جاتی ہے رہی بات یہ کہ سالک سوچے میں اس قابل نہیں قابل تو مرتے وقت تک نہیں ہوں گے۔ جس نے سوچا میں اب اس قابل ہوگیا ہوں یہی اس کی ناقابلیت کی دلیل ہے۔

ادب 29 : اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شیخ کی طرف بغرض بیعت رجوع نہ کرے تاکہ سعادت مندی کی دولت سے مالا مال ہو۔

فائدہ : سالک کو اپنے مرشد کے علاوہ دوسرے مشائخ سے استفادہ کرنے کی درج ذیل صورتیں پیش آسکتی ہیں۔

1) ...... بیعت کا تعلق ایک شیخ سے تھا مگر روزگار یا تعلیم کے سلسلہ میں کسی دوسرے ملک جانا پڑا۔ وہاں کا ماحول انتہائی خراب' شیخ سے رابطہ مشکل مگر اپنے ہی سلسلہ کے کسی مقامی بزرگ کی صحبت میسر ہے تو ایسی صورت میں اپنے مرشد کی اجازت سے اس مقامی بزرگ کو پیر بنا لے۔ پہلے والے شیخ پیر طریقت ہوں گے۔ دوسرے پیر تعلیم' ایک وقت میں دو شیوخ سے تعلق کتب میں منقول ہے۔

2) ...... مرشد سے بیعت کا تعلق تو بہت عرصے رہا مگر فائدہ نہیں ہوا تو ان کا ادب و احترام دل میں رکھتے ہوئے ان کی اجازت سے کسی دوسری جگہ بیعت کر لے' مقصود تو اصلاح ہے۔

3) ...... اپنے شیخ کے اکابرین میں سے کوئی بزرگ بقید حیات ہوں اور دل ان سے بیعت برکت کے لیے آمادہ ہو تو شیخ کی اجازت سے بیعت برکت کر سکتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ نے حضرت مرشد عالمؒ کو اسباق طے کروائے اور مزید توجہات کے لیے اپنے پیر خانے مسکین پور شریف بھیجا۔ حضرت سید فضل علی قریشیؒ نے کئی دن توجہات دیں پھر اجازت و خلافت دی اور بیعت کیا یہ بیعت ثانی اپنے پیرو مرشد کی رضا و خوشنودی سے ہوئی۔

ادب 30 : جب مرشد اس دار فانی سے رحلت فرما جائے تو اس کے لیے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرے تاکہ تعلق روحانی باقی رہے۔

Marfat.com

فائدہ : سالک کا انگ انگ اسی ہستی کے احسانات میں ڈوبا ہوتا ہے جو وصول الی اللہ کا ذریعہ بنے۔ اگر وہ وفات پا جائے تو ایصال ثواب کو یوں سمجھیں جیسے روزانہ تحفہ بھیج رہے ہوں۔ قرآن مجید پڑھ کر، نفل پڑھ کر، صدقہ و خیرات کر کے، ذکر و مراقبہ کر کے درود پاک و استغفار کر کے تسبیحات پڑھ کر، نفلی روزہ رکھ کر، مساجد و مدارس بنوا کر اپنے مرشد کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ فرض اور واجب کے علاوہ ہر نفل عبادت کا ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے تو یہ ان کے لیے حج کا بدل ہو سکتا ہے ان کی روح کو آسمان میں خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ کسی کی طرف سے حج کرنے والا شخص اللہ کے نزدیک تابع فرمان شکار ہوتا ہے۔

ایک فیصلہ کن عمل

ناقابل بیان اور ناقابل گمان مشکلات کے لئے۔

1۔ نمازِ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان سورۃ فاتحہ 41 بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ پڑھیں یعنی ہر سورۃ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ضرور پڑھیں مزید بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی م کو الحمد اللہ رب کی ل کے ساتھ ملا کر پڑھیں مل حمد للہ رب العالمین...... بسم اللہ الرحمٰن الرحیمِ مِل الحمد للہ رب اول و آخر درود شریف ابراہیمی 7 بار پڑھیں۔

اگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے نماز فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان یہ عمل چھوٹ گیا ہے تو پھر اسے نماز فجر کے بعد پورا کر لیں اور جو نماز فجر کے بعد پڑھنا ہے اسے بھی ضرور پڑھیں لیکن یہ مجبوری میں چھوٹے جان بوجھ کر چھوڑنے سے عمل کے فائدے سے محروم رہیں گے۔

2۔ نماز فجر کے فوراً بعد سورج نکلنے سے پہلے ننگے آسمان کے نیچے ننگے سر چھت پر یا صحن میں (اگر کوئی مجبوری ہو تو کھلے آسمان کے نیچے نہ پڑھیں اور خواتین ننگے سر بالکل نہ پڑھیں) ستر بار سورۃ فاتحہ ترتیب یعنی م ل ملا کر ہر دفعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اول و آخر درود شریف 7 بار پڑھیں۔

3۔ اسی ترتیب سے ستر بار نماز عشاء کے بعد پڑھیں (یہ تینوں عمل اکٹھے یعنی ایک دن میں کرنے ہیں کوئی ایک نہیں کرنا)

Marfat.com

4- اٹھتے بیٹھتے نہایت کثرت اور نہایت ہی کثرت سے ہر لمحہ ہر ساعت ایاک نعبدو و ایاک نستعین پڑھیں۔ اتنا پڑھیں کہ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں ہوں۔ عمل: پڑھتے ہوئے خالص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع، دھیان، توجہ اور بھکاری بن کر عمل پڑھیں اور کامل یقین کے ساتھ کہ اللہ ضرور ضرور میری مشکل حل فرمائے گا اپنی مشکلات کا تصور کرتے ہوئے عمل پڑھیں۔ 40 دن حد 90 دن پڑھیں اور اگر زندگی بھر کا معمول بنالیں تو پھر حیرت انگیز مشاہدات نصیب ہوں گے۔ خواتین مجبوری کے دن بعد میں پورے کرلیں۔

اگر آپ آسانی سے یہ نفل پڑھ سکیں تو ضرور پڑھیں ورنہ سورہ فاتحہ کا عمل کسی صورت نہ چھوڑیں۔ یہ عمل جمیع مشکلات اور کامیابیوں کے لیے آزمودہ اور مضبوط عمل ہے جب ظاہری تدبیر کارگر نہ ہو پھر اس کا کمال دیکھیں کسی بھی وقت دن میں یا رات میں توجہ دھیان خشوع و خضوع سے دو رکعت نماز نفل پڑھیں جیسے کہ عام نفل پڑھے جاتے ہیں یعنی سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ ملالیں اگر آسانی ہو اور یاد ہو تو سورۃ یٰسین ہر رکعت میں پڑھ لیں سلام پھیرنے بھکاری بن کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں پڑھتے ہوئے خالص اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور دھیان ہو یہ عمل 40 دن حد 90 دن کریں ورنہ زندگی بھر کا معمول بنالیں۔

Marfat.com

آدابِ معرفت
تحقیق وتالیف
حکیم محمد طارق محمود عبقری مجذوبی چغتائی

Marfat.com